اسلام کا نظامِ طلاق

ترتیب وتدوین:

محمد صابر رضا رہبر مصباحی

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

Marfat.com

اسلام کا نظامِ طلاق

ترتیب وتدوین:

محمد صابر رضا رہبر مصباحی

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	اسلام کا نظام طلاق
ترتیب وتدوین	:	محمد صابر رضا رہبر مصباحی
ناشر	:	اکبر بک سیلرز اُردو بازار لاہور
سن اشاعت	:	2017
تعداد	:	گیارہ سو
صفحات	:	320
قیمت	:	-/300 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
40 اردو بازار
لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
تقدیم	مولانا عبد المبین نعمانی	6
تاثرات	مولانا مبارک حسین مصباحی	9
	مولانا ملک الظفر سہسرامی	10
	سرفراز احمد آرزو	11
	شکیل رشید	12
	ڈاکٹر افضل مصباحی	13
پیش لفظ	تاج محمد خان ازہری	14
اپنی بات	محمد صابر رضا رہبر	18
باب اول: احکام ومسائل		22-171
طلاق کے احکام ومسائل	علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی	23
طلاق کتاب وسنت کی روشنی میں	مولانا یٰسین اختر مصباحی	36
طلاق کی ضرورت ونوعیت	مولانا غلام رسول سعیدی	54
اسلام کا دستور طلاق ایک تجزیاتی مطالعہ	صابر رضا رہبر	63
تفویض طلاق کے عادلانہ اصول	مفتی نظام الدین رضوی	77
طلاق کے اصول وضابطے	مولانا اختر حسین فیضی	84
طلاق اور عصر جدید	مولانا ارشاد عالم نعمانی	99

Marfat.com

مطلقہ عورتوں کے مسائل، نوعیت اور حل	مولانا غلام رسول سعیدی	122
طلاق کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ	مولانا اسحاق مصباحی	146
خلع کی شرعی حیثیت	محمد مبشر حسن برر مصباحی	163
باب دوم: تحقیق و تفہیم		172-235
طلاق ثلاثہ کے احکام و مسائل	ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری	173
طلاق ثلاثہ کا اسلامی تصور	مفتی محمد نظام الدین مصباحی	189
طلاق ثلاثہ اور مختلف افکار و نظریات	مولانا غلام رسول سعیدی	206
حدیث رکانہ کا تحقیقی جائزہ	مولانا کوثر امام قادری	221
حدیث رکانہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ	مولانا غلام رسول سعیدی	230
باب سوم: تعقبات		236-275
خیار طلاق پر سوالیہ نشان؟	مولانا یسین اختر مصباحی	237
عورتوں کو طلاق کا اختیار کیوں نہیں؟	مولانا ممتاز عالم مصباحی	245
طلاق کی تفہیم اور ہماری عدالت	عبدالرحیم	250
مغربی ممالک میں طلاق کا تصور	نیاز فتح پوری	258
مسلم پرسنل لا، دستور ہند اور ہندی مسلمان	غلام مصطفےٰ نعیمی	262
باب چہارم: کثرت طلاق اسباب و تدارک		276-319
معاشرے میں طلاق کی کثرت اسباب و علاج	مولانا شبنم کمالی	277
سماج میں کثرت طلاق کے اسباب ایک جائزہ	مولانا مبارک حسین مصباحی	286
اسلام میں نکاح و طلاق اور موجودہ معاشرہ	سید عبدالمسجود حبیبی	294
کوئی بھی شراب حلال نہیں...	محمد ظفر الدین برکاتی	303

■ ■ ■

Marfat.com

شرف انتساب

پیران پیر غوث اعظم دستگیر
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ والراضوان
(حنبلی قاضی ومفتی، فقیہ مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی)

حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز اشرفی محدث مبارک پوری
علیہ الرحمۃ والرضوان

تہدیہ
حضرت شیخ بابا عبد الستار علیہ الرحمہ

Marfat.com

تقدیم

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد المبین نعمانی
رکن ونگراں المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

مسلم معاشرے میں جو خرابیاں در آئی ہیں انہیں میں طلاق کے تعلق سے بھی پائی جانے والی بہت سی کمزوریاں ہیں جس کا اصل سبب علم دین سے عام مسلمانوں کی دوری اور اصلاح کی کوشش میں کمی ہے، یوں ہی خوف آخرت سے غفلت بھی ایک بڑا سبب ہے۔

اسلام نے بوقت ضرورت مرد کو طلاق کی اجازت دی ہے اور وہ بھی ان شرائط کے ساتھ کہ طہر (پاک کی حالت) میں ہو اور صرف ایک طلاق ہو، رجعی یا بائن لیکن غصے میں اور جہالت کیوجہ سے اکثر ہمارے مسلم بھائی ایک ساتھ تین طلاقیں داغ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں، طلاق اگرچہ تیں واقع ہو جاتی ہے لیکن یہ حرکت سراسر خلاف شرع اور گناہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی خرابی تو یہی ہے کہ اکثر طلاق دہندہ خود طلاق کے بعد پشیمان وشرمندہ ہوتا ہے اور پھر اپنی اسی بیوی کو رکھنے کا ارادہ کر لیتا ہے جس کی وجہ سے حلالہ جیسی گھنونی شکل سامنے آتی ہے۔ اب اگر ایک طلاق رجعی دی جاتی تو بیوی کو دوبارلوٹانے کا حق باقی رہتا، نہ رکھنا چاہتا تو عدت گزاری کر بیوی کسی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیتی اور طلاق کا مقصد علیحدگی بھی حاصل ہو جاتا۔

اگر ایک بائن دی جاتی تو اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر یا بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح جائز ہے جس میں دونوں کی رضامندی بہر حال ضروری ہے، البتہ رجعی کی صورت میں عدت کے اندر بغیر بیوی کی مرضی کے بھی رجعت جائز ہے، اور اگر عدت گزر گئی رجعت نہیں کیا تو بائن کی طرح صرف دوبارہ نکاح کی ضرورت پڑے گی، حلالہ کی صورت پیش نہیں آئے گی۔

Marfat.com

یہاں یہ غلط فہمی بہت عام ہے بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات بھی اس کا شکار ہیں وہ سمجھتے ہیں ایک طلاق سے کچھ نہیں ہوتا جب تک تین نہ دی جائے، حتیٰ کہ خلع کی صورت میں بھی اکثر تین طلاق کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو قطعاً درست و جائز نہیں، خلع میں ایک ہی طلاق بائن ہو جاتی ہے، رجعت کی اجازت نہیں رہتی البتہ دونوں راضی ہوں تب ہی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، لوگ غلطی سے یہ سوچتے ہیں کہ ایک طلاق بائن کے بعد شوہر رجوع کرے گا پھر علیحدگی کا مقصد پورا نہ ہوگا، یہ سراسر غلط فہمی ہے۔ بائن طلاق کے بعد شوہر کو رجعت کا حق باقی نہیں رہتا۔ اب عدت گزر جائے تو عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے، ہاں اسی سابق شوہر سے نکاح کرنے پر اگر اتفاق ہو جائے تو اس میں عدت کی قید نہیں، قبل عدت بھی نکاح ہو سکتا ہے، اور بعد عدت بھی، اس میں شوہر کو اپنی طرف سے جبر کرنے کا بھی کوئی حق نہیں۔

خلع کے وقت اکثر پنچایت کی نوبت آتی ہے، تو احکام دین سے ناواقف پنچ حضرات بھی پورے اصرار سے تین طلاق دلواتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسی صورت میں عورت، مرد اور پنچایت کے تمام شرکا بھی گنہگار ہوتے ہیں، یہ مفت کا گناہ مول لینا کتنی بری بے وقوفی ہے، ہر عقل مند کو سوچنا چاہئے، اور آئندہ بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اسی کو کہتے ''گناہ بے لذت'' جب ایک طلاق سے عورت علیحدہ ہو جاتی ہے تو پھر تین طلاق کا گناہ سر پر لینا چہ معنی دارد؟

اس بات کو عوام الناس کے ذہنوں میں بیٹھانا اور عام کرنا ضروری ہے۔ بڑے جلسوں، کانفرنسوں اور جمعہ کے بیانات میں بھی اس موضوع پر روشنی ڈالنی چاہئے تاکہ اس لعنت کا معاشرے سے خاتمہ ہو، غصے میں طلاق ہوتی ہے تو اس میں آدمی سوچتا بھی نہیں اور شرعی مسئلہ بھی نہیں جانتا، اس لئے ایسی غلطی اکثر ہو جاتی ہے لیکن پنچایت میں جب کہ عالی دماغ لوگ تلاش کر کے لاتے ہیں اور جو کچھ طے ہوتا ہے وہ سمجھ بوجھ کر غور و فکر کے بعد ہوتا ہے پھر اس میں تین طلاق پر اصرار کرنا بہت ہی عجیب ہے،......

میں سمجھتا ہوں علمائے کرام اور ائمہ مساجد اگر اس موضوع پر صحیح مسئلے کو بار بار بتاتے رہیں تو عوام ضرور اصلاح کی طرف مائل ہوں گے اور پنچ لوگ تو ضرور ہی سنبھل جائیں گے اور اپنے سروں پر گناہ کا بوجھ لینا چھوڑ دیں گے۔ اسلام نہایت پاکیزہ مذہب ہے اس کا ہر ہر قانون عامۃ المسلمین کی فلاح و صلاح یعنی بھلائی کرنے کیلئے ہے، آدمی غلطی خود کرتا ہے قانون جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتا پھر الزام اسلام کو دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم لوگ بھی ہمارے یہاں طلاق کی

Marfat.com

کثرت اور اس کے سبب پائی جانے والی خرابیوں کو دیکھ کر چیں بہ چنیں ہوتے ہیں اور اسلام کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں، ان کا اس میں کیا قصور کہا جائے؟ جب اسلام کا نام لینے والے خود ہی ابھی نہیں جانتے کہ اس سلسلے میں اسلام کا کیا قانون ہے، دوسرے تو ناواقف محقق ہیں۔

عزیزی مولانا محمد صابر رضا رہبر مصباحی کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں زیر نظر کتاب ''اسلام کا نظام طلاق'' بھی انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وقت کی ایک اہم ضروری مسئلے پر انہوں نے روشنی ڈالی ہے۔ معتمد علماے کرام کی تحریروں کو من وعن نقل کر کے کتاب کو زینت دی ہے۔ امید ہے کہ کتاب مفید ہوگی۔

افسوس کہ میں کتاب پر نظر ثانی نہ کر سکا ورنہ اس کے مندرجات پر بھی کچھ لکھتا، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو قبول عام فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے اصلاح کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ الصلاۃ والتسلیم

محمد عبد المبین نعمانی قادری

۲۹ / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ

■■■

Marfat.com

تاثرات

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

مسلم معاشرہ اگر اسلامی قدروں کا پابند ہو تو نہ ازدواجی رشتوں میں تلخیاں ہوں اور نہ طلاق کی وارداتیں ہوں، مسائل تو اُس وقت ہماری زندگی اجیرن کرتے ہیں جب ہم غیر اسلامی رسم ورواج کا اپنے گھر آنگن میں استقبال کرتے ہیں اور شہرت وناموری کے چاؤ میں چادر سے زیادہ پاؤں پھیلاتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے نکاح انتہائی سادہ، آسان اور مسنون عمل تھا مگر اب فضول خرچیوں کی ہوڑ نے اسے بھی فرد اور قبیلے کیلئے مشکل ترین مسئلہ بنا دیا ہے۔ انہی میں سے ایک شدید مطالبہ جہیز کی لعنت بھی ہے۔ ان غیر اسلامی رسوم نے واقعی مسلم معاشرہ کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا ہے، محبتوں کی زمین پر اگنے والے ازدواجی رشتے دیکھتے ہی دیکھتے نفرتوں کی آگ میں جھلسنے لگتے ہیں پھر اس عذاب مسلسل سے نجات پانے کے لئے کبھی طلاق کا سہارا لیا جاتا ہے اور کبھی کورٹ کا۔ دوسری طرف اسلام دشمن عناصر مسلم پرسنل لا کی مضحکہ خیزی کر کے یکساں سول کوڈ کی دہائی دینے لگتے ہیں بلکہ ہماری ناعاقبت اندیشی کے نتیجے میں اب ہندوستانی عدلیہ بھی مسلم پرسنل لا میں مسلسل مداخلت کر رہی ہے۔ اس پس منظر اور پیش منظر میں شدید ضرورت تھی کہ مسئلہ طلاق کا معروضی جائزہ لیا جائے اور اسلامی نقطہ نظر کی بھرپور وضاحت کے ساتھ اعتراضات وشبہات کا ازالہ کیا جائے۔

قابل مبارکباد ہیں نوجوان فاضل اشرفیہ مولانا محمد صابر رضا رہبر مصباحی، جنہوں نے اس حساس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیا اور عصری تناظر میں طلاق کے موضوع پر وقیع مضامین کی دستاویز مرتب کی۔ رہبر مصباحی باضابطہ صحافی کی حیثیت سے روزنامہ ہندوستان ممبئی، روزنامہ راشٹریہ سہارا، ممبئی، روزنامہ ہمارا سماج، پٹنہ میں کام کر چکے ہیں، ابھی

Marfat.com

روز نامہ انقلاب پٹنہ سے وابستہ ہیں۔مختلف موضوعات پر تصانیف وتالیفات کی تعداد عشرہ کاملہ ہے ،جبکہ عصر حاضر کے دینی، سیاسی اور سماجی مسائل پر نگارشات بھی کثیر ہیں ،اخبارات و رسائل میں اپنی انفرادیت کے ساتھ برابر دیکھے جاتے ہیں ۔ دینی وادبی سیمناروں اور کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے رہتے ہیں ۔موصوف نے اس چھوٹی سی عمر میں سخت قلمی اور صحافتی تجربات کیے ہیں۔قلم کے میدان میں نت نئی راہوں کی تلاش اب ان کی عادت سی بن گئی ہے۔

عصر حاضر کے تناظر میں ''اسلام کا نظام طلاق'' بھی ان کی عصری حیثیت کی دریافت ہے۔ پیش نظر کتاب میں مصوف نے مختلف جہتوں سے مختلف اوقات میں مختلف قلم کاروں کی تحریروں کو بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ معاشرے کی ضرورت، موضوع کی انفرادیت اور مواد کی کثرت کتاب کو قارئین کے ہر طبقے میں پرزور مقبولیت عطا کرے گی۔

اللہ تعالی مرتب کے نامہ اعمال میں جزائے حسن، عمر میں درازی اور اقبال میں بلندی عطا فرمائے۔آمین

امیر القلم حضرت مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی

ایڈیٹر سہ ماہی الکوثر سہسرام

اسلام مخالف قوتوں نے اسلامی نظام زندگی پر جس منصوبہ بند انداز میں شب خون مارنے کا سلسلہ بنا رکھا ہے اس تناظر میں ضروری ہے کہ اسلامی نظام زندگی کی مصلحتوں ،حکمتوں اور خوبیوں پر سیر حاصل گفتگو کی جائے اور وقت کی کوکھ سے جنم لینے والے سوالات کے معقول جواب دیے جائیں ۔ ہندوستان میں شاہ بانو کیس کے معاملے میں اسلام کے نظام طلاق پر خوب ہرزہ سرائیاں کی گئیں اور موقع بہ موقع اس حوالے سے ناواقفیت پر مبنی تحریریں آتی رہیں۔

مولانا صابر رضا رہبر مصباحی جماعت اہل سنت کے ابھرتے ہوئے قلم کاروں میں

Marfat.com

سے ہیں۔ نئی نسل کے نمائندہ قلم کار ہونے کے سبب حوصلے تازہ دم ہیں اور مثبت جہتوں میں کام کرنے کی دھن ہے۔ صاحب طرز انشاء پرداز ہیں، ملکی صحافت کے بین السطور پر نظر رکھنے والے ایک ایسے ہی صاحب بصیرت قلم کار و صحافی نے ''اسلام کے نظام طلاق'' پر بیش قیمت مگر منتشر تحریروں کو اپنی ترتیب و تہذیب سے سجا و سنوار کر کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے یقیناً قیمتی ہوگی۔

طلاق کا غیر شرعی سسٹم جو ہمارے سماج میں راج ہے اس نے بھی اسلام مخالف عناصر کو مواد فراہم کرنے میں خاصا کردار نبھایا ہے۔ دارالافتاء میں طلاق کے حوالے سے جو سوالات آتے ہیں ان سے اس بات کا بخوبی احساس ہوتا ہے کہ قوم مسلم علی العموم مسائل طلاق سے ناواقفی کی شکار ہے۔ تین طلاق سے کم پر یہ سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار رہی نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس گوشے پر لوگوں کو صحیح اسلامی معلومات فراہم کرائی جائے، دینی و مذہبی جلسوں میں اس موضوع پہ خطباء سے تقریریں کرائی جائیں، ائمہ مساجد عوام کے سامنے طلاق کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت فرمائیں تا کہ قوم مسلم طلاق کے غیر شرعی استعمال سے باز آئیں۔

حضرت مولانا رہبر مصباحی کی یہ کوشش تفہیم طلاق کی خوبصورت کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو ثمر بار فرمائے۔ آمین

عزت مآب جناب فراز آرزو صاحب

چیف ایڈیٹر روزنامہ ہندوستان، ممبئی

محمد صابر رضا رہبر مصباحی نئی نسل کے ابھرتے کالم نگار اور دور اندیش صحافی ہیں، انہوں نے اپنی انتھک کوششوں اور فکر انگیز تحریروں کے سبب بہت کم عرصہ میں صحافت کی دنیا میں اپنی مضبوط شناخت بنائی ہے۔ صابر رہبر اور رہبر مصباحی کے قلمی نام سے ان کی

Marfat.com

نگارشات ملک کے اخبارات وجرائد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ملک کے مشہور روز ناموں میں کام کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں، فی الحال وہ روز نامہ سنگم پٹنہ کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر ہیں۔وہ ہمیشہ امت مسلمہ کو درپیش اسلامی، سماجی اور سیاسی مسائل کے اسباب وعلاج پر خامہ فرسائی کرتے ہیں، حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر ہے، وہ یو این آئی اور آئی این ایس سے منسلک ہونے کے ساتھ متعدد کتابوں کے مصنف ومولف ہیں۔ان کے یہاں مایوسی اور احساس کمتری کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ وہ ہر آن اپنے حوصلے کو تازہ دم کرنے کے ہنر سے واقف ہیں۔

زیر نظر کتاب ''اسلام کا نظام طلاق'' دین اسلام کے نظریہ اسلام طلاق پر مشتمل ہے جس میں اس مسئلہ پر متنوع جہتوں سے گفتگو کی گئی ہے، انہوں نے اس موضوع پر بکھرے مگر قیمتی تحریروں کو جدید ترتیب وتہذیب کے ساتھ کتاب کا لبادہ اڑھایا ہے۔گوکہ مسلمانوں میں طلاق کی شرح غیر مسلموں کے مقابلے کم ہیں لیکن اس کو بنیاد بنا کر اکثر اسلام پر حملے کیے جاتے رہے ہیں اسی لئے مسئلے کو صحیح تناظر میں پیش کرنا ایک قابل تحسین اقدام ہے، اس کیلئے ہمارے عزیز جناب صابر رضا رہبر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عزت مآب شکیل رشید صاحب

ایڈیٹر روز نامہ ممبئی اردو نیوز، ممبئی

زیر نظر کتاب ''اسلام کا نظام طلاق'' عصر حاضر کے ایک سلگتے ہوئے موضوع پر مختلف قلم کاروں کے مضامین کا مجموعہ ہے۔میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور یہ محسوس کیا کہ یہ کتاب ہمارے سماج کی ضرورت ہے کیوں کہ آج مسلمان اسلام کے قانون طلاق سے کم علمی کے باعث جس طرح سے اس کا غلط استعمال کر رہے ہیں اس سے غیروں کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع فراہم ہوا ہے حالانکہ طلاق سے اسلام کا مقصد معاشرے کو کشیدگی وتباہی سے بچانا ہے۔سماج میں جاری طلاق کے غلط استعمال کے سبب اگر غیر اسلام کے قانون پر انگلی اٹھائے تو کچھ تعجب نہیں مگر افسوس اس وقت ہوتا ہے جب خود کو مسلمان کہلانے والے ہی ان کے بے ہنگم سر میں سر ملانے کی

Marfat.com

کوشش کرتے ہیں خصوصاً آج کا روشن خیال طبقہ..........

صابر رہبر صاحب نے اپنی اس تالیف کے ذریعہ بڑی مدلل جواب فراہم کر دیا ہے امید ہے کہ اگر ایسے لوگ سنجیدگی و تدبر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان کے ذہن کے بند دریچے کھل جائیں گے۔ میرے خیال میں اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں عوام تک پہنچایا جائے اس لئے کہ طلاق ایک ایسا موضوع جسے بہت متنازعہ بنا دیا گیا ہے تا کہ عوام اس تعلق سے صحیح رہنمائی حاصل کر سکیں۔

رہبر صاحب کالم نگار اور بہترین صحافی ہیں وقت کے سلگتے اسلامی، سماجی اور سیاسی حالات پر خامہ فرسائی کرنا اُن کی عادت ہے۔ اس سے قبل بھی ان کی متعدد کتابیں شائع ہو کر قارئین سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب بھی قارئین کی جھرمٹ میں بہ نظر تحسین دیکھی جائے گی۔

ڈاکٹر افضل مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر ساگر سینٹرل یونیورسٹی (ایم پی)

مولانا رہبر مصباحی کی یہ تالیف معاشرے میں جاری طلاق کے غلط استعمال پر قدغن کا کام کرے گی، انہوں نے جو یہ جدوجہد کیے ہیں ان کی کاوش کو اس حیثیت سے سراہا جانا چاہئے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ سماج میں طلاق کے غلط استعمال پر لوگ کاربند ہوں۔ سچائی تو یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کی گنجائش صرف اور صرف اس لئے رکھی ہے کہ معاشرے میں بہت ہی زیادہ کشمکش اور کشیدگی کا ماحول پیدا نہ ہو، اسی لئے ابغض المباح کے طور پر اس کی اجازت دی گئی ہے اور اس کے لئے رہنما خطوط متعین کر دیے گئے ہیں لیکن آج جس طرح مسلمان کم علمی کے باعث اس کا استعمال کر رہے ہیں یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے۔

رہبر مصباحی نے جس نہج پر سوچا ہے اور اس میں مختلف قلم کاروں کی تحریروں کو سجا، سنوار کر ایک گلدستہ تیار کیا ہے یہ ان کے سماج سے گہرے روابط کا پتہ دیتا ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ مولانا رہبر مصباحی کی یہ تالیف معاشرے میں پھیلے اس طرح کی روایات کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ ہندی زبان میں بھی اگر اس کا ترجمہ کر کے عام مسلمانوں تک پہنچایا جائے تو اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مولانا تاج محمد خان ازہری
فارنر اسٹوڈینس افیرس آفیسر، دہلی

الحمد للہ رب العالمین. و الصلاۃ و السلام علی رسولہ الھادی الامین. و علی آلہ و صحبہ اجمعین. اما بعد!

اسلام دین فطرت ہے، اسی لیے رب تبارک وتعالی نے اپنے بندوں کے لیے جہاں نکاح کو اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی سنت ہونے کا اعزاز اور شرف بخشا ہے، وہیں یہ بھی اجازت مرحمت فرمادی ہے کہ اگر نکاح کے بعد زوجین کا آپس میں نباہ نہ ہو سکے اور ایک دوسرے سے الگ ہونا ہی چاہتے ہیں، بایں صورت شوہر طلاق دیکر بیوی سے چھٹکارہ حاصل کرلے اور بیوی خلع کے ذریعہ خاوند سے نجات حاصل کرلے۔ اسلام عدل و مساوات کا علمبردار ہے اسی لیے تقریبا ہر معاملے میں اس نے زن وشوہر کو یکساں حقوق عطا فرمائے ہیں، لہٰذا جو لوگ اسلام پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اس نے طلاق کے معاملے میں صنف لطیف یعنی عورت کو طلاق کا اختیار نہ دے کر عورتوں پر ظلم کیا ہے، وہ لوگ صرف شریعت اسلامیہ سے ہی نہیں بلکہ فطرت نسواں سے بھی کما حقہ واقف نہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ پہلے عورتوں کی نفسیات نیز اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کریں، بعدہ انہیں جواب ازخود مل جائے گا۔

طلاق درحقیقت شریعت اسلامیہ کا ایک بہت ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے، جس پر محب گرامی مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب قبلہ نے تدوینی قلم اٹھایا ہے، اس کارِ عظیم کے لیے یقیناوہ ہم سب کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں، اس لیے کہ دور حاضر میں اس

Marfat.com

بات کی شدید ضرورت تھی کہ طلاق کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکا جائے، چونکہ عصر حاضر میں اتنی معمولی معمولی باتوں پر لوگ طلاق دے بیٹھتے ہیں کہ ایک سنجیدہ شخص اتنی چھوٹی بات پر طلاق کا وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا ہے، چونکہ شارع علیہ السلام نے طلاق کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

ان من 'بغض الحلال الی اللہ الطلاق، بے شک حلال اور مباح اشیاء میں اللہ تبارک وتعالی کے نزدیک سب بری چیز طلاق ہے۔

دوسری حدیث پاک جو مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے، آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز منہ العرش، یعنی نکاح کرو، اور بغیر حاجت کے طلاق مت دو، اس لیے کہ بلا ضرورت طلاق دینے سے عرش الہی لرز اٹھتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ طلاق دینا اگرچہ اسلام میں مباح اور جائز ہے مگر اس کے لیے شریعت مطہرہ نے بہت سی شروط و قیود (Conditions) مقرر کی ہیں، جن پر صحیح معنوں میں اگر انسان عمل کرے تو وقوع طلاق معدوم تو نہیں ہوگا مگر شاذ ونادر ضرور ہوجائے گا۔

بلا حاجت وضرورت وقوع طلاق کے مجرم صرف شوہر ہی نہیں بلکہ ایک سروے کے مطابق آج جو اتنی کثرت سے طلاق واقع ہورہے ہیں، ان میں سے بیشتر طلاق کی وجہ اور ذمہ دار خود ناعاقبت اندیش بنات حوا ہیں، اس لیے کہ شوہر کے ساتھ ذرا ذرا سی نااتفاقی پر انجام کی پرواہ کیے بغیر شوہر سے ناگفتہ بہ انداز واسلوب میں طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں، اور شیطان تو ایسی ہی سنہری موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے، جیسے ہی بیوی نے طلاق کا مطالبہ کیا حضرت شوہر کو شیطان نے بھڑکایا، گوکہ جناب مالک تو صرف تین ہی طلاق کے تھے مگر آن واحد میں ایک، دو نہیں بلکہ درجنوں طلاق دے ڈالیں، جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسی عورتوں کے بابت احادیث پاک میں اتنی سخت وعید فرمائی ہے کہ پڑھنے کے بعد اہل ایمان کے دل دہل جاتے ہیں اور خوف الہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہوجاتا ہے۔ حدیث

Marfat.com

پاک ہے:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ ایما امراۃ سالت زوجھا الطلاق من غیر ما اس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ وعن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال تسال امراۃ زوجھا الطلاق فی غیر کنھہ فتجد ریح الجنۃ وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ اربعین عاما

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت نے بغیر کسی وجہ اور سبب کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو عورت بغیر کسی وجہ اور سبب کے اپنے شوہر سے طلاق طلب کرے اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی، جبکہ جنت کی پاکیزہ خوشبو چالیس سال کی مسافت کے بعد (Distance) سے محسوس کی جائے گی۔

مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب کی طرح دیگر قلم کاروں کو بھی اس جانب توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلاق جیسے اہم مسئلے کا بنیادی علم عوام تک زیادہ سے زیادہ پہنچ سکے اور لوگوں کو مسائل طلاق کے تعلق سے اتنی واقفیت ضرور ہو جائے کہ اگر طلاق دینا ناگزیر ہی ہو گیا ہے تو کن حالات میں طلاق دینا چاہئے اور کن حالات میں طلاق دینے سے شریعت اسلامیہ نے منع کیا ہے؟ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں، کن صورتوں میں اور کتنی مرتبہ طلاق دینے کے بعد شوہر کو رجوع کا اختیار ہوتا ہے اور کتنی بار طلاق دینے کے بعد خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا ہے؟ معلوم ہو جائے۔

مثلاً شریعت مطہرہ نے حالت حیض میں طلاق دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ماہواری کے ایام میں طلاق دے دیا تھا، جب اس کی خبر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابن عمر سے کہو کہ ابھی رجوع کر لیں اور حیض سے فراغت کے بعد چاہیں تو پھر سے طلاق دے سکتے ہیں۔ یونہی طلاق رجعی دینے کی صورت میں شوہر کو عدت کے اندر ہی رجوع کا اختیار ہوتا ہے، جبکہ طلاق بائن واقع

Marfat.com

ہو جانے کے بعد شوہر کو حق رجوع حاصل نہیں رہتا ہے۔

طلاق سے متعلق اس قسم کی چھوٹی چھوٹی اور بنیادی باتیں عوام تک پہنچنا تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب اور ان جیسے ملت اسلامیہ کے دیگر نوجوان علماء کی ایک ٹیم اس ذمہ داری کو عملی طور پر محسوس کرتے ہوئے اسلامی لٹریچر کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس تک پہنچائے، اور دور حاضر کا تقاضہ ہم سے اس بات کا متقاضی ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اسلامی لیٹریچر کو صرف اور صرف اردو زبان تک ہی نہیں بلکہ دوسری کثیر الاستعمال زبانوں میں بھی لوگوں کے مابین پیش کیا جائے۔

یہ کتاب عوام وخواص دونوں کے لیے کافی نفع بخش ہے، اور طلاق کے موضوع پر بعض قلمکاروں نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ منتخب مضامین کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت میں چار چاند لگ گئے ہیں، اور یہ کتاب مزید دلچسپ ہوگئی ہے، چونکہ پڑھنے والا ہر مضمون میں الگ الگ ذائقہ محسوس کرتا ہے، جس کی بنیاد پر کتاب کو پڑھنے کے دوران طبیعت میں اکتاہٹ اور بے چینی کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

جناب باری تعالی میں دست بدعا ہوں کہ مولائے قدیر اس کتاب کے مرتب مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب کے اس کار عظیم کو اپنی بارگاہ عالی جاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مرتب کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے، انہیں علم دین کی مزید خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

تاج محمد خان ازہری

صدر الھلال ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی نئی دہلی

■ ■ ■

Marfat.com

اپنی بات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

رب ذوالجلال کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ اس نے صاحب لولاک سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل مجھے یہ توفیق بخشی کہ میں لوح وقلم کے ذریعہ دین متین کی خدمت کرسکوں اور صدقے جاؤں قطب ربانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی بے انتہا کرم نوازی پر کہ آج جو کچھ میں کر پارہا ہوں یہ انہیں کا فیض وکرم ہے ورنہ میں کہاں اور کہاں یہ لوح وقلم کی پر خار وادیاں........

عجب کرم شہ والا تبار کرتے ہیں
کہ نا امیدوں کو امیدوار کرتے ہیں

مذہب اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کو بہتر زندگی جینے کیلئے مضبوط اور موثر اصول عطا کیا ہے جو افراط وتفریط سے مبرہ ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کیلئے آسانیاں پیدا کرتا ہے، سختیاں پیدا کرکے اسے پریشانی میں مبتلا نہیں کرتا۔ اسی لئے اس نے جو بھی نظریہ پیش کیا وہ ٹھوس بنیاد پر مبنی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے اس پر عملی زندگی گزار کر آنے والوں کے لئے نمونہ پیش کردیا۔ آج سماجی زندگی میں جو مسائل پیدا ہورہے ہیں اس کی وجہ اسلام کے اصول حیات سے انحراف اور مغربی تہذیب سے محبت ہے۔ کیوں کہ مسائل تب جنم لیتے ہیں جب ہم اسے اسلامی اصول سے ہٹ کر سلجھانے کی سعی کرتے ہیں جس میں ایک طرف جہاں ہماری زندگی میں مزید مسائل پیدا ہوجاتے ہیں وہیں دوسری جانب اسلام کے اصول حیات پر غیروں کو انگلی اٹھانے کا موقع بھی ہاتھ لگ جاتا ہے

آج پوری دنیا میں اسلام کے خلاف ایک جنگ جاری ہے۔ کبھی قرآن کریم پر حملہ کیا جاتا ہے اور اس میں تحریف کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کبھی اسلام کے آفاقی پیغام کا رشتہ تشدد سے جوڑ کر اسے

Marfat.com

بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کبھی آزادی نسواں کے دل فریب نعروں سے لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کی سازش رچی جاتی ہے تو کبھی اس کے نظام نکاح وطلاق پر سوالیہ نشان لگایا جاتا ہے۔ حالاں کہ ایسے افراد جب خود اسلام کے اصول پر غیر جانبدارانہ طور پر غور وفکر کرتے ہیں تو دل سے اس کی حقانیت کا اقرار کر بیٹھتے ہیں مگر برا ہو تعصب وعناد کا کہ وہ دل سے اسلام کی عظمت کا معترف ہونے کے بعد بھی اس کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔مغربی میڈیا نے اسلام کے جن اصولوں پر جی بھر کر اپنے دل کی بھراس نکال کر اسے تشدد پسند مذہب کے طور پر متعارف کرانے کی سعی ہے۔ان میں سے ایک اسلام کا نظام طلاق بھی ہے۔

یہ سچ ہے کہ طلاق دو دلوں کو جوڑنے کا نہیں توڑنے کا ذریعہ ہے مگر اس میں بھی حیات انسانی کیلئے انمول خزانے چھپے ہوئے ہیں؛ازدواجی زندگی میں بہت سے یہ ایسے موڑ آتے ہیں جہاں طلاق کی ضرورت پیش آتی ہے اس سے کسی بھی انسانی معاشرے کا فرد انکار نہیں کرسکتا لیکن اسلام نے اگر اس کیلئے ایک اصول وضابطہ متعین کردیا تو بھلا اس میں برائی کیا ہے۔اگر آپ کو جب جی میں آئے اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور جب جی میں آئے شادی رچالیں ،نہ کسی ضابطے کا پابند ہوں نہ ہی کسی اصول پر کاربند تو یہ بہت بھلی بات ٹھہری!

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشیں کرلینی چاہئے کہ طلاق اسلام کا ایک اصول ہے جسے ناگزیر حالات میں اپنایا جاسکتا ہے۔طلاق خود اسلام کے نزدیک بھی ایک غیر پسندیدہ عمل ہے لیکن اگر سماجی زندگی سے طلاق کا اصول نکال دیا جائے تو سماج لاینحل پریشانیوں میں گھرتا چلا جائے گا۔

مغربی دنیا جس آزادی کے نعرے بلند کررہی ہے آج ان دل فریب نعروں کی گونج میں انسانیت کی آواز دبتی جارہی ہے۔نکاح وطلاق کی حیثیت ان کے یہاں فقط ایک کھیل کی سی رہ گئی ہے اور مادیت پرستی کو ہی سب کچھ تصور کیا جارہا ہے حالاں کہ وہاں حرامی بچوں کی کثرت نے انتظامیہ اور حساس افراد کے ہوش ٹھکانے لگادیے ہیں،اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔

اسلام کے نظام طلاق کے تعلق سے لوگوں میں جو غلط فہمیاں راہ پاگئی ہیں ان کی متعدد شکلیں ہیں۔ہم نے اس کتاب میں مختلف ابواب کے ضمن میں اسے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جب کتابت مکمل ہوگئی تو ایک بار پروف میں نے خود پڑھا۔ دوسری پروف ریڈنگ کیلئے میں نے اپنے چند دوستوں کو بذریعہ ای میل کتاب روانہ کردیا چونکہ پروف کرتے وقت ان لوگوں کے سامنے اصل مسودہ نہیں تھا، اس لئے بعض جگہ انہوں نے اپنی صواب دید کے مطابق تصحیح کردی ہیں ممکن ہے کہ لفظوں کے پھیر بدل میں فرق آگیا ہو، اس لئے لفظا کوئی خامی نظر آئے تو اسے درگزر فرمائیں، ہاں اس سے معانی ومطالب پر اگر حرف آتا ہو تو پھر آپ کو اختیار ہے۔

آخر میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ، فخر صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب، امیر القلم مولانا ملک الظفر سہسرامی، (ایڈیٹر سہ ماہی الکوثر) عزت مآب سرفراز احمد آرزو صاحب (ایڈیٹر روزنامہ ہندوستان، ممبئی) ڈاکٹر افضل مصباحی صاحب (اسسٹنٹ پروفیسر ساگر سینٹرل یونیورسٹی مدھیہ پردیش)، جناب شکیل رشید صاحب (ایڈیٹر روزنامہ ممبئی اردو نیوز، ممبئی) اور مولانا تاج محمد ازہری صاحب (فارن اسٹوڈینس افیرس آفیسر، دہلی) کا جنہوں نے اپنی قیمتی تحریروں سے اس کتاب کو اعتبار بخشا پھر جملہ معاونین بالخصوص ماسٹر محمد شمس الدین قادری اور حافظ محمد شمس الحق رضوی صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی طریقے سے، ہماری مدد کی ہے۔

قارئین کرام آپ سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ اگر کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو برائے کرم کتاب کی حیثیت کو مجروح کرنے کے بجائے ہمیں اطلاع کریں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ ہم اس کی تصحیح کریں گے اور ہاں! کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اگر کوئی بات آپ کے دل کو چھو جائے تو برائے کرم احقر کو اپنی نیک دعاؤں میں شامل کرنا نہ بھولیں، نوازش ہوگی۔

اس کتاب کو آپ تک پہنچاتے ہوئے دل میں مسرت کا ناقابل بیان.... بندھا ہوا ہے۔ اگرچہ مجھے اس کی تربیت وتہذیب میں مختلف جہتوں سے حوصلہ شکن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتاب پوری تیار ہونے کے بعد پریس جانے کے لیے تیار تھی، اسی دوران طباعت کا وعدہ کرنے والے کرم فرما خاموش ہوگئے اور اس طرح ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک طویل عرصہ بعد ڈاکٹر جہانگیر حسن سعیدی نے یہ دل خراش خبر سنائی کہ کتاب دولت مشترکہ گیمز کی نذر ہو چکی ہے چوں کہ کتاب کا کمپوز شدہ سارا مواد جہانگیر حسن صاحب کے سپرد کردیا تھا، وہ اس وقت جامعہ ملیہ اسلامیہ میں

Marfat.com

تھے، دولت مشترکہ گیمز میں آئے مہمانوں کے لیے جامعہ ملیہ کا ہاسٹل خالی کرایا گیا تھا، اس وقت وہ دہلی سے باہر تھے، اس لیے انتظامیہ نے ان کا سامان جامعہ کے گودام میں ڈال دیا، بعدہ انہیں اپنے سامان سے محروم ہونا پڑا۔ وجہ چوں کہ معقول تھی اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے اس کی گمشدگی پر یقین کرنا پڑا۔ مولانا شوکت علی سعیدی سے رابطہ کیا کہ شاید ان کے کمپیوٹر میں فائل محفوظ ہو، لیکن ان کے یہاں سے مایوسی ملی کیوں کہ کئی بار اُن کا کمپیوٹر فارمیٹ کے عمل سے گزر چکا تھا۔

میں نے پھر کمر کسی اور قلم کاروں سے حادثہ کا ذکر کرتے ہوئے دوبارہ مضمون عطا کرنے کی گزارش کی جس میں اکثر نے مایوسی سے بچایا۔ کچھ نئے مضامین بھی حاصل ہو گئے۔ اس طرح یہ کتاب دوبارہ کئی ماہ کی جدوجہد کے بعد تیار ہو گئی۔ ہاں! بہت سارے ان مضامین کی حصولیابی میں ناکام رہا جو اس سے قبل کتاب کا حصہ بن چکے تھے ورنہ اس کی ضخامت میں بہت اضافہ ہوتا۔ بہر حال جو کچھ مل سکا، میں اسے ایک گلدستے کی شکل دے کر قارئین تک پہنچا رہا ہوں اور مقام شکر ہے کہ کتاب غیر معمولی تاخیر سے ہی سہی تیار تو گئی۔

اس کتاب کی تیاری میں مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنز الایمان دہلی اور مولانا قطب الدین مصباحی دربھنگہ کا اہم کردار ہے۔

محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ نے سرسری نظر ثانی فرما کر کتاب کو سند اعتبار بخشا، اس کے لیے ہم استاذ گرامی کے بے حد شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے ہم سب کو صحت وسلامتی کے ساتھ دین وسنیت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکپائے مرشد

محمد صابر رضا رہبر مصباحی

سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ، انڈیا

مستقل رابطہ کا پتہ:

جسن پور بسبٹہ، سیتامڑہی، بہار 843315

94707 38111 rahbarmisbahi@gmail.com

Marfat.com

باب اوّل

احکام و مسائل

Marfat.com

طلاق کے احکام و مسائل

■ علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا ہے: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً

ترجمہ: اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے کہ تم ان سے مل کر چین پاؤ۔ اور تمہارے درمیان دوستی و مہر رکھی۔

اس آیت کریمہ میں اسلام کے خانگی نظام زندگی اور اہل و عیال کے ساتھ گذر بسر کے لئے چند باتیں بطور اصل کے بیان فرمائی گئی ہیں۔

1۔ مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویاں، تمہاری ہی ہم جنس مخلوق ہیں انسانیت میں تمہاری ہی طرح ہیں۔ تمہاری طرح ان کی بھی کچھ خواہشیں کچھ جذبات اور کچھ احساسات ہیں۔ ان کی حیثیت لونڈی باندیوں کی نہیں۔

2۔ عورتوں کی پیدائش کا منشا یہ ہے کہ وہ مردوں کے لئے راحتِ قلبی اور تسکین روحانی کا سرمایہ اور دلی سکون کا باعث ہوں۔

3۔ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر سکون واطمینان حاصل کریں۔

4۔ مرد عورت کے تعلقات کی بنیاد، باہمی محبت واخلاص اور ہمدردی پر ہونی چاہئے۔ ان کے اندر دوطرفہ ایسی کشش وجذب اور میلان ہونا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد و غم خوار اور رنج وراحت میں شریک رہیں اور زندگی کی منجدھار میں اپنی کشتی ایک ساتھ کھینچتے رہیں۔

5۔ مرد عورت میں ایک دوسرے کے لئے وہ مطالبہ، وہ پیاس اور اضطراب کی وہ

Marfat.com

کیفیت پائی جاتی ہے کہ انہیں حقیقی سکون میسر نہیں آسکتا جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑ کر اور باہم شیر وشکر ہو کر نہ رہیں۔

الغرض قرآن کریم نے اس باب میں سخت تاکید کی ہے کہ وہ عہد و پیمان بیوی اور شوہر کے درمیان شرعی طور پر وجود میں آئے ہیں حتیٰ الامکان قایم رکھے اور مقدور بھر انہیں ٹوٹنے نہ دیا جائے لیکن دو طرفہ تعلقات میں جب ہمدردی و غم خواری باقی نہ رہے۔ محبت و اخلاص ناپید ہو جائے۔ وہ ایک دوسرے کیلئے راحت و تسکین کا سرمایہ نہ بن سکیں۔ حقوق زوجیت تلف ہونے لگیں غرض نبھاؤ مشکل ہو جائے اور دفع شر کے لئے علیحدگی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ نے علیحدگی وجدائی کے لئے بھی ایک نظام، ایک قانون دیا جسے عرف شریعت میں ''طلاق'' کہا جاتا ہے۔

طلاق کے لفظی معنی چھوڑ دینے کے ہیں اور شریعت نے اسے ایک خاص چھوڑنے کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی وہ افتراق یا جدائی بیوی شوہر کے درمیان واقع ہو، یا یوں کہہ لیں کہ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے، اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں ۔

شریعت میں طلاق مباح ہے مگر ابغض المباحات یعنی تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ۔ اسی لئے شریعت نے اس نظام پر بھی چند پابندیاں عائد کر دی ہیں جن کی وجہ سے طلاق کی اجازت کا استعمال محض وقتی اور ہنگامی اثرات کا نتیجہ نہ ہو۔

طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کے لئے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے کسی حصہ جسم میں زہریلا مادہ پیدا ہو جانے کے باعث اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عضو کا کاٹنا بہرحال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

طلاق دینے والے کو شریعت مطہرہ سمجھاتی ہے کہ اب وہ ایک ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ بھی ہے اور مبغوض بھی۔ لہٰذا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ صرف یہی ایک صورت، مرد کی بقاء وصحت اور حفاظت عزت وایمان کی رہ گئی ہے

Marfat.com

اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن کریم نے اس کے لئے چند تفصیلی احکام دیے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ): اگر وہ عورتیں تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ اس میں ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو اور اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر عورت میں کوئی ایسا نقص موجود ہو جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے تو بھی یہ مناسب نہیں کہ شوہر فوراً دل برداشتہ ہو کر اُسے چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں بہت سی خوبیوں پر خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو ازدواجی زندگی اور انسانی ہستی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ اگر اس کی بیوی میں برائیوں کے مقابلے میں خوبیاں کہیں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات پسندیدہ نہیں کہ آدمی ازدواجی تعلق کو منقطع کرنے میں جلد بازی سے کام لے۔ طلاق بالکل آخری چارہ کار ہے جس کو بدرجہ مجبوری کام میں لانا چاہیے۔

2۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے ترجمہ: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔

یعنی ایک عورت اگر اپنے سے اپنے شوہر کو پھرا ہوا دیکھے کہ اس سے علیٰحدہ رہتا ہے یا کھانے پینے کو نہیں دیتا یا نان نفقہ میں کمی کرتا ہے۔ یا مارتا یا بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس سے دور دور رہتا ہے تو طلاق وجدائی اختیار کرنے سے یہ بات کہیں بہتر ہے کہ عورت اپنے حقوق کا کچھ حصہ، شوہر پر معاف کردے۔ اسے خوش کرنے کے لئے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ مثلاً اپنا مہر معاف کردے یا اُس میں کمی کردے۔ اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دیدے۔ اپنے مصارف کا بوجھ ہلکا کردے اور اس طرح باہمی مصالحت اور میل ملاپ کے بعد عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گذار چکی ہے۔

ازدواجی تعلقات میں تلخی دور کرنے کے لئے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے شریعت مطہرہ نے عورت کے اختیار اور تصرف میں دیا۔

3۔ بیویاں اگر ناشائستہ، نافرمان اور حقوق شوہر سے لاپرواہ ہوں جس کے باعث پر

Marfat.com

مسرت ازدواجی زندگی کی بجائے آپس میں تصادم اور دھینگا مستی شروع ہو جائے تو ایسی صورت میں اصلاح احوال کے لئے قرآن کریم نے مردوں کو تین تدبیریں بتائی ہیں:۔

1۔ فَعِظُوْهُنَّ۔ انہیں سمجھاؤ اور بتاؤ کہ شوہر کی نافرمانی اور اس کی اطاعت نہ کرنے اور اس کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے نتیجے دنیا و آخرت دونوں میں خسران اور وبال کے سوا کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لینا کوئی دانش مندی کی بات نہیں۔ اگر عورت شریف طینت ہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اس میں بھی شوہر کو یہ تعلیم ہے کہ فوراً غصہ میں آکر کوئی کاروائی نہ کرے۔

2۔ اب بھی اگر اصلاح نہ ہو تو سزا کی دوسری منزل یہ ہے:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔ مرد کچھ عرصہ کے لئے عورت سے بات چیت ترک کر دے۔ انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دیں اور تعلقات ہمبستری منقطع کرلیں۔

3۔ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو اور عورت اپنی سرکشی و نافرمانی پر قائم رہے جیسا کہ بعض طبقوں میں دیکھا جاتا ہے تو اب تیسرا اعلاج یہ ہے: واضربوھن۔ تادیب کے طور پر ہلکی سی مار ماری جائے۔ ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان ہو جائے۔ عورت کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو معمولی مار سے راہِ راست پر آجاتی ہے تاہم بعض بدخصلت عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کسی تدبیر سے درست ہی نہ ہوں اور اپنی سرکشی و نافرمانی میں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو اب شریک زندگی سے نبھاؤ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس ہر روز کی چیخ و پکار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر گھر رسوائی ہوتی ہے اور مرد عورت دونوں کے لئے یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے ۔ ایسی حالت میں شریعت مطہرہ پھر دونوں کو ایک اور موقعہ دیتی ہے اور وہ یہ ہے:

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔ یعنی جہاں میاں بیوی میں ناموافقت اور ایسی کشمکش پیدا ہو جائے جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں تو دو ثالث مقرر کیے جائیں تاکہ نزاع سے انقطاع (علیحدگی) تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے گھر کی گھر میں کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے۔ میاں بیوی میں نزاع ہونے میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاق طلاق ہو جائے یا کسی اور ایسی ہی کاروائی کی نوبت آجائے بلکہ پہلے یہ کوششیں مصالحت و مفاہمت کی کرلی جائیں۔

Marfat.com

رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جانی چاہیے اور اس مصالحت و مفاہمت کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اختلاف کے اسباب کی چھان بین کریں پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ اسلام کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خانگی الجھنوں اور میاں بیوی کے مابین مناقشوں کا علم ہونے کے باوجود ان کے خاندان کے بااثر بارسوخ اور باوقار افراد، دامن سمیٹ کر الگ تھلگ ہو جائیں جیسے کہ ان کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اس خانگی نزاع کو یہ لوگ اپنا ہی معاملہ سمجھیں اور اپنی کوشش میں کوئی کمی نہ کریں بلکہ زوجین اگر اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود کسی کو منتخب نہ کریں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اپنے خاندانوں کے وقار کی خاطر مداخلت کریں اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مناسب فیصلہ دیں، ماننا نہ ماننا اُن دونوں کے اختیار میں ہے۔

اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور اصلاح احوال کی تمام تدبیریں رائیگاں جائیں اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو تو اب شوہر کو اجازت ہے کہ اُسے طلاق دے دے۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو بے حساب و کتاب طلاق دینے کا مجاز تھا۔ جس عورت سے اس کا شوہر بگڑ جاتا، وہ اس کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا تاکہ وہ غریب نہ تو اس کے ساتھ گزر بسر کر سکے اور نہ ہی اس سے آزاد ہو کر کسی اور سے نکاح کر سکے۔ قرآن مجید و حدیث شریف نے اس ظلم کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور طلاق کے باب میں شوہروں پر پابندیاں عائد کیں اور انہیں بتایا کہ اگر تم عورتوں کو طلاق دینے پر مجبور ہو جاؤ اور سوائے طلاق کے کوئی اور چارہ کار نہ رہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت اپنے ایام معمولہ (حیض) سے فارغ ہو تو حالتِ طہر میں ایک مرتبہ طلاق دی جائے اور اگر جھگڑا ایسے زمانہ میں ہوا ہو جبکہ عورت ایام ماہواری میں ہو تو شوہر کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب وہ ایام ماہواری سے فارغ ہو جائے۔ ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کے روک کے لئے ہے۔ اب پہلی طلاق کے بعد بھی عورت کے دل میں ندامت نہ ہو یا شوہر کے دل میں برداشت کی طاقت نہ ہو اور ایک ماہ گزرنے پر عورت دوسری بار حیض سے فارغ ہو جائے تو اب شوہر دوسرے مہینے میں

Marfat.com

دوسری طلاق دے سکتا ہے۔

اب پھر ایک مہینے کی لمبی میعاد اُن دونوں کے درمیان ہے۔ اس میعاد میں اگر جھوٹے غصے، بے جا بدگمانیاں اور فضول شکایتیں معدوم ہو چکیں اور دونوں میں پھر نبھاؤ کی خواہشیں بیدار ہو رہی ہیں تو شریعت مطہرہ، مرد کو رجعت کا حکم دیتی ہے اور اس رجعت کے آڑے آنے والی جھوٹی ناموریوں، خاندانی وجاہتوں، دنیاوی طعنوں اور دشنام طرازیوں کو کچل کر، دونوں کو پھر دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنے کی اجازت دیتی ہے بلکہ پہلی یا دوسری طلاق کی عدت بھی گزر جائے تب بھی دونوں کے لئے موقع باقی رہتا ہے کہ پھر باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں گویا اس آخری گنجائش سے فائدہ اٹھا کر طلاق واپس لے لی جائے اور تعلقات زوجیت از سرنو قائم کیے جائیں البتہ شریعت مطہرہ نے مردوں کو تنبیہ فرمائی کہ رجوع کرتے ہو تو اس نیت سے کہ اب حسنِ سلوک سے رہنا ہے ورنہ بہتر یہ ہے کہ شریفانہ طریقہ سے رخصت کر دو؛ زوجیت میں واپسی خانہ آبادی کے لئے ہونا چاہیے نہ کہ خانہ بربادی کے لئے۔

بہر حال اب ان دو طلاقوں کے بعد بھی ناخوشگوار تعلقات کا خاتمہ نہ ہو اور نفرت وضد کی بنیاد ایسی مضبوط ہے کہ مرد اب تک طلاق ہی پر تلا ہوا ہے ادھر عورت دوسری طلاق کے بعد ایام ماہواری سے فارغ ہو چکی ہے تو اب شریعت اسے بتلاتی ہے کہ دیکھ! یہ ہما تیرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے۔ چڑیا اڑ گئی تو کفِ افسوس ہی ملنا پڑے گا۔ خوب سمجھ لے لیکن مرد اپنی بات پر اڑا ہوا ہے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی اور معاہدہ شادی کو زندگی بھر کے لئے طوق لعنت بنانا گوارا نہیں کرتی۔ البتہ اس تیسری طلاق کے بعد، نہ تو شوہروں کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ اس کا ہی موقع رہتا ہے کہ دونوں کا پھر نکاح ہو سکے۔ اب حلالہ کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ لفظ طلاق چاہے تین مرتبہ ایک ایک مہینہ کے وقفہ سے کہے یا اکٹھے تین بار کہہ دے طلاق ہو جائے گی۔

معزز قارئین: مجھ کو ان مباحث کی تحریر کے دوران کئی بار یہ خیال آیا کہ ان بحثوں اور موشگافیوں سے عورت کو کیا واسطہ لیکن معاً اس خیال سے دل کو تسکین ملتی رہی کہ ماشاء اللہ ،قوم کی سمجھ دار بیٹیاں اور بہنیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور کم از کم وہ تو یہ سمجھ سکتی ہیں کہ

Marfat.com

شریعت مطہرہ نے کس طرح عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور ان کی زندگی کو بامقصد اور باوقعت بنایا ہے۔ کیا نئی تہذیب کے کسی بھی گوشہ میں یہ موتی و گوہر نایاب دستیاب ہو سکتے ہیں جن سے اسلام نے عورت کے دامن کو مالا مال فرمایا ہے۔

ضروری تنبیہ: طلاق دینا جائز ہے۔ ہاں بے حاجت، بلا وجہ شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے۔ مگر دے گا تو ہو جائے گی، کہ طلاق شوہر کی زبان پر رکھی گئی ہے تو اس کا مرتکب مکروہ بلکہ بعض صورتوں میں گناہ گار ہونا بھی طلاق کو واقع ہونے سے نہیں روکتا۔ جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور دینے والا گناہ گار ہوگا۔ اور وجہ شرعی موجود ہو تو طلاق دینا مباح، بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ مثلاً عورت پر شبہ ہو یا وہ نافرمان ہو تو ایسی صورت میں اسے طلاق دینا بلا کراہت جائز و مباح ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت اُسے یا اوروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی ہے اور یہ مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو۔ اس حالت میں دربارِ خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ بعض صورتوں میں طلاق واجب ہوتی ہے۔ مثلاً شوہر نامرد یا ہجڑا ہو یا شوہر کے ماں باپ اُسے حکم دیتے ہیں کہ عورت کو طلاق دے دے اور نہ دینے میں انہیں ایذا ہو یا وہ ناراض ہوں تو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو کہ ماں باپ کی نافرمانی کا وبال اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

چند فقہی مسائل:

مسئلہ: ہر عاقل و بالغ کا فعل چونکہ شریعت کے نزدیک قابل تسلیم ہے اس لئے طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو۔ نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ ہاں اگر عقل کسی خارجی شئے سے زائل کردی جائے مثلاً نشہ والے نے طلاق دی، یا غصہ کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی کہ عاقل کے حکم میں

Marfat.com

ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ اس لیے کہ کوئی شخص غصہ یا نشہ کو سپر نہ بنا سکے جس سے عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں۔ نابالغہ ہو یا مجنونہ بہر حال طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عالمگیری وغیرہ)

یونہی عورت کو حمل کی حالت میں طلاق دی جائے قطعاً واقع ہو جائے گی۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ حاملہ عورت پر طلاق نہیں پڑتی محض بے اصل ہے۔

آج کل اکثر طلاق دے بیٹھتے ہیں بعد کو افسوس کرتے اور طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔ عزیزو! طلاق تو عموماً غصہ ہی کی حالت میں دی جاتی ہے اور اس حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وہ صورت کہ عقل غصہ سے جاتی رہے بہت نادر ہے۔ یونہی طلاق بخوشی دی جائے خواہ جبر سے یہ واقع ہو جائے گی۔ عزیزو! نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ اور شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینک یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ جائے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اُس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ طلاق ہے۔ نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہو گی۔ مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے محض کسی کے اصرار کر دینے پر لکھ دینا یا یہ خیال کر کے لکھ دینا کہ بڑا ہے اس کی بات کیسے ٹالوں تو یہ مجبوری نہیں۔ (ردالمحتار) مسئلہ: طلاق دو قسم کی ہے (یعنی باعتبار الفاظ طلاق) (1) صریح، (2) کنایہ۔

1۔ **صریح**: صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو۔ اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو۔ اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو جیسے اردو میں یہ لفظ کہ "میں نے تجھے چھوڑا۔" صریح ہے۔ اس سے ایک طلاق ہو جائے گی۔ کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔

2۔ **کنایہ**: وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو۔ طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: جو الفاظ طلاق کے لئے وضع کیے گئے ہیں۔ جب انہیں طلاق میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے طلاق رجعی واقع ہو گی اور جو الفاظ کہ طلاق کیلئے وضع نہیں کیے گئے ہیں

Marfat.com

بلکہ ان کا استعمال اشارۃً اور کنایۃً طلاق کی طرف ہے تو ایسے الفاظ کے استعمال سے طلاقِ بائن پڑتی ہے جب کہ نیتِ طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے۔ مثلاً پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ (عامۂ کتب)

مسئلہ: عورت کا حاملہ ہونا، طلاق واقع ہونے سے نہیں روکتا۔ حالت حمل میں طلاق جائز و حلال ہے۔ اگرچہ ایام حمل میں شوہر اس سے جماع بھی کر چکا ہو۔ اب اگر طلاق بائن تھی یا طلاق رجعی تھی اور بچہ ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور طلاق رجعی تھی اور ولادت سے قبل شوہر نے رجعت کر لی تو عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عورت سے کہا طلاق طلاق طلاق۔ نہ یہ کہا کہ دی، نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو مگر قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا وہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے تو تین طلاقیں پڑ گئیں۔ بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: طلاق (باعتبار حکم و نتیجہ) تین قسم کی ہے:

1۔ **رجعی:** وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے تو وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی۔ پھر بھی برضائے خود (باہمی رضامندی سے) نکاح کر سکتے ہیں۔

2۔ **بائن:** وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد میں۔

3۔ **مغلظہ:** وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلے سے۔ رجعی دی ہوں یا بائن۔ یا بعض رجعی بعض بائن۔

طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔ بعض سے رجعی پڑتی ہے۔ بعض سے بائن اور بعض

Marfat.com

سے مغلظہ۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عورت کو طلاق نہیں دی ہے مگر لوگوں سے کہتا ہے کہ میں طلاق دے آیا تو طلاق ہو جائے گی۔ یوں ہی ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے تین دی ہیں تو فیصلہ یہی ہوگا کہ تین دی ہیں۔ اگر چہ کہے میں نے جھوٹ کہا تھا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں تو وہ عورت اس شوہر کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ اگر شوہر اس کے باوجود اس سے ہم بستری کرے تو وہ صحبت زنا ہو گی اور اگر اُسے مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی شرعاً سزائے زنا کا مستحق ہوگا۔ اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے۔ مہر معاف کر کے یا اپنا مال اس کو دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح بھی ممکن ہو اُس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کر لے اور اس کی پوری کوشش کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔ عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہر حال گناہ گار ہے۔ (درمختار۔ فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ عدت گزرنے پر کچھ لوگوں نے اس عورت کا نکاح کسی اور سے شرعی طریقہ پر کرا دیا۔ اب شوہر ثانی اگر بے صحبت کیے اسے طلاق دے بھی دے جب بھی عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی کہ بحکم قرآن و حدیث دوسرے شوہر کا اُس سے صحبت کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی بیشی درکنار، لہجے کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے۔ سخت احتیاط درکار ہے۔

طلاق کے بعد رجعت کا مسنون طریقہ

رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی خبر کر دے کہ وہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ

Marfat.com

کرے اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو رجعت ہوگئی۔ مگر مکروہ ہے۔ اسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔

مسئلہ: رجعت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے تجھ سے رجعت کی یا تجھ کو واپس اپنے نکاح میں لیا یا روک لیا۔ یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یہ سب صریح الفاظ ہیں ان میں بلا نیت بھی رجعت ہو جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے تھی یا تو میری عورت ہے۔ تو اگر بہ نیت رجعت یہ الفاظ کہے رجعت ہوگئی ورنہ نہیں اور نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ (شوہر اس سے ہم بستری کر چکا ہے) تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس سے وطی بھی کر لے۔ اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے کہ اس کے لئے عدت نہیں۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: عقد نکاح یعنی ایجاب و قبول میں یہ شرط لگائی کہ یہ صحبت کے بعد عورت کو طلاق دے دے گا۔ حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول و ثانی اور عورت تینوں گناہگار ہوں گے۔ اگرچہ عورت اس نکاح سے بھی شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقد میں شرط نہ ہو، اگرچہ نیت میں ہو تو کوئی کراہت نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو ثواب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن و سنت کے مطابق مسائل طلاق ذکر کر دیے ہیں۔ طلاق ایک حساس مسئلہ ہے۔ اس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں یونین کونسلز میں تین طلاقوں کے بعد بھی صلح کروا دی جاتی ہے جو سراسر غلط اور خلاف شریعت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ وگرنہ معاشرہ مزید بگاڑ کی طرف رواں دواں رہے گا کیونکہ تین طلاقیں ہی گردانی جائیں گی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی ہیں۔ ایک دوسرے صحابی حضرت عامر العجلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ان کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا۔ تا آنکہ دربارِ نبوی میں حاضر ہو کر فریقین کو لعان کرنے کا حکم ہوا۔ اسی قصہ میں ہے:

فطلقها ثلاثا قبل ان یامره النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابن شہاب فکانت سنۃ المتلاعنین۔

(الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 791/2 طبع اصح المطابع، کراچی)

تو عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو (وہیں ایک مجلس میں) تینوں طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں: تو یہی، لعان کرنے والوں کے لئے سنت مقرر ہوگئی۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

فانفذه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرمایا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق، باب اللعان، 306/1 طبع اصح المطابع، کراچی)

حضرت ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے ڈالیں۔ مطلقہ نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ تو اس نے اسے قبل از مقاربت طلاق دے دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ فرمایا کہ نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے مقاربت کر کے لطف اندوز نہ ہو لے۔

(الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 791/2 طبع اصح المطابع کراچی)

امام بدرالدین العینی، وابن حجر العسقلانی اس کی شرح میں بتلاتے ہیں کہ "ظاہر ہے کہ یہ تین اکٹھی طلاقیں تھیں۔" (عمدۃ القاری وفتح الباری یہی مقام)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن، فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میرے شوہر یمن روانہ ہوتے وقت مجھے تینوں طلاقیں (اکٹھیں یک مشت) دے گئے۔ تو رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مؤثر قرار دیا ہے۔

(السنن ابن ماجہ، ابواب الطلاق باب من طلق ثلثاًفی مجلس واحد ص 147 طبع ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

غیر مقلد حضرات کے سب سے بڑے محدث نافذ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح سنن ابن ماجہ الالبانی کتاب الطلاق باب من طلق ثلاثاً مجلس واحد حدیث 20,24,1644 (343/1) طبع ریاض)

اور بھی بہت سی احادیث مقدسہ ہیں جن میں مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ، حضرت ام المومنین حفصہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت امام حسن، حضرت زید بن ثابت الانصاری، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حسین، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ اور بیس اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مسئلے پر بیسیوں فیصلے اور فتوے کتب احادیث میں سینکڑوں مقامات پہ پھیلے ہوئے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دیں تو تین ہی ہوں گی۔

بہت سے اکابر ائمہ دین اعاظم مفسرین وافاضل محدثین مثلاً امام ابوبکر الجصاص رازی، امام حافظ ابن حجر العسقلانی، امام قرطبی اور امام جد ابن تیمیہ "ابوالبرکات ابن تیمیہ اور دیگر حضرات نے اس پر صحابہ کرام کا اجماع نقل فرمایا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں۔ اس پر چاروں فقہوں کے چاروں اماموں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا اجماع و اتفاق ہے اور یہی مذاہب اربعہ کے ہزاروں، لاکھوں فقہاء و مفسرین، محدثین وائمہ دین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ دیکھئے سینکڑوں کتب وقت شروح حدیث وکتب فقہ وفتاویٰ بر مذاہب اربعہ۔

سعودی عرب کی فتویٰ دینے والی اتھارٹی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ایک وقت کی تین طلاق سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

Marfat.com

طلاق: کتاب وسنت کی روشنی میں

مولانا یٰسین اختر مصباحی، بانی وصدر دار القلوم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

قرآنِ حکیم نے زوجین (شوہر وبیوی) کے درمیان حسنِ معاشرت کی تعلیم دیتے ہوئے دونوں کے حقوق وفرائض متعین کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے۔ پھر بھی خانگی زندگی میں اختلاف مزاج ورائے کی وجہ سے کشیدگی کا پیدا ہونا، اخلاق وکردار میں دونوں کے معیار کے فرق کی وجہ سے علیٰحدگی کی نوبت کا آنا ایک فطری امر ہے، اس لیے طلاق کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔

زوجین کے درمیان اختلاف کی ابتدائی شکل میں صلح ومصالحت کے لیے قرآن حکیم نے یہ طریقہ بتایا کہ ایک ثالث شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کی طرف سے گفتگو کر کے معاملہ کا تصفیہ کریں اور اگر زوجین کے درمیان مصالحت اور نباہ کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکے تو مستقبل کے نتائج کو سامنے رکھ کر ایک طہر میں ایک طلاق شوہر اپنی بیوی کو دے اور عدت کے اخراجات ورہائش کا معقول انتظام کرے۔ ممکن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں کے دلوں میں دوبارہ محبت پیدا کر دے تو رجوع کر کے حسب سابق دونوں کی خوشگوار زندگی گذرنے لگے، ورنہ عدت گذرنے کے بعد نکاح کا رشتہ خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ قرآن کی رو سے انسانی ومعاشرتی حکمت کے تحت طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: بیدہ عقدۃ النکاح شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (سورہ البقرہ آیت ۲۳۷)

شوہر اپنی جانب سے یا بیوی کی خواہش پر طلاق کا اختیار بیوی کو بھی سپرد کر سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے شوہر سے طلاق حاصل

Marfat.com

کرنے کے لیے خلع بھی کرا سکتی ہے۔

طلاق دینا اور لینا جائز تو ہے مگر اس موقعہ پر یہ دو حدیثیں بھی یاد رکھنی چاہئیں:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق مانگے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ترمذی شریف)

طلاق کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ عورت اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے، اسے بائن کہتے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ عدت گذرنے پر باہر ہو، اسے رجعی کہتے ہیں۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی

طلاق احسن: یہ ہے کہ جس طہر میں اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو، اس میں اسے ایک طلاق رجعی دینا، یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔ (طہر: عورت کی پاکی کا زمانہ)

طلاق حسن: یہ ہے کہ حالتِ طہر یا حالتِ حیض میں اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دینا یا اپنی مدخولہ بیوی کو تین طہر میں اس طرح تین طلاق دینا کہ نہ ان طہروں میں اس بیوی سے صحبت ہو، نہ وہ حیض میں ہو یا جسے حیض نہیں آتا۔ مثلاً نابالغہ (نو سال سے کم عمر) و حاملہ و سنِ ایاس والی (بوڑھی) کو صحبت یا بغیر صحبت کے تین طہر میں تین طلاق دینا۔

طلاق بدعی: یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ایک طہر میں دو یا تین طلاق، ایک، یا دو، یا تین دفعہ میں تین بار لفظ طلاق کہہ کر طلاق دینا، یا یہ کہنا کہ تجھے طلاقیں ہیں، یا جس طہر میں صحبت کی ہو، اس میں ایک طلاق دینا، یا مدخولہ بیوی کو حیض یا اُس طہر میں طلاق دینا جس سے پہلے والے حیض میں اس سے صحبت کی تھی یا طلاق دی تھی یا حالتِ طہر میں طلاقِ بائن دینا۔

غیظ وغضب اور نشہ کی حالت وکیفیت میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں! اگر ایسا غصہ ہو کہ عقل زائل ہو جائے یا کسی نے زبردستی نشہ کی چیز پلا دی ہو، اور ایسی

Marfat.com

حالت میں شوہر نے طلاق دے دی تو اس کا الگ مسئلہ ہے۔

حالتِ حیض یا ایک مجلس میں تین طلاق دینا سخت گناہ و معصیت ہے جس کا اندازہ آپ اِن دو احادیثِ مبارکہ سے لگا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں (ایک) طلاق دے دی۔ حضرت عمر فاروق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقعہ کا ذکر کیا، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ رجعت کر لے اور روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہے تو حالتِ طہارت میں صحبت سے پہلے طلاق دے۔ (بخاری و مسلم)

ایک طلاق کی تصریح: حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دی ہے تو یہ سن کر غصہ میں آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کتابُ اللہ سے کھیل کرتے ہو، حالانکہ میں تمہارے درمیان ابھی موجود ہوں۔ (نسائی، مسلم جلد اول، باب تحریم الطلاق الحائض تطلیقتہ واحدہ)

لیکن غصہ میں دی گئی یہ تینوں طلاق نافذ ہوئیں اور انہیں آپ نے رد نہیں فرمایا۔ ایک بار ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل نماز پڑھاتے ہیں تو کافی دیر تک لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ حضور اکرم یہ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ امام کے پیچھے بوڑھے و کمزور اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اس لیے مختصر سورہ کے ساتھ نماز پڑھائی جائے۔ (مفہوم حدیث)

ظاہر ہے کہ یہ حدیث پیش کر کے کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ طویل نماز باطل ہے کیونکہ حضور نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، اس لیے واضح ہے کہ یہ غصہ محض تنبیہ و ہدایت اور اصلاح کے لیے ہے۔

عہدِ رسالت میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ ایک طلاقِ رجعی دیا کرتے تھے اور پھر اپنے حالات کے مطابق رجوع کر لیا کرتے تھے، یا عدت ختم ہونے کے بعد بیوی بائنہ ہو جایا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ تین طلاق دینے کی یہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

Marfat.com

(۱) ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دی جائے۔
(۲) بیک وقت یہ کہا جائے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں، یا یہ کہا جائے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔
(۳) بیک وقت کہا جائے، تجھے سنت کے مطابق تین طلاق۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں پہلی صورت کا حکم واضح ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی۔ دوسری صورت میں یہ تینوں طلاق ایک ساتھ واقع ہو جائیں گی۔

تیسری صورت میں سنت کے مطابق کہنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں الگ الگ طہر میں واقع ہوں گی۔ بعض صحابہ کرام سے تین طلاق بیک وقت دینے کی جو روایتیں منقول ہیں، وہ تیسری صورت (مطابق سنت) پر محمول ہیں۔

ہدایہ وشرح وقایہ و دیگر کتب فقہ اسلامی میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاق سنت کے مطابق اور اس کی کوئی نیت متعین نہ تھی تو اس کی بیوی کو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی۔ ومن قال لامرأته وهي من ذوات الحيض وقد دخل بها انت طالق للسنة ولا نية له. فهي طالق عند كل طهر تطليقة لان اللام فيه للوقت ووقت السنة طهر لا جماع فيه. (هدايه)

عہد رسالت میں بعض صحابہ نے تین طلاق جب بیک وقت دیں تو ان کی یہی مراد تھی کہ سنت کے مطابق تینوں طلاق واقع ہوں۔ اس لیے ایک طہر میں صرف ایک طلاق واقع ہوتی تھی اور اسی پہلے ہی طہر میں انہیں رجعت کا بھی اختیار ہوتا تھا۔ مگر عہدِ صدیقی اور ابتدائی عہد فاروقی کے بعد لوگوں کی نیت اور طریقۂ طلاق میں فرق آ گیا۔ تین طلاق کے ساتھ سنت کے مطابق کہنے کی قید باقی نہیں رہ گئی اور تین طلاق کہہ کر تین ہی کی نیت بھی کی جانے لگی۔ خود علمائے جماعتِ اہلِ حدیث کی اس سلسلے میں یہ تحقیق ہے کہ:

"ہر زمانے میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کا وجود تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ عہدِ نبوی، عہد صدیقی، اور ابتدائی دور خلافت فاروقی میں لوگ اگر تین طلاق مجموعی دیتے تھے تو طلاقِ سنی مراد لیتے تھے اور اس زمانہ کے بعد تین طلاق دیتے تھے اور تین ہی مراد لیتے تھے یا مشتبہ رکھتے

Marfat.com

تھے۔" (الآثار المتبوعۃ ص:۱۴۲)

بعض صحابہ نے عہدِ رسالت میں طلاق بتہ بھی دی ہے۔ بتہ ایک کو بھی اور تین کو بھی کہتے ہیں، اس لیے لفظ بتہ سے کوئی شخص طلاق دے کہ میں نے تجھے طلاق بتہ دی۔ تو اگر بتہ سے اس کی مراد تین ہے، تو تین طلاق اور اگر کچھ نیت نہ کرے یا ایک کی کرے تو ایک ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے، تجھے طلاق، طلاق، طلاق اور دونوں اخیر کے الفاظ سے محض تاکید مراد لے، جیسے کوئی شخص کہے پانی لاؤ پانی پانی تو ایسی شکل میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔

آج کل کے بعض دانشور حضرات صرف ترجمۂ قرآن پڑھ کر بڑی آسانی کے ساتھ تفسیر بالرائ اور استنباط مسائل کی سخت ناپسندیدہ کوشش کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی ایسی جسارت سے پہلے علامہ جلال الدین سیوطی کی ''الاتقان فی علوم القرآن'' اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' پڑھ لیں تو انہیں معلوم ہو کہ معانی و مطالب قرآن تک پہنچنے کے لیے کن علوم و معارف اور کس نورِ بصیرت و توفیق خداوندی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم جو تمام بنی نوع انسانی کے لیے کھلی ہوئی کتاب ہدایت ہے تو اس سے بہت سے کم علم اور کج فہم انسان اپنی گمراہی کا سامان بھی کر لیتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ (اے اللہ!) تو ہمیں ان لوگوں کے سیدھے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہے۔ جن پر تیرا غضب ہوا، جو گمراہ ہیں ان کے راستہ پر نہیں۔ (سورہ الفاتحہ آیت ۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ۔ (سورۃ الطلاق پارہ:28)

(ترجمہ) اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر میں طلاق دیں۔ اسی واقعہ سے متعلق اوپر کی یہ قرآنی ہدایت نازل ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے آپ کی امت کو یہ تعلیم دی گئی۔ اسی لیے حالتِ حیض میں طلاق دینا گناہ اور اس سے

Marfat.com

رجعت واجب ہے۔ طلاقِ رجعی دو بار سے زیادہ نہیں دی جاسکتی۔ قرآن کی ہدایت ہے:
اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔

(سورۃ البقرہ آیت:۲۲۹)

یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

ایک عورت حاضر بارگاہِ رسالت ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کے بارے میں شکایت کی کہ وہ کہتا ہے، میں تمہیں طلاق دیتا اور عدت کے اندر رجعت کرتا رہوں گا اور اس طرح زندگی بھر پریشان کروں گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ طلاق دینے اور رجعت کرنے کا صرف دو بار اختیار ہے، اس کے بعد نہیں۔

مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ میں الف لام عہدی ہے۔ تفسیر احمدی وصاوی وجلالین میں اس آیت کے بارے میں ہے۔ یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجعت ہے، وہ صرف دو ہیں۔ دو بار طلاقِ رجعی دینے کے بعد اگر کوئی شخص تیسری مرتبہ طلاق دیتا ہے تو اس کے بارے میں قرآن کا یہ حکم ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فان طلّقها فلا جُناح عليهما ان يّتراجعا ان ظنّا ان يُّقيما حدود الله۔ (سورۃ البقرہ آیت:13)

(ترجمہ) پھر اگر تیسری مرتبہ اسے طلاق دی تو وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک نکاح کرکے دوسرے کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ دوبارہ نکاح کرلیں، اگر دونوں سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حدیں نباہ سکیں گے۔

یعنی دو بار طلاق دینے کے بعد تیسری مرتبہ بھی شوہر نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد اگر کسی دوسرے شخص نے اس سے نکاح وصحبت کیا اور کسی وجہ سے طلاق دیدی (یا مر گیا) تو اس کی عدّت گذرنے کے بعد اگر دونوں سابق شوہر و بیوی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حدود اللہ قائم رکھ سکیں گے تو دوبارہ نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔

پیش کردہ تینوں آیات میں پہلی آیت کا فائدہ یہ ہے کہ عدّت شمار کرکے حالت طہر میں طلاق دی جائے۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ طلاقِ رجعی صرف دو بار دی جاسکتی ہے اس

Marfat.com

کے بعد نہیں اور تیسری آیت میں اس مسئلہ کی وضاحت کردی گئی ہے کہ تیسری مرتبہ جب طلاق دی گئی تو وہ عورت اپنے سابق شوہر پر اسی وقت حلال ہوگی، جب دوسرے شخص سے اس کا نکاح وصحبت ہو پھر اس کی طرف سے دی گئی طلاق کے بعد عدت پوری ہو جائے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام نے حلالہ کی نہ ترغیب دی ہے نہ حوصلہ افزائی کی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے کر اس سے دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ جیسے قبیح عمل کے ذریعہ اپنی اور سابقہ بیوی کی غیرت کو کچل ڈالے۔ فرمایا گیا:

لعن الله المحللین والمحللات۔ (حدیث)

(ترجمہ) حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کرانے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

یعنی جو مرد حلالہ کرتا ہو اور جو عورت حلالہ کراتی ہو، وہ دونوں مرد عورت ملعون ہیں۔ وقتِ نکاح تحلیل کی شرط کرنا حرام اور محض حصول لذت کے لیے نکاح کرنا قابلِ مذمت اور ملامت ہے۔ البتہ بوقت ضرورت خیر واصلاح اور دوگھر آباد کرنے کی نیت سے بلا شرط ومعاہدہ نکاح تحلیل جائز ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ قرآنی ہدایات کے باوجود اگر کوئی شخص اپنی جہالت وحماقت سے بیک وقت تین طلاق دے ڈالے تو وہ تینوں طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن حکیم ہمارے علم کے مطابق خاموش ہے۔ مذکورہ تینوں آیات یا دیگر آیات میں ہمیں اس کا کوئی حکم نہیں ملتا۔ اس لیے آیئے اب بارگاہِ رسالت میں حاضری دیں جو قرآن حکیم کی علمی وعملی تفسیر ہے اور جہاں ہم اپنی ہر مشکل کا حل ڈھونڈھ کر سکونِ قلب محسوس کرتے ہیں۔

(۱) حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو زمانۂ رسالت میں ایک موقعہ پر تین طلاق دیدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بیوی کو ان سے جدا کردیا۔

عامر شعبی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا آپ مجھے اپنے طلاق کا واقعہ بتائیں۔ انہوں نے بتلایا کہ میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جائز رکھا۔ (ابن ماجہ)

جائز رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین طلاق نافذ کردی۔

اس واقعہ کے بارے میں مسند امام احمد میں ہے طلقها ثلاثا جمیعا یعنی فاطمہ کے شوہر

Marfat.com

نے انہیں ایک ساتھ تینوں طلاق دیدی تھی۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ابو عمر شبن حفص بن مغیرہ نے زمانہ رسالت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو کلمہ واحدہ کے ساتھ تین طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ان کے شوہر سے جدا کر دیا۔ (دار قطنی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ! ارشاد فرمایئے کہ اگر میں نے اسے (اپنی بیوی کو) تین طلاق دیدی ہوتی تو میرے لیے رجعت کرنا حلال ہوتا یا نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، وہ تم سے بائنہ ہو جاتی اور ایسا کرنا گناہ ہوتا۔ (بیہقی، دار قطنی)

(۳) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ اس کے لڑکوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی اور پوچھا کہ اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا باپ اللہ سے ڈرتا ہوتا تو اللہ کوئی راستہ نکالتا، اس کی بیوی تو تین طلاقوں سے بائن ہو گئی اور نو سو ستانوے (۹۹۷) طلاقوں کا گناہ تمہارے باپ کی گردن پر ہے۔ (دار قطنی، مصنف عبدالرزاق)

(۴) حضرت عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ دیدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے (نیت کے بارے میں) دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا میری نیت ایک ہی طلاق کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے ان کی بیوی انہیں لوٹا دی۔

(ابن ماجہ و ابوداؤد)

ترمذی، حاکم، دار قطنی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو لفظ بتہ کے ساتھ طلاق دی (بتہ عربی میں ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہ اس لفظ سے تمہاری کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا ایک طلاق، آپ نے پھر پوچھا بخدا؟ انہوں نے کہا بخدا، آپ نے ارشاد فرمایا تو تم نے جو مراد لیا وہی ہے۔

مسند امام احمد نے اس حدیث میں لفظ بتہ کی بجائے ثلاثہ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن

Marfat.com

ابوداؤد، ابن حبان، دارقطنی نے ترمذی کی مذکورہ حدیث کو صحیح اور حدیث مسند احمد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤد نے دونوں حدیثیں نقل کر کے بتّہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ کیوں کہ اس کے راوی حضرت رکانہ کی اولاد ہیں جو گھر کے حالات ومعاملات کو دوسروں سے بہتر طریقہ پر سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے اس سلسلے میں ایک روایت تین طلاقوں کی ہے، مگر آٹھ روایتیں اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح آپ کا فتویٰ بھی ہے جو آگے ذکر کیا جائے گا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حدیثِ رکانہ میں تین طلاقوں کی سب روایتیں ضعیف ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ رکانہ نے طلاق بتّہ ہی دی تھی۔ بتّہ چونکہ ایک کو بھی کہتے ہیں اور تین کو بھی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم لی اور ایک کے بارے میں حضرت رکانہ نے جب قسم کھائی تو اسے آپ نے ایک ہی قرار دیا اور اگر وہ تین کہہ دیتے تو تین طلاق مان لی جاتی۔

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تو اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا۔ دوسرے شوہر نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دیدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں پوچھا گیا کہ اب یہ عورت پہلے کے لیے حلال ہوگی یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ جب تک کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح خلوت نہ کرے، وہ عورت پہلے کے لیے جائز نہیں ہوگی۔ (صحیح بخاری ومسلم)

(۶) عویمر عجلانی سے متعلق حدیث لعان بہت مشہور ہے۔ عویمر عجلانی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں جنہیں آپ نے رد نہیں فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

ارشاد ہے: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (سنن ابی داؤد جلد:۲)

(۷) حضرت عبادہ بن صامت کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ ہزار طلاقیں دیدیں، ان کی اولاد نے حاضر بارگاہِ رسالت ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، تو کیا اُس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے آپ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا، تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ اپنے حکم سے اس کے لیے کوئی صورت پیدا کرے۔ اس کی بیوی تو تین طلاقوں سے ہی اس سے بائنہ ہوگئی، خلافِ سنت طریقہ پر اور باقی نوسوستانوے (۹۹۷) کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ (دارقطنی۔ درمنثور)

کتاب وسنت سے فیضیاب ہونے کے بعد نجومِ ہدایت حضرات صحابۂ کرام کی پُرنور زندگی سے روشنی حاصل کرنے کے لیے ان کے آثارِ مبارکہ اور تعامل کو بھی سامنے رکھیے اور چشم بصیرت سے ان کے پیش کردہ حقائق ومسائل کا مطالعہ کیجیے۔

(۱) ایک شخص حضرت علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر بولا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کردیا۔ باقی طلاق اپنی دوسری بیویوں پر بانٹ دو۔ (یعنی وہ لغو وبیکار ہیں) (سنن کبریٰ از بیہقی جلد ۷، دارقطنی)

(۲) ایک شخص حضرت نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوطلاقیں دے دی ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا تیری تین طلاقیں تو واقع ہوگئیں اور ستانوے (۹۷) سے تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔ (مؤطا امام مالک، شرح معانی الآثار)

حضرت عبداللہ بن عباس سے ان تابعی حضرات نے بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے فتویٰ کی روایت کی ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد، مالک بن حارث، محمد بن ایاس بن بکیر، ابوسلمہ، عطا، عمرو بن دینار۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۳) ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھ سے کیا کہا گیا؟ اس نے کہا مجھ سے کہا گیا کہ وہ (بیوی) بائنہ ہوگئی، تو آپ نے فرمایا لوگوں نے سچ کہا، جو شخص اس طرح طلاق دے گا جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا ہے تو اللہ نے اس کا حکم بیان فرمادیا ہے، اور جو آدمی اپنے اوپر کوئی اشتباہ پیدا کرے گا تو ہم اس کے اشتباہ کو اس کے سر ڈال دیں گے۔ ایسا نہیں کہ تم اپنے اوپر اشتباہ پیدا کرو اور ہم اس کا بوجھ اٹھائیں اور وہ (مسئلہ) ایسا ہی ہے جیسا کہ لوگوں نے تمہیں بتایا۔ (مؤطا امام مالک)

(۴) شہزادۂ علی مرتضیٰ حضرت امام حسن مجتبیٰ نے اپنی ایک بیوی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی: اذھبی فانت طالق ثلاثا۔ تو چلی جا تجھے تین طلاق ہے۔

Marfat.com

ان (عائشہ خثعمیہ) کے جانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ (امام حسن) کی جدائی سے سخت غمزدہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسن رو پڑے اور فرمایا کہ اگر میں نے اپنے نانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا (یا) یہ فرمایا کہ میں نے اپنے والد (علی مرتضیٰ) سے اور انہوں نے میرے نانا حضور اکرم سے نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی بیوی کو مبہم طلاق دیدے یا تین طہر میں تین طلاق دیدے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے پہلے کے لیے حلال نہیں ہو سکتی تو میں عائشہ سے رجعت کر لیتا۔ (دار قطنی)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک شخص نے حالت حیض میں طلاق دے کر مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی تو رجعت کر سکتے تھے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اسی کا حکم دیا تھا لیکن جب تم نے تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ (بیوی) تم پر حرام ہو گئی، جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے وہ تمہارے لیے حلال نہیں ہو سکتی، اور تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اس امر کی نافرمانی کی ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

(۶) ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدی، پھر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا۔ فتویٰ پوچھنے حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں پہنچا۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اس سے تمہارا نکاح ہم جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ ہوائے اس کے کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ اس شخص نے کہا میرا طلاق تو یک بارگی تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا، تیرے پاس جو زائد اختیار تھا اُسے تو نے پہلے ہی استعمال کر لیا۔ (سنن ابوداؤد)

(۷) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں تو آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان گذرا کہ اس کی بیوی کو آپ اس کی طرف لوٹا دیں گے پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص حماقت پر سوار ہو کر ایسی حرکت کر کے آتا اور کہتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! جب کہ اللہ نے فرمایا ہے (جو اللہ

Marfat.com

سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستہ پیدا فرماتا ہے) اور تم تو اللہ سے نہیں ڈرے، اور میں تمہارے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے بائنہ ہوگئی۔ حالاں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے نبی! جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے وقت پر دو۔ (سنن ابوداؤد)

(۸) حضرت قیس بن حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے میری موجودگی میں پوچھا کہ کوئی شخص ایک ساتھ سو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا۔ تین طلاق سے بیوی حرام ہوگئی اور ستانوے (۹۷) طلاقیں بیکار رہیں۔

(بیہقی جلد: ۷)

(۹) حضرت انس سے اگر کوئی شخص ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کا مسئلہ پوچھتا تو آپ فرماتے، عورت حلال نہیں ہوگی، جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور فرماتے کہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو اس طرح تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ اس کی پیٹھ کو درد پہنچاتے (دُرّے لگواتے)

(شرح معانی آثار)

بیک وقت تین طلاق دینے کے جرم میں کوڑے لگواتے مگر یہ طلاقیں نافذ کردیتے۔

(۱۰) حضرت زید بن وہب کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ حضرت عمر نے اس سے ملاقات کر کے پوچھا، کیا تم نے ایک ہزار طلاقیں دی ہیں؟ اس نے کہا میں نے تو مذاق میں ایسا کیا۔ حضرت عمر نے اُس کو دُرّہ لگایا اور فرمایا اُن میں سے تجھے تین ہی کافی ہیں۔ (کنز العمال جلد: ۵)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس سے ابوصہباء نے پوچھا، آپ کو خبر نہیں کہ زمانۂ رسالت اور زمانۂ صدیقی، و شروع عہدِ فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی مانی جاتی؟ آپ نے فرمایا، ہاں! جو غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیتا اُس کی ایک طلاق پڑتی۔ (سنن ابوداؤد)

یہ حکم اب بھی باقی ہے اور دورِ حاضر میں بھی مطلقہ غیر مدخولہ کے بارے میں اسی کے

Marfat.com

مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق کا فیصلہ: حضرت عمر فاروق بن خطاب نے فرمایا، لوگوں نے ایک معاملہ جس میں ان کے لیے آسانی تھی، اس میں جلد بازی کی۔ اس لیے اب یہ فیصلہ کیا جاتا ہے (کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں گی) (صحیح مسلم)

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: عہدِ نبوی، عہد صدیقی، اور ابتدائی زمانۂ خلافت فاروقی میں جب کوئی شخص یہ کہتا کہ تجھے طلاق ہے، طلاق، طلاق، اور ایک مجلس میں ہی دی گئی اس طرح سے تاکید وتجدید کی کوئی نیت نہ کرتا تھا تو ایک طلاق واقع ہوتی تھی اور اسی کا حکم دیا جاتا تھا کیوں کہ اس سے لوگوں کی نیت تجدید طلاق کی نہ ہوتی تھی۔ اس لیے عام حالت یعنی ارادۂ تاکید پر اس کی بات کو محمول کر کے ایک ہی طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروق کا زمانہ آیا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے اور عام طور پر تجدید طلاق کی نیت کی جانے لگی تو اس عہد کے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ (شرح صحیح مسلم)

یعنی زمانۂ رسالت وعہد صدیقی کے لوگوں کی غالب عادت یہ تھی کہ تجھے طلاق ہے، طلاق، طلاق کہہ کر ایک ہی طلاق کی نیت کرتے تھے اور پہلا لفظ طلاق استعمال کر کے بعد کے دونوں الفاظ طلاق سے اس کی تاکید کرتے تھے۔ جیسے کہا جائے وہ دریا ہے، دریا، دریا۔ اسی لیے لفظاً تین کہی گئی طلاق جو نیت میں ایک ہی ہوتی تھی، اسے ایک ہی مانا جاتا تھا اور اگر تین طلاق کی نیت ہوتی تو تین طلاق مانی جاتی۔ لیکن اس وقت تین طلاق کہہ کر تین کی نیت کرنے کی غالب عادت نہ تھی۔ شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی کی اس سلسلے میں تحقیق یہ ہے:

تابعین اوران کے بعد کے علمائے کرام، مثلاً امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ مع تلامذہ وامام شافعی مع تلامذہ وامام احمد بن حنبل مع تلامذہ اور اسحٰق وابوثور وابوعبید ودیگر کثیر علماء کا یہی مسلک ہے کہ جس نے اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں کہ وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لیکن ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور علماء نے کہا کہ وقوع ثلاث

Marfat.com

کے منکر چند مخالفین اہلِ سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۰)

عہدِ خلافتِ فاروقی میں لوگوں کی یہ عادت ہونے لگی کہ وہ تین ہی کی نیت کر کے طلاق دینے لگے۔ اس لیے حضرت عمر فاروق نے تین ہی طلاق مان لینے کا فیصلہ کیا اور وہ صحابۂ کرام جو عہدِ رسالت و عہدِ صدیقی کے فیضیاب و پروردہ تھے، ان کا بلاچون وچرا اس پر اجماع بھی ہو گیا۔ اگر عہدِ فاروقی میں بھی پہلے کی طرح غالب عادت ایک طلاق کی نیت ہوتی تو وہی حکم باقی اور جاری رہتا اور تبدیلیٔ حکم کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی۔

اپنے دورِ خلافت میں حضرت فاروقِ اعظم نے صحابۂ کرام کے مجمع میں فرمایا: طلاق کے سلسلے میں لوگوں کے لیے بڑی گنجائش اور مہلت تھی کہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دیتے اور پھر ایسی صورت میں انہیں رجعت کا کافی موقعہ ملتا، لیکن لوگوں نے جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے لگے۔ انہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہ ہوگی۔ اس فیصلہ کی سبھی صحابۂ کرام نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ (شرح معانی الآثار و فتح الباری)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ عہدِ نبوی و عہدِ صدیقی میں لوگ تین بار لفظ طلاق بول کر صرف پہلے لفظ سے ایک طلاق کی نیت اور دوسرے، تیسرے سے اس کی تاکید مراد لیتے تھے، اس لیے ایک طلاق کا حکم تھا مگر جب شروع دورِ خلافتِ فاروقی کے بعد لوگ تین بار لفظ طلاق کا استعمال کر کے تین ہی طلاق کی نیت کرنے لگے، تو حضرت عمر نے اجماعِ صحابہ کے ساتھ جانے کا فیصلہ فرما دیا جس سے دورِ رسالت کے کسی حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی، بلکہ نیت کے بدلنے سے اس کا جو حکم بدلتا تھا، اس کا اظہار واعلان کر دیا گیا، جسے دورِ حاضر جیسا کوئی سیاسی فیصلہ کہا جا سکتا ہے نہ ہی تعزیری حکم۔ کیوں کہ یہ خلافتِ راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوہ تھی اور اسی حکم وفیصلہ کو حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسن، حضرت امیر معاویہ اور ان حضرات کے بعد دیگر خلفاء وائمہ نے بھی باقی رکھا، اور عرف حادث ودستورِ جدید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کا تابع بنا دیا جن میں تین کی نیت سے دی گئی تین طلاقوں کو آپ نے تین ہی قرار دیا۔

Marfat.com

لوگوں نے جب طلاق دیتے وقت بمطابق سنت کی قید لگانا چھوڑ دیا اور تین طلاقوں سے تین ہی مراد لینے لگے تو اسی کے مطابق شرعی فیصلہ بھی نافذ کر دیا گیا، اور سبھی مفسرین ومحدثین وفقہاء وعلمائے کرام نے اس فیصلہ کی اپنے اپنے دور میں تائید وحمایت فرمائی۔

ائمہ مسالکِ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی اپنے اپنے عہد میں فیصلۂ حضرت عمر کی تائید وتوثیق کی۔ جمہور علمائے امت مسلمہ کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے اور آج بھی عالم اسلام کے اندر ان کے متبعین کی تعداد نوے فیصد سے زیادہ ہے جو اسی حکم وفیصلہ پر عمل پیرا ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں شیخ ابن تیمیہ نے دوسرے درجنوں مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اپنی ایک الگ رائے قائم کی، جن کے مسائل پر جماعتِ اہلِ حدیث آج عمل پیرا ہے۔

اسلام کے بتائے ہوئے صحیح طریقۂ طلاق کو نظر انداز کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالنا جہالت بھی ہے اور حماقت بھی۔ اپنے اوپر ظلم بھی ہے اور معصیت بھی، لیکن ان طلاقوں کا اثر یعنی شوہر وبیوی کے درمیان علیحدگی پیدا کرنا، یہ اثر ہر حال میں ظاہر ہوگا۔ کوئی شخص چھری بازار سے خرید کر لائے یا کسی کے گھر سے چرا کر، اس چھری کا اثر یعنی بوقت استعمال کسی چیز کا کاٹنا، یہ اثر تو ہر حال میں ظاہر ہوگا۔ دن کے وقت کسی روزہ دار کا کھانا پینا، ایام رمضان میں حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص کھالے تو اس کا اثر یعنی روزہ توڑنا یہ اثر ہر حال میں ظاہر ہوگا۔

قرآن حکیم کے اوامر واحکام کے الگ الگ مسائل ہیں۔ ان کی فرضیت ووجوب، ندب واستحباب، جواز واباحت کے مواقع کتابوں میں مذکور ہیں۔ قرآن کا ہر امر فرض نہیں ہوتا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ قرآن کا حکم ہے کہ جب تم مدت مقررہ کے لیے قرض کا لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو۔ (سورہ البقرہ) یہ حکم فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر لکھے ہوئے قرض کا لین دین کرے تو یہ کہہ کر کوئی شخص ادائیگی قرض سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ حکم قرآن کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے میں یہ قرض ادا نہیں کروں گا بلکہ اس کا قرض ہے جسے متعلقہ فرد یا افراد کو جاننا اور دینا پڑے گا اور اس سے انکار وفرار کی کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ قرآن کا یہ بھی حکم ہے کہ اس قرض کے لین دین کے وقت دو پسندیدہ آدمیوں کو گواہ

Marfat.com

بنالو۔

شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کا موقف: بعض وجوہ سے یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ابوالحسنات مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے مسلک کی وضاحت ضروری ہے:

ایک ساتھ آٹھ طلاق دِیے جانے سے متعلق اثر عبداللہ بن مسعود گذشتہ صفحات میں ہم نقل کر چکے ہیں کہ طلاق دینے والے نے اتنی طلاقیں ایک ساتھ دے کر خود اپنے اوپر اشتباہ پیدا کر لیا ہے۔ اس لیے اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''حاصل کلام آں است کہ در صورت اشتباہ حرمت غالب می آید و مفتی را نمی رسد کہ بہ اباحت فتویٰ دہد۔'' (مسویٰ، شرح موطا امام احمد، از شاہ ولی اللہ دہلوی)

حاصل کلام یہ ہے کہ اشتباہ کی صورت میں حرمت غالب آجائے گی اور مفتی اس کی اباحت کا فتویٰ نہیں دے گا۔ یعنی کسی مسئلہ میں جب اشتباہ پیدا ہو جائے تو فتویٰ دینے والے کا فرض ہے کہ وہ دور دراز کی تاویلات چھوڑ کر اس کی حرمت کا فتویٰ دے۔ اس لیے تقاضائے احتیاط بھی یہی ہے کہ تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی سمجھا جائے۔ ورنہ تین کو ایک سمجھ کر اگر رجعت کا فتویٰ دیدیا گیا اور اس کا لحاظ نہ رکھا گیا کہ اباحت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے، تو پھر تین طلاق واقع ہو جانے کی شکل میں دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا زندگی بھر کی معصیت و حرام کاری کا موجب ہوگا۔ (جس سے اللہ کی پناہ!)

ابوالحسنات مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے 1301ھ میں تین طلاق سے متعلق ایک فتویٰ دیا تھا جو آپ کے مجموعۂ فتاویٰ جلد دوم ص:298 میں درج ہے اس کی نقل یہ ہے

''جو شخص تین طلاق دیوے اور مقصود اس سے دونوں مرتبہ اخیر سے تاکید نہ ہو۔ پس اس صورت میں بمذہب جمہور صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ و اکثر مجتہدین و بخاری و جمہور محدثین تین طلاق ہوگی۔ البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقۂ شرعیہ کے گناہ لازم ہوگا۔''

چند احادیث پیش کر کے اس سوال پر کہ عہد نبوی و عہد صدیقی اور خلافتِ فاروقی کی ابتداء میں تین طلاق ایک تھی، مولانا عبدالحئی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

پس اس کی تاویل جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ اوائل میں تین مرتبہ طلاق کے لفظ اگر کہتے تھے تو اس سے تاکید منظور ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی، نہ یہ کہ تین لفظ سے تین طلاق مقصود ہوں اور پھر وہ ایک ہی ہوئی۔ الخ

یعنی تین طلاق دیتے وقت آخر کی دو طلاقیں بطور تاکید نہ ہوں تو وہ طلاقیں صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ وغیرہم کے نزدیک تین ہی ہوں گی۔ اگر چہ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور فیصلۂ عمر فاروق سے پہلے چونکہ تین طلاقیں کہہ کر آخر کی دو طلاقوں سے پہلے طلاق کی تاکید مقصود ہوتی تھی، اس لیے ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی۔ عہد رسالت وعہد صدیقی میں بھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ بولیں اور نیت کریں تین طلاقوں کی اور انہیں ایک ہی سمجھا جائے۔

دو قابلِ توجہ حقائق

(۱) ایک حنفی شخص جس نے بحالت نشہ پانچ گواہوں کی موجودگی میں دو یا تین طلاقیں اپنی بیوی کو دیدیں۔ اس کے استفتاء کے جواب میں جماعت اہلِ حدیث کے دینی ادارہ جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس یوپی کے مفتی مولانا نذیر احمد رحمانی نے یہ لکھا کہ حنفی مذہب کی رو سے بیوی پر تین طلاقیں پڑ گئیں۔ اب دوبارہ نکاح میں لانے کے لیے حلالہ کے سوا کوئی صورت نہیں۔ غالباً اسی لیے استفتاء کسی حنفی عالم کے پاس بھیجنے کی بجائے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ استفتاء کا مقصد اتباع شریعت نہیں بلکہ اپنی نامعقول حرکت کو جائز بنانے کے لیے اہلِ حدیث کے فتویٰ کو آڑ بنانا ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو رجعت کا فتویٰ ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

اس استفتاء اور فتویٰ کو ماہنامہ محدث بنارس، ص:۴۸ر شمارہ اپریل ۱۹۹۳ء میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

(۲) مجلہ البحوث الاسلامیہ ریاض سعودی عرب کی ایک تحریری رپورٹ جلد: اشمارہ:۳ سال ۱۳۹۷ھ کے مطابق تین طلاقوں سے متعلق کافی غور وخوض، بحث ومباحثہ اور دلائل کی چھان بین کے بعد هيئة كبار علماء المملكة العربية السعودية ۱۳۹۷ھ ہی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔

Marfat.com

واضح رہے کہ ہیئت کبار کے فیصلے سعودی عرب کی عدالتوں میں نافذ اور سعودی عوام کے ساتھ آلِ سعود کے حکمراں بھی اس کے پابند ہیں۔

مشکلات، حل اور طریقے:

(۱) ذرائع ابلاغ کو اپنی مضحکہ خیز مذہبی دانشوری اور نام نہاد شرعی اصلاح کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(۲) مذہبی مسائل سے صحیح واقفیت کے لیے دینی کتب ورسائل کا مسلسل مطالعہ جاری رکھا جائے۔

(۳) دینی علم اور فہم وبصیرت رکھنے والی قابلِ اعتماد شخصیتوں کی صحبت وتربیت اور ان سے استفادہ وتبادلہ خیال کر کے درپیش مسائل میں اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے۔

(۴) دینی بصیرت اور ایمانی فراست سے محروم افراد کی باتوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(۵) کورٹ اور اسمبلی و پارلیمنٹ کو نہیں بلکہ کتاب وسنت کو اپنی پناہ گاہ سمجھا جائے اور مذہبی مشکلات کا حل کتاب وسنت کے دائرے میں رہ کر تلاش کیا جائے۔

(۶) ذہنی ورزش، تفریح طبع، اور سیاسی تشہیر کے لیے مذہبی موضوعات کا استعمال نہ کیا جائے۔

(۷) اخلاص ودردمندی کے ساتھ مسلم معاشرہ کے مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

(۸) زوجین اپنے حقوق وفرائض اور مسائلِ طلاق سے خصوصی طور پر واقفیت رکھیں اور اپنی عملی زندگی میں ان کی پابندی کریں۔

(۹) شوہر سے نکاح کے وقت یہ عہد و پیمان لیا جاسکتا ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کے فلاں فلاں جائز حقوق وفرائض استطاعت کے باوجود ادا نہ کرے یا فلاں فلاں ظلم وزیادتی دانستہ طور پر روا رکھے اور اہلِ خانہ کی تنبیہ وہدایت کے باوجود اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہو تو بیوی کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق خود اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔

(۱۰) نکاح کے وقت ہی شوہر سے یہ عہد و پیمان بھی لیا جاسکتا ہے کہ بحالت مجبوری جب اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نوبت آئے تو وہ سنت کے مطابق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ایک طہر میں صرف ایک طلاق دے گا اور کسی بھی حال میں وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

(سہ ماہی ''اسلام اور عصر جدید'' نئی دہلی ۲۵۔ شمارہ: ۳ر ۴ جولائی، اکتوبر ۱۹۹۳ء)

Marfat.com

طلاق کی ضرورت ونوعیت

■ مولانا غلام رسول سعیدی ■ تلخیص وتخریج: صابر رضا رہبر مصباحی

لغوی معنی: امام اللغت سید زبیدی طلاق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عباب میں ہے کہ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں(۱) نکاح کی گرہ کو کھول دینا(۲) ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔

لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے۔ طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدّت کا تعلق عورتوں سے ہے۔ (تاج العروس ج6 ص425، مطبوعہ خیریہ مصر، 1306)

اصطلاحی معنی: علامہ زین الدین ابن نجیم (م 97ھ) طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادّہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے۔ طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔ (البحر الرائق جلد3: ص235، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔)

طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی

طلاق احسن: جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اوران ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہوجاتی ہے اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

طلاق حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں ایک طلاق دے دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق

Marfat.com

دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے۔ اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے گی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی کی تین صورتیں: (۱) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں، خواہ ایک کلمہ سے ہو، مثلاً تم کو تین طلاق دیں یا کلمات متعددہ سے ہو، مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔

(۲) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔

(۳) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے۔ طلاق بدعی کسی صورت میں ہو، اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

(درمختار علی ھامش ردالمختار ج 2: ص: 573,578، استنبول 1327ھ)

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو، کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے۔ مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں، بہن کہہ دے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی۔ اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک کا مالک رہ جائے گا۔ طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے، لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے، لیکن پچھلی طلاق کا شمار ہوگا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟ اسلام کا منشا یہ ہے کہ جو لوگ رشتۂ نکاح میں منسلک ہو جائیں۔ ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتۂ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں

Marfat.com

اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرا لے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حَکَموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو، وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق کی اجازت: قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" (سورہ النساء، آیت ۱۹)

اور بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حُسنِ سلوک کے ساتھ رہو، اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق۔" (سنن ابوداؤد جلد 1 ص: 296، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، 1405ھ)

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

دوسری روایت میں ہے "عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق۔" (ایضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے۔ کیوں کہ اس کے بعد عدّت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا، ورنہ عدّت کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے گی۔ آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو

Marfat.com

تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہوجاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں، حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں، حالانکہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ میری بائیس سالہ افتاء کی زندگی کا تجربہ ہے۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا: طلاق دینے کا حق صرف مرد کو تفویض کیا گیا ہے حالانکہ عقد نکاح عورت اور مرد دونوں کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا ہے تو پھر عورت کو یہ اختیار کیوں نہیں ہے کہ وہ بھی جب چاہے اس عقد کو ختم کردے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت مغلوب الغضب ہوتی ہے اور اس کو جلد غصہ آتا ہے۔ اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے اختیار میں ہوتا تو وقوع طلاق کی شرح دوچند سے بھی زیادہ بڑھ جاتی۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر عورت کے مطالبہ اور اس کی ضد پر طلاق دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے۔ خصوصاً حیض کے ایام میں عورت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوتی ہے اور ان ایام میں اس کا ذہن منتشر اور مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے۔ اس لیے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے سپرد کیا جاتا تو شرح طلاق زیادہ ہوجاتی اور اکثر ہنستے بستے گھر ویران ہوجاتے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقصات عقل ہوتی ہیں اور فسخ نکاح کا معاملہ ناقص العقل کے سپرد کرنے کے لائق نہیں ہے۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ: ۲۶۳، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ: ۶۰، ترمذی شریف ص: ۳۷۵)

طلاق کا معاملہ مرد کو تفویض کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ان حقوق سے دست کش ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے، وہ اس چیز کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور صرف اس وقت اس چیز کو چھوڑتا ہے جب اس کو چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ اس کے برخلاف حقوق زوجیت کو ق

Marfat.com

کرنے میں عورت کو کوئی محنت کرنی پڑتی ہے، نہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اگر طلاق کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی جاتی تو عورت کو طلاق واقع کرنے میں اس قدر سوچ و بچار اور تامل کی ضرورت نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ اقدام عدل و انصاف کے بھی خلاف ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟ یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات عورت طلاق لینا نہیں چاہتی اور اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہنا ہی چاہتی ہے لیکن مرد بدمزاج اور ظالم ہوتا ہے اور عورت کی مرضی کے خلاف وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، ایسی صورت میں بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اس کی مرضی کا دخل ہے تو طلاق میں اس کی رضامندی کا دخل کیوں نہیں ہے؟ اور اس کی مرضی کے بغیر طلاق کیوں مؤثر قرار دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ (مثلاً وکالت اجازت، مضاربت وغیرہ) لیکن عقد کو فسخ کرنے کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی، کوئی ایک فریق بھی دوسرے کی مرضی کے خلاف عقد توڑ سکتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنی نکاح میں رکھنے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ عملِ زوجیت پر تیار نہ ہو تو اس سے بزور یہ عمل نہیں کرایا جاسکتا، نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تم خواہی نخواہی اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس کو خرچ دیتے رہو اور چونکہ ازدواجی زندگی کی گاڑی میں اہم رول مرد ادا کرتا ہے۔ کیوں کہ عملِ زوجیت اور نفقہ کی ادائیگی میں مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اس کے فعل کی محل یا منفعل ہوتی ہے، اس لیے عقد نکاح کو قائم رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا اختیار بھی صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

خلع: طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے۔ عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔ اگر عورت کو مرد کی شکل وصورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نامناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنا مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

Marfat.com

سیّد محمد قطب شہید لکھتے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی لیکن میں اسلام کے بعد کفر (ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس کا باغ واپس کردو گی؟ (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انہوں نے کہا، ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا: ”باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔“

(فی ظلال القرآن جلد 2 ص: 199، بیروت 1386ھ)

اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو، اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کرسکے تو پھر وہ قاضیٔ اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے۔ یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کرے گا۔

قاضی اور حکمین کی تفریق: طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے لیکن اگر مرد عورت پر تعدی (زیادتی) اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرا لے اور فقہ مالکیہ کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نفقہ دے، نہ طلاق دے، تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے۔ اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے، تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے۔ اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزایاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے، تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے۔ اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اور عورت کے گزر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فوری طور پر تفریق کر دے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کرلیں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی۔ یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح

Marfat.com

کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہبِ غیر (ائمہ ثلثہ میں سے ایک پر) کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے۔

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں: اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے۔ پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں۔ اب اگر وہ مرد اور عورت پھر ملنا چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ عورت عدّت گذارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور اس نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (ہمبستری) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدّت گذار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے۔ اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ وبچار اور غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پشیمانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور رو دھو کر مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاق دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد: جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو، صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیوں کہ میں بائیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آرہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے۔ جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے، حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے۔) اگر بیوی کے مطالبہ یا اس کی غلط طرزِ عمل کی

Marfat.com

وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرزِ عمل میں تبدیلی یا مطالبۂ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے۔ اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ جب کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت (صحبت کے بغیر) صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہے گا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گزر گئی اور عورت بائنہ ہوگی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج وتحدید میں مرد اور عورت کی رعایت: تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیوں کہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانۂ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام فخر الدین محمد رازی نے ''الطلاق مرتان'' کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ'' (سورہ البقرہ: آیت ۲۲۹)

''طلاق (رجعی) دوبار ہے پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک لینا ہے یا (عدت پوری کرنے کے لیے) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد: ۴ صفحہ: ۲۴۸، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا

Marfat.com

حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔" (سورہ البقرہ: ۲۳)

"پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ (عورت) اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (عدت کے بعد نکاح کر کے) آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ علم والوں کے لیے بیان فرماتا ہے۔"

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ و بچار اور غور و خوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے۔ اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے بکثرت احادیث اور آثار بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے، لیکن اگر کسی شخص نے بد قسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کو اب صبر و استقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے، نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے در بدر مارا مارا پھرے۔ کیوں کہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے خلاف ہے اور قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عددی معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپیوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے، پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اسلام کا دستور طلاق

ایک تجزیاتی مطالعہ

■ صابر رضا رہبرؔ مصباحی

اللہ عز وجل نے مرد وعورت کی تخلیق فرمائی پھر ان کے درمیان الفت ومحبت قائم کرنے کے لیے فطرت سے ہم آہنگ نکاح کا ایک جامع دستور دیا تا کہ وہ دائرۂ انسانیت میں رہ کر ایک دوسرے کو تسکین کا سامان بہم پہونچائیں، اس طرح وہ نکاح کے مقدس رشتے سے منسلک ہو کر نسل انسانی کی بقا کے ضامن بنے رہیں۔ اور جب وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نکاح سے آزادی چاہے تو پھر اس کیلئے طلاق کا نظام پیش کیا گیا تا کہ اس پر عمل کر کے معاشرتی حیات کے چین وسکون کو درہم برہم کئے بغیر ایک دوسرے سے جدا ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ کسی بھی سماج میں نکاح وطلاق کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیوں کہ جس طرح سے مرد وزن کے مابین قلبی سکون کے رشتے استوار کرنے کے لیے نظام نکاح پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک گھریلو اور سماجی امن وامان کو غارت ہونے سے بچانے کے لیے طلاق کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ معاشرہ سے اگر طلاق کے احکام اٹھا لیے جائیں تو بہت سے افراد کی عائلی زندگی جہنم کی صورت اختیار کر جائے گی اور بہت سے آباد گھر چشم زدن میں تباہی وبربادی کے عبرت انگیز نمونے پیش کرتے ہوئے نظر آنے لگیں گے۔

اسلام کا نظریہ طلاق: اسلام نے اپنے ماننے والوں کو طلاق کا راستہ دیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مرد جب چاہے غیر معمولی باتوں پر عورت کو طلاق دے کر اس کی زندگی

Marfat.com

سے کھلواڑ کرے یا پھر عورت محض چھوٹی چھوٹی باتوں پر طلاق کا مطالبہ کرے بلکہ اس کے لیے اس نے ایک ضابطہ اور اصول متعین کیا ہے۔ کیوں کہ اسلام کے نظریہ طلاق کا مقصد کسی گھر کو اجاڑنا نہیں، بسانا ہے۔ معمولی باتوں کی وجہ سے طلاق دینے والا شخص اسلام کی نظر میں برا اور گنہگار ہے اور یونہی بلا وجہ طلاق طلب کرنے والی عورت بھی۔ حدیث شریف میں ہے" عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اعظم الذنوب عند اللہ رجل تفرج امراۃ فلما قضی حاجتہ منہا وذھب بمہر ھا"(۱)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور پھر جب اپنی ضرورت پوری کر لے تو اسے طلاق دیدے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔

'وعن ثوبان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ایما امراۃ سألت زوجھا طلاقا من غیر باس فحرام علیھا مرائحۃ الجنۃ"(۲) یعنی جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

واضح ہو کہ طلاق حلال ہونے کے باوجود اسلام میں ناپسندیدہ عمل ہے، حدیث شریف میں ہے "عن محارب قال قال رسول اللہ ﷺ ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من طلاق" یعنی اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان میں طلاق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔(۳)

طلاق کی ضرورت واہمیت: معاشرہ میں امن وسکون قائم رکھنے میں جس طرح سے نکاح کا اہم رول ہے اسی طرح سماج میں چین وسکون کی فضا باقی رکھنے میں کبھی کبھی طلاق کا بھی کلیدی کردار ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شادی کے بعد زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا پھر دیگر وجوہات کی بنا پر گھر میں جنگ کا سا ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اس جنگ کو سرد کرنے میں گفت وشنید اور افہام وتفہیم کے ہر حربے ناکام ہو جاتے ہیں، نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے کہ بجائے اس کے کہ دونوں ایک دوسرے سے ملنے

Marfat.com

کے بعد الفت ومحبت کا مظاہرہ کرے، نفرت وعداوت اور بیزاری کا اظہار کرنے لگتے ہیں، ایسی ناگوار صورتحال میں دونوں کیلئے اپنی زندگی پُر لطف بنانے کی خاطر کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انہیں خوشگوار زندگی دے سکے۔ چنانچہ اس وقت ''طلاق'' کی ضرورت واہمیت کا احساس بڑی شدت کے ساتھ ہونے لگتا ہے تاکہ بھلائی کے ساتھ طلاق کے ذریعہ ان دونوں کو علیحدہ کرکے نفرت وبیزاری کی جنگ کا خاتمہ کردیا جائے۔ گویا اسلام کا نظریہ طلاق بھی انسان کو آپسی شورہ پستی سے بچانے کی ایک انمول کوشش ہے۔

طلاق کب دیا جائے اور کیوں:

قرآن مقدس میں ہے "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" (۴)

یعنی اپنی بیبیوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالی اس میں بہت ہی بھلائی پیدا کردے۔

یعنی اگر مرد کو بیوی پسند نہ ہو یا اس کی کوئی ادا ناپسند ہو تو وہ پہلے اسے سدھارنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے وہ افہام وتفہیم کی راہ اپنائے۔ اگر وہ اپنی بری عادت سے باز نہ آئے تو اس سے اپنا بستر الگ کرلے، پھر بھی وہ نہ مانے تو اس کو سزا دے۔ اگر اس کے باوجود وہ نہ سنبھلے تو اس کے میکے والے اسے سمجھائے یعنی ان کے درمیان رشتہ زوجیت برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ اگر دونوں کے مابین تلخی زیادہ بڑھ جائے تو فریقین اس کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ قرآن مقدس میں ہے 'وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا" (۵)

یعنی اگر تمہیں میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کرادے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

Marfat.com

طلاق کا معنی: طلاق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے عورت کا قید نکاح سے آزاد ہونا۔(٦)

طلاق کی تعریف: اصطلاح شرع میں مخصوص الفاظ کے ذریعہ فوراً یا کچھ دیر بعد نکاح کو ختم کر دینے کا نام ''طلاق'' ہے۔ خواہ ان الفاظ مخصوصہ کا استعمال شوہر خود کرے یا اس کا وکیل یا قاضی شرع، واضح رہے کہ بعض حالات میں قاضی شرع کو اس کا حق حاصل ہے۔ (٧)

طلاق کے اقسام: طلاق کی تین قسمیں ہیں: (١) طلاق احسن (٢) طلاق حسن (٣) طلاق بدعی

ان میں سے اوّل الذکر دونوں اسلام کے نزدیک بہتر ہیں جبکہ آخر الذکر صورت ناپسند اور قبیح ہے۔

طلاق احسن: یہ ہے کہ عورت کو اس کے پاکی کے دنوں میں (یعنی جن ایام میں ماہواری نہ آئے) اس سے صحبت کئے بغیر ایک طلاق دے۔

اس میں مرد کو رجوع کا اختیار رہتا ہے اور عدت کے اندر بلا نکاح صرف یہ کہہ کر کہ ہم نے رجوع کیا یا بیوی کو بوسہ لے لے تو رجعت ثابت ہو جائے گی۔ اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں۔

طلاق حسن: یہ ہے کہ عورت کو اس کے پاکی کے دنوں میں بلا مقاربت ایک طلاق دے پھر عدت گزرنے کے بعد دوسرے طہر میں ایک اور پھر تیسرے طہر میں ایک طلاق دے۔

اگر شوہر دو طلاق دے کر رجوع کرنا چاہے تو عدت کے اندر بغیر نکاح کے اور عدت کے بعد نکاح کے ذریعہ لوٹا سکتا ہے البتہ تیسری طلاق کے بعد اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور وہ اس کے لیے حلال نہ ہو گی۔ پہلی صورت کو طلاق بائن کہتے ہیں (یعنی دو طلاق والی صورت میں) اور دوسری صورت کو طلاق مغلظہ (تین طلاق والی صورت میں)

Marfat.com

طلاق بدعی: یہ ہے کہ مرد عورت کو اس کے ماہواری کے دنوں میں ایک یا اس سے زائد طلاق دے، یہ طریقہ اسلام کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔

اگر کسی نے اس فعل کا ارتکاب کرلیا تو اس پر رجعت واجب ہے، لیکن ان ایام میں دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی اور دینے والا گنہ گار ہوگا" عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ انہ طلق امراتہ وھی حائض فی عھد رسول اللہ ﷺ فسال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ عن ذالک فقال لہ رسول اللہ ﷺ مرہ فلیراجعھا ثم لیترکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس فتلک العدۃ التی امر اللہ ان یطلق لھا النساء" (۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر بن الخطاب نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے۔ پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہوجائے۔ پھر حیض آئے اور پھر پاک ہوجائے، اب وہ صحبت کئے بغیر چاہے تو روک رکھے، چاہے تو طلاق دے دے کہ طلاق دینے کا یہی وقت ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔

حلالہ اور اس کی صورت: اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک بار میں یا چند بار میں تین طلاق دے دے پھر دونوں غور وفکر اور سوچ وبچار کرکے مصالحت کرنا اور ایک ساتھ رہنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ عورت پہلے کسی دوسرے سے نکاح کرے پھر وہ مرد اس کو طلاق دے، اب وہ عورت اپنی عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ اسلام میں اس طریقے کو "حلالہ" کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ" (۹)

(ترجمہ) پھر اگر تیسری مرتبہ طلاق دی تو وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک نکاح

Marfat.com

کر کے دوسرے کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا شوہر اگر طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ دوبارہ نکاح کریں اگر دونوں سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حدیں نباہ سکیں گے۔

واضح ہو کہ شوہر ثانی کا محض نکاح کر کے طلاق دینا کافی نہیں بلکہ عورت کے ساتھ جماع کرنا بھی شرط ہے۔ اگر کسی نے بلا جماع طلاق دے دی تو وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

کچھ ناعاقبت اندیش لوگ اسلام کے اس قانون پر بھی انگلی اٹھاتے ہیں جب کہ اسلام کا اس سے مقصد طلاق کی بڑھتی شرح کو روکنا ہے اور یہ سزا کے طور پر مرد کی غیرت کو چیلنج ہے تاکہ وہ تین طلاق دینے سے پہلے خوب غور وفکر کر لے۔ حدیث پاک میں ہے " عن عائشة ان رجلا طلق امراته ثلاثاً۔ فتزوجت فطلق۔ فسئل النبی ﷺ أ تحل للاول قال "لا" حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول"(۱۰)

(ترجمہ): حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی پھر اس عورت نے دوسرے سے نکاح کی اور اس نے بھی طلاق دیدی، تو کیا وہ شوہر اول کے لئے حلال ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" جب تک اس کے کا مزہ دوسرا نہ چکھ لے۔ جیسا کہ پہلے شوہر نے چکھا ہے۔ (یعنی جماع نہ کرے)

اسلام نے جو عورت کو فرداً فرداً ہر طہر میں طلاق دینے اور دوران عدت بیوی کو اپنے پاس رکھنے اور اس کو نان ونفقہ دینے کا حکم دیا ہے اس میں بہت بڑی حکمت مضمر ہے اور وہ راز سربستہ یہ ہے کہ ان کے درمیان کسی بھی طرح پھر سے میل ومحبت ہو جائے اور وہ دونوں رشتہ ٹوٹنے کے آخری مرحلے میں بھی ایک ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جائے۔ کیوں کہ اس طویل وقفے میں ان دونوں کو ماضی کی باتوں پر سوچنے اور غور وفکر کرنے کا کافی مواقع میسر آتے ہیں، ہوسکتا ہے مرد نے جس وجہ سے طلاق دی ہو وہ ختم ہو جائے یا اس کی ناپسند عادت پسند آجائے، یا لوگوں کے سمجھانے سے دونوں راضی ہو جائیں یا عورت کی کوئی بات یا عادت اس کو اپنی جانب مائل کر لے اور یہ سب چیزیں اسی وقت وجود پذیر ہوں گی جب دونوں ایک ساتھ رہیں گے۔ یوں ہی کہا گیا ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک

Marfat.com

اس کو اپنے ساتھ رکھو۔ کیوں کہ کبھی کبھی بچے کی محبت بہت سے بگڑتے رشتے کو سنوار دیتی ہے۔ ممکن ہے کہ مرد بچے کی وجہ سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلے۔

واضح رہے کہ طلاق کے بعد بچہ جب تک عورت دوسری شادی نہ کرلے اس کے پاس رہے گی مگر مرد کو اس سے ملنے جلنے کا اختیار رہے گا اگر دونوں بچہ کو اپنے ساتھ رکھنے پر بضد ہوں تو اس کا فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا اور ہاں! اگر بچہ عاقل و بالغ ہے یا ذی شعور ہے تو فیصلہ وہ خود کرے گا کہ ہمیں والدین میں سے کس کے پاس رہنا ہے اور اسی کا فیصلہ حرف آخر تصور کیا جائے گا۔

وقوع طلاق کے شرائط: طلاق واقع ہونے کی چند شرطیں ہیں: (۱) طلاق دینے والا عاقل و بالغ ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل" (۱۱)

(۲) طلاق دینے والا ہوش و حواس میں ہو اور بیداری کی حالت میں طلاق دے رہا ہو۔ اسلام میں بچہ، مجنوں، معتوہ، سرسامی کیفیت میں مبتلا، بے ہوش اور نیند کی حالت میں دی گئی طلاق معتبر نہیں ہے۔ ایسے حالات میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی "لا یقع طلاق المجنون والصبی والمعتوه والمبرسم والمغمی علیه والمد هو ش والنائم" (۱۲)

(۳) نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی (۱۳)

(۴) اگر کسی نے بھول کر یا جان بوجھ کر کوئی ایسی چیز استعمال کرلی جو نشے والی نہیں تھی، مگر مزاج کی عدم موافقت کی وجہ سے استعمال کے بعد اس پر نشہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں اس نے طلاق دیدی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۱۴)

(۵) ہنسی، مذاق، اور سنجیدگی میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ ثلاث جدّهن جدّوهز لهنّ جدّا لنكاح، والطلاق، والرجعة" (۱۵)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں مثلاً سنجیدگی، ہنسی، مذاق میں کہی گئی بات واقع ہو جاتی ہے۔ پہلی

Marfat.com

نکاح، دوسری طلاق، تیسری چیز رجعت۔

(۶) غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہاں اگر غصہ اس قدر ہو کہ ہوش و حواس باقی نہ رہے اور بوقت طلاق اسے اتنا بھی شعور نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس حال میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۱۶)

(۷) طلاق کے لیے استعمال کئے گئے جملے کی نسبت صراحۃً یا کنایۃً بیوی کی طرف ہو (۱۷)

(۸) طلاق لکھ کر دینے یا طلاق نامہ پر مضمون سننے کے بعد دستخط کر دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۸)

(۹) گونگا اگر لکھ کر طلاق دے یا طلاق نامہ پر مضمون سننے کے بعد دستخط کر دے یا اپنے ان مخصوص اشاروں میں طلاق دے جن کو اس کے پاس رہنے والے لوگ سمجھتے ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عدد طلاق کی تعیین بھی اشاروں کے ذریعہ ہوگی۔ (۱۹)

(۱۰) زبردستی دلائی گئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۱۱) دل میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی جب تک اس کو وہ زبان پر نہ لائے۔ حدیث پاک میں ہے "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوز لامتی عما حدثت به نفسها مالم تعمل به او تكلم به" (۲۰)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ان کے دل میں آنے والی باتوں کو معاف فرما دیا ہے۔ جب تک وہ اس پر عمل نہ کریں یا زبان سے ادا نہ کرے۔

(۱۲) طلاق دیتے وقت وہ شادی شدہ ہو غیر بیوی کو طلاق دینا درست نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'روی شعیب عن ابيه عن جده رضی الله عنهم ان رسول الله ﷺ قال لا طلاق فيما لا يملك" (۲۲)

حضرت شعیب روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس (عورت) کا انسان مالک نہیں اس کو طلاق نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

(۱۳) طلاق کے واقع ہونے کے لیے گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

(۱۴) ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی۔ خواہ وہ ایک ہی جملے میں ہوں یا متعدد جملے میں۔ حدیث پاک میں ہے ’عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ فی ھذا الخبر قال فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ ﷺ فانفذہ رسول اللہ ﷺ‘ (۲۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی ایسا نہیں ہے کہ وہ ایک شمار ہوگی۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے اگر چہ یہ طریقہ صحیح نہیں اور دینے والا گنہ گار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے ’عن مخرمة عن ابیہ قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین ظھر کم حتی قام رجل وقال یا رسول اللہ! الا اقتلہ“ (۲۴)

یعنی حضرت مخرمہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی ایسے شخص کے بارے میں جس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں تھیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ سخت ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہو جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک شخص مجلس سے کھڑا ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں اس کو قتل نہ کر دوں۔

(۱۵) طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں۔ اگر عورت خود اپنے آپ کو طلاق دے یا اپنے شوہر کو طلاق دے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے تو طلاق واقع نہ ہوں گی۔ ہاں! اگر شوہر بیوی کو اس کا اختیار دے دیا ہو اور بیوی اس کے دیئے ہوئے اختیار کے تحت اپنے آپ کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

Marfat.com

ہیں "عن عائشة رضی اللہ عنها خیرنا رسول اللہ ﷺ فاخترناه فلم یعد ذالك شيئا" (۲۵)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں طلاق کا اختیار دیا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کیا۔ چنانچہ آپ نے طلاق کا شمار نہ کیا (یعنی اپنے اختیار کا استعمال نہ کیا)

طلاق دینے کے طریقے: اگر مرد کو بیوی ناپسند ہو یا دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہوں اور ان کے درمیان صلح کی کوئی بھی امید نہ ہو تو بجائے اس کے کہ مرد عورت کو اپنے نکاح میں رکھ کر اس کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرے اور دونوں اپنا سکون غارت کر کے زندگی جہنم بنالے۔ طلاق کے ذریعہ علیحدگی اختیار کر لینا زیادہ بہتر ہے۔ قرآن مقدس میں ہے "

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (۲۶)

"طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں کچھ واپس لے لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتے۔ دوسرا خلع کا بیان یعنی اگر دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو مرد نا اتفاق دے دے۔ اگر عورت مطالبہ کر رہی ہے تو مرد طلاق دینے کے بدلے عورت سے کچھ لے کر اس کو اپنے نکاح سے آزاد کر دے۔ بیوی کو ستانے کی نیت سے طلاق نہ دینا گناہ ہے۔ اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ قرآن

Marfat.com

مقدس میں ہے ''وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (۲۷)

(ترجمہ) اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

زمانہ ماضی میں لوگ اپنی بیبیوں کو ستانے کے لیے یہ طریقہ اپناتے تھے یعنی وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیتے اور جب عدت کی مدت قریب ہوتی تو وہ رجعت کر لیتے چنانچہ اسلام نے اس طریقہ کو باطل قرار دیا۔

مرد کو خیار طلاق کے اسباب: اسلام میں طلاق دینے کا حق صرف مرد کو حاصل ہے، عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو طلاق دے۔ مساوات کے کھوکھلے نعرہ لگانے والے ناعاقبت اندیش لوگ اسلام کے اس دستور کو لے کر یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اسلام نے صرف مردوں کو طلاق کا حق دے کر عورتوں پر ظلم وستم کا دروازہ کھول دیا ہے کہ مرد جب چاہے اس پر ظلم کرے اور اس نے اس کے ساتھ سوتیلا سلوک اختیار کیا ہے۔ حالانکہ اسلام نے عورتوں کو حق طلاق نہ دے کر اسے اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگی کو جہنم بنانے سے بچایا ہے جو عورتوں پر اسلام کا احسان عظیم ہے۔ مردوں کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا اس کی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ: شوہر اپنی بیوی کا مالک ہوتا ہے اس کے نان ونفقہ کا سارا بوجھ اس کے سر ہوتا ہے۔ لہٰذا طلاق کا مالک وہی ہوگا اور یہ حق اسی کو ملنی چاہیے کہ وہ اپنی ملکیت سے کسی کو بے دخل کر دے۔

دوسری وجہ: عورت میں غور وفکر اور سوچنے سمجھنے کا مادہ کم ہوتا ہے۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام لیتی ہے۔ مشاہدات وتجربات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ عورت کبھی کبھی معمولی باتوں پر طلاق کا مطالبہ کرنے لگتی ہے۔ بسا اوقات ایسی ایسی بات پر طلاق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے جس کو سن کر ایک انسان بے ساختہ ہنس پڑتا ہے۔

Marfat.com

ہندوستان کی ایک مشہور اداکارہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ محض اس لیے کیا تھا کہ اس کے شوہر نے اس کو باہر ملک اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو لے جانے سے منع کر دیا، یہی نہیں اس کے لیے اس نے کورٹ کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا جب کہ دیکھا گیا کہ کچھ دنوں بعد ان دونوں کے درمیان صلح ہوگئی۔

کیا اس چھوٹے سے معاملہ کو سلجھانے کے لئے مطالبۂ طلاق کے علاوہ افہام و تفہیم کی راہیں موجود نہ تھیں؟ اس کے باوجود طلاق کا مطالبہ عورت کی کم عقلی اور عجلت پسندی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے علاوہ بھی بہت ساری وجہیں ہیں۔

خلع اور اس کے احکام

خلع کی تعریف: مرد کی طرف سے کسی ایسے مال کے مقابلے میں جس پر زوجین کا اتفاق ہوگیا ہو، رشتۂ نکاح کو ختم کرنا خلع ہے۔ مثلاً شوہر کہے کہ میں تجھے اتنے مال کے بدلے طلاق دیتا ہوں اور بیوی اسے قبول کر لے یا بیوی شوہر سے کہے کہ حق مہر کے بدلے طلاق دے دو اور شوہر طلاق دے دے۔ (۲۸)

خلع کا حکم: خلع کرنے سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ بیوی اگر شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو تو شوہر کو کچھ مال دے کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ قرآن مقدس میں ہے "فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ" (سورہ البقرہ آیت ۲۲۹)

(ترجمہ) پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ ہے دے کر عورت چھٹی لے۔ (۲۹)

ایلا اور اس کا حکم

ایلا کی تعریف: چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے لیے یا بلا تعیین مدت کے اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالینا۔ یا بیوی سے صحبت کرنے پر کسی ایسے کام کو اپنے اوپر لازم کر لینا جس کا ادا کرنا فی نفسہ مشکل ہو "ایلا" کہلاتا ہے۔ مثلاً کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ اگر میں تجھ سے چار ماہ کے اندر وطی کروں گا تو مجھ پر حج یا ایک ماہ کا روزہ لازم ہوگا، لیکن کسی

Marfat.com

ایسی چیز کا ذکر کرنا جس کا ادا کرنا آسان ہو تو وہ ایلا نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر میں چار ماہ کے اندر تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر چار رکعت نماز یا ایک دن کا روزہ لازم ہوگا۔

ایلا کا حکم: اگر شوہر نے ایلا کی مدت کے اندر بیوی سے صحبت نہ کی اور مدت گذر گئی تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ (۳۰)

ظہار اور اس کا حکم

ظہار کی تعریف: مرد کا اپنی بیوی کے کسی ایسے جز ظاہر کو یا ایسے جز کو جس کو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے یا ایسی عورت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس عضو کی طرف اس مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ جیسے کسی نے کہا کہ "تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے" "ظہار" کہلاتا ہے۔

ظہار کا حکم: ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کفارہ واجب ہوتا ہے۔ ظہار کرنے والے پر جماع سے قبل کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

ظہار کا کفارہ: ظہار کا کفارہ غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ پے در پے دو مہینے کا روزہ رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (۳۱)

لعان اور اس کا حکم

لعان کی تعریف: مرد کا اپنی پاک دامن بیوی پر زنا کی تہمت لگانا "لعان" ہے۔ (۳۲)

لعان کے لیے عورت کا عاقلہ بالغہ حرّہ مسلمہ عفیفہ ہونا شرط ہے۔ (۳۳)

لعان کا طریقہ: لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے سامنے پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے۔ یعنی کہے کہ "میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں۔" پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ "مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر اس بات میں جھوٹا ہوں"۔ اور عورت چار بار کہے کہ "میں گواہی دیتی ہوں خدا کی قسم کھا کر۔ اس نے جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس بات میں وہ جھوٹا ہے۔" اور پانچویں مرتبہ یہ" کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر یہ اس میں سچا

Marfat.com

ہے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔"

لعان کی شرط: مرد و عورت کا عاقل و بالغ ہونا؛ جس پر وہ تہمت لگا رہا ہو وہ اس کی بیوی ہو۔ اگر مرد تہمت لگائے اور عورت اقرار کرلے تو لعان نہ ہوگا۔ (۳۴)

لعان کا حکم: اگر لعان ثابت ہوجائے تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ (۳۵)

مآخذ و مراجع

۱۔ بخاری شریف صفحہ: ۹۸۵
۲۔ کتاب سنن ترمذی صفحہ: ۳۱۰
۳۔ سنن ابوداؤد جلد: ۱ صفحہ: ۳۹۶۔ لاہور
۴۔ قرآن مقدس سورہ نساء آیت ۱۹
۵۔ قرآن مقدس سورہ نساء آیت ۳۵
۶۔ فرہنگ آصفیہ جلد: ۲ صفحہ: ۱۳۳۶
۷۔ الدر المختار، جلد: ۲ صفحہ ۵۶۹/ ۵۷۱
۸۔ قرآن مقدس سورہ بقرہ آیت ۲۸۸
۹۔ قرآن مقدس سورہ طلاق آیت ۶
۱۰۔ بخاری شریف صفحہ: 557 مسلم شریف صفحہ: ۹۸۷
11۔ قرآن مقدس، آیت
۱۲۔ بخاری شریف صفحہ: ۹۸۸/ نسائی صفحہ: 555
۱۳۔ قرآن مقدس
۱۴۔ تنویر الابصار جلد ۲ صفحہ ۲۷۶
۱۵۔ تنویر الابصار جلد ۲ صفحہ: ۵۸۵
۱۶، ۱۷۔ تنویر الابصار جلد ۲۲ صفحہ: ۳۴۰
۱۸۔ ترمذی شریف صفحہ: ۳۰۹
۱۹۔ الدر المختار جلد ۲ صفحہ: ۵۷۹
۲۰۔ ایضا جلد ۲ صفحہ: ۳۴۰
۲۱۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۵۸۴/ ۵۸۹
۲۲۔ ایضا
۲۳۔ ترمذی صفحہ: ۳۰۹، ابن ماجہ صفحہ: ۹۹۱
۲۴۔ سنن ترمذی صفحہ: ۳۰۸
۲۵۔ سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۰۶
۲۶۔ سنن نسائی صفحہ: ۵۵۴
۲۷۔ بخاری شریف صفحہ: ۹۸۹/ مسلم شریف صفحہ: ۵۲۲
۲۸۔ الدر المختار جلد ۲ صفحہ: ۷۶۶/ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ: ۲۲۳
۲۹۔ قرآن مقدس سورہ نساء آیت ۳۵
۳۰۔ الدر المختار جلد ۲ صفحہ: ۷۴۹/ ۷۵۰
۳۱۔ قانون شریعت جلد ۲ صفحہ: ۹۵
۳۲۔ الدر المختار جلد ۲ صفحہ: ۸۰۸
۳۳۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ: ۸۱۰
۳۴۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ: ۸۱۱
۳۵۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ: ۸۰۵

Marfat.com

طلاق کے عادلانہ اصول

■ مفتی محمد نظام الدین رضوی

نکاح میاں، بیوی کے درمیان ایک خاص قسم کا معاہدہ ہے جس کی وجہ سے عورت کے بہت سے حقوق شوہر کے ذمہ لازم ہو جاتے ہیں مثلاً رہائش کے لیے گھر کا انتظام، پہننے کے لیے لباس اور کھانے، پینے کے لیے غذا وغیرہ کا انتظام، اور اس کے ساتھ حسن معاشرت و جنسی حقوق۔ وغیرہ

انھیں حقوق اور ذمہ داریوں سے شوہر کے خاص طرح سے سبک دوش ہو جانے کا نام طلاق ہے۔ طلاق کے ذریعہ شوہر عورت کی حق تلفی نہیں کرتا بلکہ اس کے حقوق سے اپنے آپ کو آزاد کر لیتا ہے، اس لیے اسلام نے طلاق کا اختیار شوہر کے ہاتھ میں دیا ہے۔

کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی تنظیم، تحریک، کمپنی، ادارے یا پارٹی کی رکنیت یا کوئی ذمہ داری قبول کر کے اس کی فلاح و بہبود اور ترقی و فروغ کے لیے کام کرنے کا معاہدہ کرتا ہے پھر اسے کوئی شکایت ہوتی ہے تو اسے اختیار ہوتا ہے کہ استعفا دے کر اس تنظیم یا تحریک وغیرہ کے حقوق اور ذمہ داریوں سے اپنے کو آزاد کر لے اور آئے دن ایسا ہوتا بھی رہتا ہے اور کوئی صاحب عقل و بصیرت اسے پارٹی یا تنظیم وغیرہ کی حق تلفی نہیں تصور کرتا، نہ اسے حقوق انسانی کی پامالی سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے ذمہ عائد ہونے والے حقوق اور ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو سبک دوش اور آزاد کرنا ہے، اس کا کسی کے حق کی پامالی سے کیا تعلق، اسی لیے ہر پارٹی اور ہر تنظیم و ادارہ کے دستور میں اسے پارٹی اور تنظیم کو چھوڑنے کا اختیار ہوتا ہے۔

اس مثال کی روشنی میں طلاق کے حق کو بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ شوہر کی طرف سے ایک طرح کا استعفا ہے لہٰذا، اسے کسی انسانی حق کی پامالی نہیں سمجھنا چاہیے اور یہاں میرا مقصود

Marfat.com

بس اسی کی تفہیم ہے۔

قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر احادیث میں طلاق کا ذکر ملتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خدائے پاک کا قانون ہے جو انسانیت سے بہت ہم آہنگ اور فطری تقاضوں کے مطابق ہے۔ عقل سلیم یہ باور کرتی ہے کہ جب میاں، بیوی کے درمیان رنجش اس حد کو پہنچ جائے کہ دونوں میں نباہ کی گنجائش نہ رہ جائے تو دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوکر چین وسکون کی زندگی بسر کرنے کے راستے اپنا سکتے ہیں اور اس جدائی کا راستہ طلاق ہے۔

اگر ایسا نہ ہو تو دونوں ایک دوسرے کے لیے الگ الگ حالات میں وبالِ جان اور سوہانِ روح بن سکتے ہیں۔ بیوی کو اگر شوہر کسی وجہ سے نامنظور ہو، اور اس کے مذہب میں چھٹکارا پانے کی کوئی راہ نہ ہو تو وہ مجبور ہوکر شوہر کی زندگی کا بلکہ کبھی کبھی اپنی بھی زندگی کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ یوں ہی اگر شوہر کو یہ معلوم ہو کہ اس کے مذہب میں اس کی ظالم بیوی سے چھٹکارے کی راہ بند ہے تو وہ بھی کچھ اسی طرح کا اقدام کر سکتا ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے، اخبارات میں اس طرح کی خبریں برابر شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن جب انھیں یہ یقین ہوگا کہ ہمارے مذہب میں تعلقات کی خرابی کی صورت میں نکاح کے بندھن کو کھول کر آزاد فضا میں سانس لی جا سکتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی زندگی کو برباد کرنے کے بجائے وہی راستہ اپنائیں گے جس میں دونوں کے لیے عافیت اور سلامتی ہو۔ اسلام کے اس فطری نظام کے خلاف آواز اٹھانا، یا اُس کو ختم کرنے کے لیے کورٹ کا سہارا لینا دانشمندی کی بات نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دینِ فطرت کے خلاف بڑا ہی غیر منصفانہ اقدام ہے۔

طلاق اسلام میں ناپسندیدہ امر ہے مگر کچھ خاص مجبوریوں کی صورت میں اس کی اجازت بھی ہے اور ایک ساتھ تین طلاقیں دینا تو ایک طرح کا مجرمانہ عمل وگناہ بھی ہے تاہم طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ گناہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طلاقیں نہیں پڑیں یا، ایک ہی طلاق پڑی جیسے کسی کو ناحق پتھر مارنا ایک مجرمانہ عمل اور گناہ ہے تاہم کوئی مارے گا تو مار کھانے والے کو چوٹ ضرور لگے گی اور تین پتھر مارے گا تو تین چوٹیں لگیں گی اور یہ کہہ کر اُسے نہیں ٹالا جا سکتا کہ مارنے والے نے نادانی کی ہے یا گناہ کیا ہے اس لیے مار کھانے

Marfat.com

والے کو چوٹ نہیں لگی، یا ایک ہی چوٹ لگی۔ یا کسی کو شراب پلانا، زہر کھلانا بھی بلاشبہ حرام و گناہ اور نادانی کا کام ہے مگر صرف اس وجہ سے ان کو بے اثر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حرام و گناہ ہیں اور اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں ان کی ممانعت یا اُن کا حرام و گناہ ہونا اپنی جگہ حق و درست ہے مگر ان کے برے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تین بار زہر کا گھونٹ پینے سے صرف ایک بار اثر ہوگا اور شراب کے تین گھونٹ حلق سے اتارنے پر صرف ایک گھونٹ اپنا کرشمہ دِکھائے گا۔

اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی کو گالی دینا حرام و گناہ ہے، اسلام نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے تاہم اگر کوئی کسی صاحب عزت و وجاہت انسان کو ایک ساتھ تین بار گالیاں دے دے تو اس کا شیشہ دل اس سے ضرور زخمی ہوگا اور ایک بار نہیں، تین تین بار زخمی ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ وہ دیکھنے کی چیز نہیں اس لیے اس کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا۔ اب کوئی یہ کہے کہ ان سب گالیوں میں ضربِ کاری کی تاثیر کہاں، کسی ایک گالی سے کچھ ٹھیس پہنچتی ہے تو اس کے لیے خداتے دنا ہی کی جاسکتی ہے۔

الغرض اگر یہ طرز فکر غیر دانش مندانہ اور غیر منصفانہ ہے اور تقاضاے فطرت کے خلاف ہے تو تین طلاقوں کے بارے میں وہ بات بھی غیر دانش مندانہ اور تقاضاے فطرت کے خلاف ہے۔

احادیث نبویہ یہاں تک کہ احادیثِ صحیح بخاری بھی شاہد ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، قرآن حکیم کا فرمان بھی یہی شہادت دیتا ہے اور اسی پر ہمارے چاروں مذہب کے اماموں (امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور) ان ماننے والے کروڑہا کروڑ بے شمار مسلمانوں کا اتفاق و اجماع بھی ہے اس لیے اس کے خلاف کوئی اقدام مسلم پرسنل لا میں صریح مداخلت اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کے بے شمار مسلمانوں کی دِل آزاری ہے۔ اگر کچھ خواتین اس طرح کی آواز اٹھاتی ہیں تو اربابِ فہم و دانش کو انھیں سمجھانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ معاشرے میں سب یکساں نہیں ہوتے، اللہ نے پانچوں انگلیاں برابر نہیں رکھیں، اس لیے ہماری

Marfat.com

حکومت اور ہمارے فاضل جج اِن باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ باتیں سب کی سنی جاتی ہیں مگر فیصلہ وہ کیا جاتا ہے جو، اربابِ دانش کے دل کی آواز اور بالخصوص آسمانی مذہب کا پاسبان ہو۔

ہاں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی شوہر بے رحم مل جاتا ہے اور بیوی کو ستاتا ہے، اسے لٹکائے رکھتا ہے جس کے باعث اس کی زندگی بھنور میں پھنسی رہتی ہے اور وہ اس کے آزار سے اس لیے چھٹکارا نہیں حاصل کر پاتی کہ طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ میں نہیں، یا کبھی شوہر نامرد ہوتا ہے اس لیے عورت کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور شوہر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا، یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یتیم بچی کا نکاح دور کے رشتہ والے غیر مناسب شخص کے ساتھ کر دیتے ہیں اور یہ اس کے لیے باعث اذیت ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر پردیس گیا اور لاپتہ ہو گیا، اس کی زندگی و موت کا کوئی حال نہیں معلوم ہوتا اور عورت اس کے گھر پر بے سہارا نان و نفقہ سے محتاج ہونے کے ساتھ وظیفۂ زوجیت سے بھی محروم ہوتی ہے۔ اِن کے سوا بھی اس کی زندگی میں دوسری مشکلات پیش آتی رہتی ہیں جن سے دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک سی نظر آتی ہے۔

اس کا علاج کیا ہے؟ کیا اسلام نے اس کی زندگی کو معمول پر لانے اور خوش گوار بنانے کے لیے کچھ انتظامات کیے ہیں؟ یہی وہ فکر انگیز سوال یا نازک موڑ ہے جہاں بعض خواتین چیخ کر واویلا مچانے لگتی ہیں، کیوں کہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام نے صرف شوہر کو طلاق کا اختیار دے کر مصیبت زدہ اور بے سہارا عورتوں سے صَرفِ نظر کیا ہے اور جب انھیں کوئی حل نظر نہیں آتا تو وہ کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہیں۔

ہم ایسی بہنوں کو خاص کر اور تمام انسانی برادری کو عام طور پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام میں سارے آپشن (Option) کھلے ہوئے ہیں۔ اسلام نے یتیم بچیوں اور دوسری بلاؤں میں پھنسی ہوئی عورتوں کو وہ سہارا عطا کیا ہے جسے محسوس کر کے زبانِ دل بیساختہ رحمتِ اسلامی کی قائل ہو جاتی ہے۔

اسلام ایسی عورتوں کو بڑی فراخ دلی اور بشاشت کے ساتھ یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ

Marfat.com

اپنے علاقے کے سب سے بڑے عالم دین، مرجعِ فتوی کے یہاں عرض حال کریں پھر وہ جانچ کرے اور بیانات درست ہوں تو کچھ ضروری کارروائی کے بعد نکاح فسخ کر کے عدت کے بعد عورت کو اپنی صواب دید کے مطابق دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت دے دے۔

ہمارے یہاں دارالافتاء جامعہ اشرفیہ [مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش۔ ہند] میں ایسے تمام امور کی سماعت ہوتی ہے اور تفتیش و تحقیق کے بعد فیصلہ صادر کر کے عورت کی خوش گوار زندگی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔

شوہر کے ممکنہ ظلم یا اُس پر افتاد کی صورت میں مصیبت سے رہائی کی ایک صورت "تفویضِ طلاق" بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عورت یا اُس کا وکیلِ نکاح جب نکاح کا ایجاب کرے تو اس میں یہ شرط لگا دے کہ شوہر کی طرف سے پیش آنے والی مصیبت کی صورت میں اسے اپنے آپ کو طلاق بائن دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر مرد عورت کی اس شرط کو نکاح میں قبول و منظور کر لیتا ہے تو اس کی طرف سے کوئی ظلم و زیادتی ثابت ہونے یا اس کے لاپتہ ہونے پر بیوی کے مصیبت سے دو چار ہونے کی صورت میں اسے یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو طلاق دے کر آزاد کر لے۔

اسلامی شریعت کی صدیوں پرانی کتابوں جیسے فتاوی قاضی خاں، ہدایہ، فتح القدیر، نہایہ، تبیین الحقائق، بحر الرائق، درمختار (وغیرہ) میں اور اردو زبان کی معروف و مستند کتابوں جیسے فتاوی رضویہ اور بہارِ شریعت (وغیرہ) میں بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات موجود ہیں بلکہ اس کی بعض صورتوں کا ذکر تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثوں میں بھی ہے اور اس طرح اس کا تاریخی رشتہ عہدِ رسالت سے جڑا ہوا ہے۔

"تفویضِ طلاق" کا معنی ہے "طلاق کا اختیار سونپ دینا" چوں کہ ہونے والا شوہر عورت یا اُس کے وکیلِ نکاح کے ذریعہ پیش کی گئی شرط پر اسے طلاق کا اختیار سونپ دیتا ہے اس لیے اسے بھی طلاق دینے کا حق مل جاتا ہے۔ اصل مالک طلاق کا، شوہر ہی ہے اور یہ بات سماج کے ہر صاحبِ فہم پر روشن ہے کہ کسی چیز کا مالک اپنے اختیار خاص سے دوسرے کو

Marfat.com

بھی اختیار سونپ کر اسے مالک بنا سکتا ہے بلکہ بناتا بھی ہے۔

مرجعِ فتویٰ مفتی کے ذریعہ نکاح فسخ کر کے عورت کو شوہر سے آزاد کرنے کی چند صورتیں یہ ہیں:

(۱) شوہر غربت وافلاس کے باعث نفقہ کے انتظام سے عاجز ہو۔

اور تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ عورت مسلسل تنگیٔ نفقہ کے آزار میں مبتلا ہے اور شوہر کی حالت جوں کی توں بنی ہوئی ہے یعنی محتاج ہے اور بیوی کے حق میں حاجتِ دائمہ متحقق ہے تو پہلے شوہر کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے تاکہ اس کی وجہ سے وہ پوری زندگی مصیبت کے بھنور میں نہ پھنسی رہے لیکن اگر شوہر کسی طرح بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو حرجِ عظیم وضررِ شدید کے ازالہ کے لیے اجازت ہے کہ اب قاضی یہ نکاح فسخ کر دے۔

(۲) شوہر مفقود الخبر ہے یعنی ایسا لاپتہ ہے کہ اس کی موت وحیات کا بھی سراغ نہیں ملتا، ساتھ ہی وہ نقد وجنس بھی مفقود ہے جس سے عورت کا کام چل سکے۔

(۳) شوہر غائب ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کہاں ہے؟ کب آئے گا؟ ہاں! یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے خواہ کہیں بھی ہو۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں غَیبتِ مُنقطعہ کہتے ہیں۔

(۴) شوہر غائب ہے مگر غَیبتِ مُنقطعہ نہیں یعنی معلوم ہے کہ فلاں جگہ ہے مگر آتا نہیں اور نہ ہی کسی طرح اس سے نفقہ حاصل ہو پاتا ہے۔

(۵) شوہر موجود ہے مگر اس نے بیوی کو لٹکا رکھا ہے، نہ طلاق دے کر اسے آزاد کرتا ہے، نہ ہی اس کے حقوق (نان ونفقہ وغیرہ) ادا کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں عورت جہاں نان ونفقہ سے محروم ہے وہیں حقوقِ زوجیت سے بھی محروم ہے جس کے باعث اس زمانہ میں عورتوں کے مبتلائے گناہ ہونے کا عظیم خطرہ درپیش ہے۔ یہ خود ایک سخت ضرر اور حرج ہے۔ ان تمام صورتوں میں بھی آخر کار فسخ نکاح کی اجازت ہے۔

(۶) خیارِ بلوغ: میاں، بیوی کم عمر ہوں اور باپ، دادا کے علاوہ کسی اور نے ان کا

Marfat.com

نکاح کر دیا تو انھیں یہ اختیار ہے کہ بالغ ہو کر اپنے نفس کو اختیار کریں، پھر مفتی کے یہاں عرض حال کر کے نکاح فسخ کرالیں۔

(۷) شوہر **مقطوعُ الذَکَر** ہے یعنی اس کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہے۔

(۸) یا **عِنِّین** ہے یعنی آلۂ تناسل تو ہے مگر نامرد ہے۔

یہ دونوں صورتیں ثابت ہونے پر بھی عورت کو شریعت فسخِ نکاح کا حق عطا کرتی ہے۔

(۹) جس مرد کے خصیے نکال لیے گئے ہوں۔

(۱۰) یا شوہر خنثیٰ (ہجڑا) ہے اور مرد کی طرح پیشاب کرتا ہے۔ یہ دونوں بھی عِنّین کے حکم میں ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے کتاب ''مجلس شرعی کے فیصلے'' (مطبوعہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ فسخ نکاح کا حق کس قاضی و مفتی کو حاصل ہے۔ جو عورت شوہر کی وجہ سے مبتلائے آفات ہو جائے اس کے لیے اسلامی شریعت نے آسانی کے جو، راستے کھلے رکھے ہیں یہ ان کا ایک خاکہ ہے۔ اربابِ قانون و انصاف کے لیے دار الافتاء جامعہ اشرفیہ (قصبہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش، ہند) کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ یہاں سے مسلم پرسنل لا کے تعلق سے شرعی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

■ ■ ■

Marfat.com

طلاق کے اصول اور ضابطے

■ مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

طلاق لغت میں چھوڑ دینے اور جدائی اختیار کرنے کو کہتے ہیں اصطلاح شرع میں مرد کا عورت کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ قید نکاح سے رہا کر دینا طلاق ہے۔

طلاق دینے کا حق شوہر کو حاصل ہے، وہ اپنے حق میں با اختیار ہے کہ معقول اسباب کی بنا پر اپنا اختیار استعمال کرے اور اپنی منکوحہ سے دست بردار ہو جائے، لیکن اسلام طلاق کو ناپسند فرماتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ. (۱)

اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 'مَا اَحَلَّ اللّٰہُ شَیْئًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ." (۲)

اللہ نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان میں سب سے ناپسندیدہ اس کے نزدیک طلاق ہے۔

ایک اور ارشادِ نبوی ہے: "تَزَوَّجُوْ وَلَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ." (۳)

شادیاں کرو اور طلاق نہ دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

اگر نکاح اور طلاق کا مقصد صرف اتنا ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل ہو تو اسلام ہرگز ایسے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، پھر میاں بیوی کے درمیان علاحدگی طلاق کے ذریعہ ہو یا خلع کے ذریعہ دونوں صورتیں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مبغوض ہیں۔

رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: "ایما امراۃ سئلت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ." (۴)

Marfat.com

جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق طلب کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اس ارشادِ رسول کی روشنی میں پتا چلا کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے طلاق دینا اور عورت کا طلاق طلب کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اسلام نے مرد کو طلاق دینے کی آزادی دی ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ طلاق کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر بیوی پسند نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کے ساتھ نباہ کی کوشش کی جائے۔ رب کریم کا ارشاد ہے: ''وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا.(۵)

اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمھیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (کنزالایمان)

مذکورہ آیت سے یہ سبق ملا کہ اگر بیوی بد خلق ہو یا قبول صورت نہ ہو تو طلاق دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، ممکن ہے کہ خالقِ کائنات اسی بیوی سے لائق اور نیک اولاد بخشے جو دنیا اور عقبیٰ کی بھلائی کا سبب بنے۔

شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کی اصلاح کے لیے کوئی معتدل راہ اختیار کرے اور اس کے ساتھ محبت و الفت سے پیش آئے، اصلاح کی تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی موثر صورت نظر نہ آئے تو شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے، لیکن ایک ہی ساتھ تینوں طلاق نہ دے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: ''عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لُبَيْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاتَه ثلث تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتَّىٰ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَقْتُلُه.''(۶)

محمود ابن لبید سے مروی، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، تو آپ غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے، جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، یہاں تک کہ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا، یارسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا شریعت کے خلاف ہے اور شریعت کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کے ساتھ بسا اوقات

Marfat.com

بہت ساری دنیاوی دشواریوں اور رسوائیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، اگر ہم اسلام کے بتائے ہوئے قانون پر عمل کریں تو اللہ ورسول کی گرفت اور دنیاوی رسوائیوں سے بچ سکتے ہیں۔

طلاق کی قسمیں: اب ہم ذیل کی سطروں میں طلاق کے تعلق سے کچھ بنیادی اور ضروری تفصیلات پیش کرتے ہیں:

طلاق جس طرح بھی دی جائے واقع ہو جائے گی، مگر اسلامی قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ یہ تفریق اور جدائی بھی بہتر طریقے سے ہو۔ طلاق دینے کی بعض صورتیں پسندیدہ اور بعض ناپسندیدہ ہیں۔ اس لحاظ سے فقہائے اسلام نے طلاق کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ طلاق اَحسن، طلاقِ حسن، طلاقِ بدعی۔

طلاق اَحسن: جن ایام میں عورت ماہ واری سے پاک ہو اور اس سے مقاربت (ہم بستری) بھی نہ کی گئی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے۔ اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے۔ یعنی اپنے شوہر سے مکمل طور پر علاحدہ ہو جاتی ہے، اب وہ جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو فریقین کی رضامندی سے دوبارہ بغیر حلالہ کے نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاقِ حسن: جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں ایک طلاق دی جائے، اور ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق دی جائے، اور دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے، اس کے بعد جب تیسری ماہ واری گزر جائے گی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی، اور اب حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی: اس کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک مجلس میں تین طلاق یک بارگی دی جائے خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاقیں دیں۔ یا چند کلمات سے مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ (۲) عورت کی ماہ واری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے۔ (۳) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی بھی صورت میں ہو اس کا دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

صریح اور کنایہ جن الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ صریح اور کنایہ۔

صریح: وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو، چاہے وہ کسی زبان کے الفاظ ہوں اور اس لفظ کو سنتے ہی ذہن فوراً طلاق کی طرف جائے۔ عرف میں اس کا اور کوئی معنی نہ

Marfat.com

سمجھا جائے، مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا: میں نے تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تو مطلقہ ہے، تو طالق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اے مطلقہ، میں نے تجھے چھوڑا۔ وغیرہ۔

اگر طلاق کے الفاظ بگاڑ کر کہے، جیسے طلاق، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاکھ، تلاّ کھ، تلاخ، تلاّخ، تلاق، طلاق، بلکہ توتلے کی زبان سے تلات، یہ سب صریح کے الفاظ ہیں۔ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو۔ یہ الفاظ ہنسی مذاق میں کہے، یا سنجیدگی سے غصے اور نشے کی حالت میں کہے یا عام حالت میں۔ ان الفاظ سے ایک یا دو مرتبہ طلاق دی تو طلاق رجعی ہوگی، یعنی مرد عدت کے اندر بیوی کو بغیر نکاح لوٹا سکتا ہے۔ اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں "رجعت" کہتے ہیں، اور عدت گزر جانے کے بعد رجعت نہیں کر سکتا۔ ہاں باہمی رضامندی سے دوبارہ بغیر حلالہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر تین دفعہ دے دی تو بیوی طلاق دینے والے پر مکمل طور پر حرام ہو جائے گی۔ اس صورت میں بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

کنایہ: ایسے الفاظ جو طلاق ہی کے لیے خاص نہ ہوں، بلکہ طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہوں، مثلاً اظہارِ غضب، نفرت، بیزاری اور ڈانٹ پھٹکار کے لیے، جیسے، جا، نکل، چل، روانہ ہو، اٹھ، کھڑی ہو، پردہ کر، دوپٹہ اوڑھ، نقاب ڈال، ہٹ، سرک، جگہ چھوڑ، گھر خالی کر، دور ہو، چل دور، وغیرہ۔

ان الفاظ سے اس شرط پر طلاق پڑے گی جب کہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔ یا قرینے اور حالات بتائیں کہ یہاں طلاق ہی مراد ہوگی۔ مثلاً شوہر طلاق کی دھمکی دے رہا تھا، یا عورت طلاق طلب کر رہی تھی، اسی دوران شوہر نے یہ الفاظ ادا کیے، تو ایسی صورت میں طلاق پڑ جائے گی، چاہے اس نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور واضح رہے کہ کنایہ کے الفاظ سے جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ بائن ہوتی ہے، ایک ہو یا دو، اس میں شوہر کو رجوع کا حق نہیں۔

صریح اور کنایہ کے الفاظ سے جو طلاق واقع ہوتی ہے، ان کی حکم اور نتیجہ کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں، رجعی، بائن، مغلظہ۔

طلاق رجعی: جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی، عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے تو وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی، ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکل جائے گی، پھر بھی باہمی رضامندی سے دونوں آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔

طلاق بائن: جس سے عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، ہاں آپسی رضامندی سے

Marfat.com

عدت کے اندر یا بعدِ عدت دونوں آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔

طلاق مغلظہ: جس سے عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، اس صورت میں دونوں کا آپس میں نکاح کبھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ حلالہ نہ ہو۔ طلاق مغلظہ تین طلاقوں سے ہوتی ہے، تینوں ایک ساتھ دی ہو یا برسوں کے فاصلے سے۔

عدت: شوہر سے جدائی کے بعد عورتوں کے لیے شریعت نے کچھ مخصوص ایام متعین کیے ہیں کہ ان ایام میں عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اسی کا نام عدت ہے۔ عدت کا مقصد یہ ہے کہ شوہر کی جدائی سے بیوی غم وافسوس کرے، اور اس بات سے اطمینان بھی حاصل کر لے کہ اب سابقہ شوہر سے رحم میں مادۂ تولید نہیں ہے۔ یہ مخصوص ایام (عدت) گزارنے کے بعد جب عورت دوسری شادی کرے گی تو بچہ کی نسبت اختلاط کا شبہ نہیں ہوگا کہ یہ بچہ کس کا ہے، سابقہ شوہر کا یا موجود شوہر کا۔

عدت کی مدت: مطلقہ مدخولہ (جو شوہر سے صحبت کر چکی ہو، جسے ماہواری آتی ہو) کی عدت تین حیض ہے۔ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ مطلقہ آئسہ (پچاس یا اس سے زائد عمر والی عورت کہ جسے حیض آنا بند ہو جاتا ہے) کی عدت تین ماہ، اور غیر مدخولہ (جس نے ابھی شوہر سے صحبت نہ کی ہو) کی عدت کچھ نہیں۔ (۷) موت کی عدت غیر حاملہ کے لیے چار مہینے دس دن ہے۔ (۸) اور حاملہ کے لیے وضع حمل ہے۔ بچہ کے اعضا ظاہر ہو چکے ہوں اور اسقاط ہو گیا تو عدت ختم نہ ہوئی۔

"شرط انقطاع هذه العدة أن يكون ما وضعت قد استبان خلقه فإن لم يستبن خلقه راسا بان اسقط علقة أو مضغة لم تنقض العدة." (۹)

طلاق دینے کا اسلامی طریقہ: طلاق دینا یوں تو بہت مذموم فعل ہے۔ لیکن اگر طلاق دینا ضروری ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو حیضوں کے درمیان پاکی کے ایام میں ایک طلاق رجعی دے بشرطے کہ ان ایام میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو۔ اس شکل میں اگر شوہر بیوی کو دوبارہ نکاح میں لانا چاہے تو رجعت کر لے، یعنی عدت کے اندر بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے نکاح میں واپس لے لیا، یا تم سے رجعت کی یا میں نے تجھ کو روک لیا، یا یہ کہے کہ میں نے اپنی زوجہ سے رجعت کی، یہ سب رجعت کے الفاظ ہیں۔

شوہر نے عدت کے اندر رجعت نہیں کی اور عدت کے ایام گزر گئے تو اس صورت میں بغیر حلالہ کے نکاح ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

دوسری طلاق دینے کے لیے دوسرے طہر (پاکی کے ایام) کا انتظار کرے اور اس میں بھی صرف ایک ہی طلاق دے، بشرطیکہ اس میں بھی مجامعت نہ کی ہو۔ ان ایام میں دونوں کو خوب اچھی طرح سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے گا، اور اگر بات بنتی ہوئی دکھائی دے تو عدت کے اندر رجعت اور بعد عدت بغیر حلالہ نکاح بھی ہو سکتا ہے اور دونوں بدستور میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ اس مہلت میں بھی اگر رویہ میں تبدیلی نہیں آئی اور فیصلہ چھوڑنے ہی کا رہا تو تیسرے طہر میں طلاق دے کر بیوی سے ہمیشہ کے لیے الگ ہو جائے۔ اور احسن طریقہ یہ ہے کہ تیسری طلاق نہ دے بلکہ دو ہی پر اکتفا کرے اور عدت گزر جانے دے۔ اب دونوں علاحدہ ہو جائیں گے اور ہر ایک جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کبھی یہ زوجین پھر نکاح کرنا چاہیں تو بغیر حلالہ کے نکاح کر سکتے ہیں، اور تیسری دفعہ ہونے کے بعد بغیر حلالہ کے ان دونوں کو اکٹھا ہونا حرام ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: "وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ.(۱۰)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد (مدت) آ لگے (پوری ہو جائے) تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔ (کنز الایمان)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ.(۱۱)

یہ طلاق (رجعی) دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے، یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا.(۱۲)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (کنز الایمان)

قرآن کریم کی تعلیم تو یہ ہے کہ ناخوشگوار حالات میں طلاق کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو طلاق دی جائے، وہ بھی یکبارگی تینوں نہیں بلکہ تین مرتبہ میں، جیسا کہ ذکر ہوا۔ لیکن آج ہمارے اس معاشرے میں جو طلاق دینے کی رفتار ہے وہ ایک جداگانہ نوعیت کی حامل ہے۔

Marfat.com

کھانے میں نمک کم ہو گیا یا زیادہ ہو گیا، نادانستہ طور پر شوہر کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گئی، حکم کی بجا آوری میں کچھ دیر ہو گئی، غرض کہ چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر تیور بدل جاتے ہیں، اور غصہ کا اظہار طلاق کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ایک اور دو طلاق پر صبر نہیں ہوتا تو تین یا اس سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں، اس کے بعد افسوس کرتے ہیں اور مفتیانِ کرام کے پاس جا کر طرح طرح کے حیلے بہانے سے فتویٰ لینا چاہتے ہیں کہ میں نے ایسے ایسے کہا تھا، اگر گنجائش ہو تو بتائی جائے، ایسے ہی طلاق دینے والوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہے۔

رجعت کا بہترین طریقہ: رجعت کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے تا کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے، اور اگر کر لیا تو تفریق کر دی جائے، چاہے دخول (ہم بستری) بھی کر چکا ہو۔ اس لیے کہ یہ نکاح نہ ہوا، اور اگر قول (لفظ) سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیا، یا گواہ بھی کیا مگر عورت کو خبر نہ دی تو مکروہ خلافِ سنت ہے، مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی (جیسے اس سے وطی کی، شہوت کے ساتھ بوسہ لیا، یا اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کی) تو رجعت ہو گئی، مگر مکروہ ہے۔ چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔ (جوہرہ، بہار شریعت، قانون شریعت)

یک بارگی تین طلاق دینے کے نقصانات: اسلام نے شوہر کو طلاق دینے کا اختیار دیا ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شریعت کے بتائے ہوئے قانون کے خلاف اپنا اختیار استعمال کر کے اللہ اور اس کے رسول کے عتاب کو دعوت دی جائے۔ احادیث کریمہ میں نبی کریم ﷺ نے یکبارگی تین طلاق دینے والوں پر ناراضگی اور غصہ کا اظہار کیا ہے، گزشتہ صفحہ میں ایک حدیث حضرت محمود بن لبید کی روایت سے گزری کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو یک بارگی تین طلاقیں دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل کیا جا رہا ہے، جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں: ”عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلٰثًا طُلِّقَتْ وَعَصٰى رَبَّهُ۔“ (۱۳)

حضرت سالم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، وہ واقع ہو گئیں اور طلاق دینے والے نے یکبارگی تین طلاق دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی۔

Marfat.com

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: "عَنْ وَاقِعِ ابْنِ سُبْحَانَ قَالَ سُئِلَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ قَالَ اَثِمَ بِرَبِّهِ وَحُرِّمَتْ عَلَيْهِ امْرَأَتُه." (۱۴)

واقع بن سبحان سے مروی کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

ایک جگہ اور لکھتے ہیں: "عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ اِذَا اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ اَوْجَعَهُ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا." (۱۵)

حضرت انس سے مروی انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی پیش کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ اسے تکلیف دہ مار مارتے اور زوجین میں تفریق کر دیتے۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ اور شرعی مصلحتوں کے خلاف ہے، شریعتِ اسلامی کا منشا تو یہ ہے کہ زوجین ایک مرتبہ رشتۂ ازدواج میں جڑنے کے بعد تاحیات بحسن وخوبی نباہ کریں، اور یہ رشتہ توڑنے کی کوشش نہ کریں۔ ہاں اگر نباہ کے سارے راستے بند ہو چکے ہوں، اور ایک دوسرے کی زندگی اجیرن ہو تو ایسے موقع پر شریعت اسلامیہ جدائی کی اجازت دیتی ہے تاکہ دونوں اپنا اپنا مستقبل بنائیں۔ ایسے موقع پر شوہر طلاق دے، لیکن گنجائش باقی رکھے تاکہ آئندہ کے لیے راہ ہموار رہے، کیوں کہ بسا اوقات آدمی تین طلاقیں یک بارگی دے دیتا ہے، بعد میں پشیمان ہوتا ہے۔

بیک وقت تین طلاق دینے کے سلسلہ میں جو حدیثیں پیش کی گئیں ان سے یہ سبق ملا کہ یکبارگی تینوں طلاق واقع کرنے والا بارگاہِ خدا اور رسول کا مجرم ہے، ایسے شخص پر خدا اور رسول کی لعنت ہوتی ہے، اور وہ شخص نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے، اور دنیا کے اندر ایسے شخص کو سب سے زیادہ رسوائی کا سامنا اس وقت کرنا پڑتا ہے جب جدائی کے بعد پھر دونوں کی محبت عود کر آتی ہے اور دوبارہ بغیر حلالہ نکاح کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسلامی قانون یہ ہے کہ جب شوہر طلاق مغلظہ دے چکا ہو تو اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے اور وہ اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد طلاق نہ دے دے۔

ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا

Marfat.com

غَيْرَهٗ (۱۶) (ترجمہ) پھر اگر تیسری بار اسے طلاق دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

یہ ایک ایسی شرط ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے گا تو پہلے خوب سمجھ لے گا اور اس وقت تک طلاق نہیں دے گا جب تک کہ یہ فیصلہ نہ کر لے کہ اب اس عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ باقی نہیں رکھنا ہے، دنیا میں اس سے بڑی رسوائی اور شرمندگی اور کیا ہوسکتی ہے کہ مطلقہ بیوی عدت گزار کر دوسرے سے نکاح کرے، اور اس شوہر سے قربت بھی کرے، پھر وہ طلاق دے دے تب دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول اسے اپنے نکاح میں لائے، اس کو کہتے ہیں تھوک کر چاٹنا۔ اگر عقل سے کام لیا جائے اور قانون شریعت کے مطابق اپنے نکاح و طلاق کے معاملات انجام دیے جائیں تو اس طرح کے رسوا کن دن دیکھنے کو نہ ملیں۔

مسئلہ حلالہ: حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے (یعنی شوہر سے صحبت کر چکی ہے) تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کر لے، اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے کہ اس کے لیے عدت نہیں۔ (۱۷)

بعض لوگ طلاقِ مغلظہ دینے کے بعد پھر اسی عورت کو نکاح میں لانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ مطلقہ کا نکاح کسی سے کرا دیتے ہیں، ندامت اور رسوائی سے بچنے کے لیے ہم بستری سے پہلے شوہر ثانی کو کسی چیز کا لالچ دے کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ خلوت اگرچہ ہو، لیکن خلوت صحیحہ (ہم بستری) نہ ہو، ایسا کرنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سامنے رکھنا چاہیے: "عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِی صلی الله علیه وسلم اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَهَا کَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ." (۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس عورت نے دوسرے سے شادی کر لی، پھر اس نے بھی طلاق دے دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس سے لطف

Marfat.com

اندوز نہ ہولے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا کافی نہیں بلکہ دونوں کا ایک دوسرے سے بہ ذریعہ صحبت لطف اندوز ہونا ضروری ہے، صحبت نہ پائے جانے کی صورت میں پہلے شوہر سے نکاح بھی درست نہ ہوگا، بلکہ ایسا کرنا صریح حرام کاری ہے۔

اور جو شخص اپنی مطلقہ کو صرف اپنے لیے حلال کرنے کی خاطر دوسرے سے نکاح کراتا ہے، اور دوسرا صرف حلالہ کی نیت سے نکاح کرتا ہے تو ایسے افراد پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے: ”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ.“ (۱۹)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

پہلا شوہر اس لیے لعنت کا مستحق ہے کہ وہ اس فعلِ قبیح کا سبب بنا، اور دوسرا اس لیے کہ اس نے نکاح جدائی کے لیے کیا، جب کہ نکاح کا مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی موافقت کے ساتھ تا حیات رشتۂ ازدواج میں منسلک رہیں۔

اگر کسی نے بہ ارادۂ حلالہ نکاح صحیح کیا تو نکاح تو ہو جائے گا، لیکن دونوں شوہر بے حیا اور بدتمیز گردانے جائیں گے، اسی لیے ان پر لعنت کی گئی ہے، حدیث میں ایسے شخص کو ”تَیْسٌ مُّسْتَعَارٌ“ (کرائے کا سانڈ) کہا گیا ہے۔

اسلام میں حلالہ کی مشروعیت اس لیے نہیں ہے کہ اس کی آڑ میں افعال قبیحہ کو فروغ دیا جائے، بلکہ یہ شکل تو اس لیے ہے کہ جب آدمی حلالہ کا تصور کرے تو طلاقِ مغلظہ جیسی مذموم حرکت سے باز رہے۔ ہاں اگر کسی نے طلاق شدہ عورت سے مستقلاً رکھنے ہی کے لیے نکاح کیا، لیکن کسی وجہ سے نباہ نہ ہو سکا اور اس نے بھی طلاق دے دی تو اب وہ عورت شوہرِ اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔ اور اس صورت میں کسی پر لعنت بھی نہ ہوگی۔ یہ شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی ایک شرعی صورت ہے۔

حالتِ حیض میں طلاق کی ممانعت: حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے، لیکن اگر کسی نے ان ایام میں طلاق دے دی تو واقع ہو جائے گی، اور طلاق دینے والا گنہ گار ہوگا، اس لیے کہ اس نے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا، ان ایام میں طلاق دینے کی ممانعت اس لیے آئی ہے کہ عموماً ان دنوں عورتیں چڑچڑی اور بدمزاج ہو جاتی ہیں، اچھی بات بھی انھیں بری معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے، ان ایام میں اگر عورت کی طرف سے کوئی نازیبا حرکت صادر ہو جائے تو اس پر شوہر کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ اس کی مجبوری ہے، اور دونوں کا جسمانی تعلق بھی ان دنوں باقی نہیں رہتا۔ جب کہ ان ایام کے علاوہ باقی دنوں میں دونوں شیر و شکر بن کر رہتے ہیں، انھیں وجوہ کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام حیض میں طلاق دینے سے منع فرمایا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے سن کر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: ”مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتّٰى تَحِيضَ حَيْضَةً مُسْتَقْبَلَةً سِوَى حَيْضَتِهَا الَّتِي طَلَّقَهَا فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا مِنْ حَيْضَتِهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا قَالَ فَذَالِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ۔“ (۲۰)

ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے یہاں تک کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے علاوہ ایک اور حیض گزر جائے اس کے بعد طلاق دینا چاہے تو دے دے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس حیض سے پاک ہو گئی ہو، اور اس سے مجامعت بھی نہ ہوئی ہو کہ یہ اللہ کے حکم کے مطابق طلاق کا وقت ہے۔

خلع: بیوی شوہر کو کچھ مال و اسباب دے کر یا مرد کے ذمہ جو کچھ باقی ہے اسے معاف کر کے بدلے میں طلاق حاصل کر لے، اسے شریعت میں خلع کہا جاتا ہے، جس طرح شوہر کو طلاق کا حق دیا گیا اسی طرح عورت کے لیے بھی خلع کی گنجائش رکھی گئی۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ. (۲۱) ترجمہ: تمہیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے، پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے، تو ان پر کچھ گناہ نہیں، اس میں کہ بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔

یہ آیت جمیلہ بنت عبداللہ کے باب میں نازل ہوئی۔ یہ جمیلہ ثابت بن قیس ابن شماس کے نکاح میں تھیں۔ اور شوہر سے کمالِ نفرت رکھتی تھیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

Marfat.com

اپنے شوہر کی شکایت لائیں، اور کسی طرح ان کے پاس رہنے پر راضی نہ ہوئیں۔ تب ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے، اگر یہ میرے پاس رہنا گوارہ نہیں کرتیں، اور مجھ سے علاحدگی چاہتی ہیں تو وہ باغ مجھے واپس کریں، میں ان کو آزاد کردوں، جمیلہ نے اس کو منظور کیا، ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دے دی۔

مسئلہ: خلع طلاق بائن ہوتا ہے۔ **مسئلہ:** خلع میں لفظ خلع کا ذکر ضروری ہے۔ **مسئلہ:** اگر جدائی کی طلب گار عورت ہو تو خلع میں مقدارِ مہر سے زائد لینا مکروہ ہے، اور اگر عورت کی طرف سے نشوز (نفرت و نافرمانی) نہ ہو، مرد ہی علاحدگی چاہے تو مرد کو طلاق کے عوض مال لینا مطلقاً مکروہ ہے۔ (خزائن العرفان)

طلاق کی طرح خلع بھی شریعت میں ناپسندیدہ چیز ہے، حدیث شریف میں ہے، جو عورت بلا وجہ خلع کا مطالبہ کرے اس پر اللہ، اس کے فرشتے اور تمام انسان کی لعنت ہے۔

جہاں تک ممکن ہو خواتین اسلام خلع سے پرہیز کریں، اور اس بات پر نظر رکھیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی جوڑے میں کوئی بھلائی رکھی ہو۔

مفقود (گم شدہ): جس گم شدہ مرد کی موت و زندگی کا حال نہ معلوم ہو وہ مفقود الخبر ہے۔ مفقود کی بیوی کے لیے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے (۹۰) سال ہونے تک انتظار کرے (جو اس زمانے میں بہت دشوار ہے، لہٰذا بہ وجہِ ضرورتِ شدیدہ) مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے، اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ عدت حساب میں شمار نہ ہوگا، بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے۔ اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی کا حال معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت و زندگی کے سلسلے میں کچھ معلوم نہ ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے، اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا، پھر عورت عدتِ وفات (چار مہینے دس دن) گزار کر چاہے تو کسی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور جہاں سلطانِ اسلام یا قاضیِ شرع نہ ہوں وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ہی اس کا قائم مقام ہے نہ

Marfat.com

کہ گاؤں کے جہلا کی پنچایت۔(۲۲)

کورٹ کی طلاق: شوہر نے طلاق نہیں دی بلکہ بیوی یا اس کے میکے والوں نے موجودہ ہندوستانی کورٹ اور کچہری سے طلاق نامہ حاصل کیا تو ایسی طلاق ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگی کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو حاصل ہے نہ کہ کورٹ کے حکام کو۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ. شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (۲۳)

کورٹ کی طلاق سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام، سخت حرام ہے۔ جب تک کہ شوہر خود طلاق نہ دے۔

تین طلاق تین ہے نہ کہ ایک: غیر مقلدین جو خود کو اہلِ حدیث کہتے ہیں اور چاروں اماموں (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ طلاق کے سلسلہ میں ان کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے یک بارگی تین طلاق دی تو تین نہیں بلکہ ایک ہی پڑے گی، یعنی شوہر طلاق شدہ بیوی سے عدت کے اندر رجعت کر کے اسے بدستور اپنی بیوی بنا سکتا ہے، اور عدت کے ایام گزرنے کے بعد بغیر حلالہ اسی سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔ جب کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ یکبارگی دی ہوئی تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہے اور بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، بغیر حلالہ کے اب دوبارہ اس کی بیوی نہیں بن سکتی، قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہے۔

عوامِ اہلِ سنت سے گزارش ہے کہ اپنے مسائل علمائے اہلِ سنت کی بارگاہ میں لے جائیں اور ان سے صحیح مسائل معلوم کریں اور پھر عمل کریں، گزشتہ اوراق میں اس سلسلہ کی کچھ حدیثیں گزر چکیں۔ مزید معلومات کے لیے چند سطور پیش خدمت ہیں۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حائضہ (شوہر جس سے صحبت کر چکا ہو) کی طلاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا، وہ یہ ہے:

حدیث: اگر تو نے اپنی عورت کو ایک طلاق یا دو طلاق یک بارگی دی ہے تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طلاق کے بارے میں مجھے رجعت کا حکم فرمایا ہے۔ اور اگر تو نے یکبارگی تین طلاقیں دی ہیں تو تیری عورت تجھ پر حرام ہو گئی، جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، اور یقیناً تو نے یکبارگی تین طلاق دے کر اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اس میں جو طلاق کے بارے میں اس نے تمھیں حکم دیا۔ (۲۴)

Marfat.com

نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **حدیث:** میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر (پاکی کے ایام) میں یا ایک ایک کر کے، یا ہر مہینے کے شروع میں ایک ایک، یا یک بارگی تینوں دے دے تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔ (۲۵)

علامہ احمد بن محمد الصاوی علیہ الرحمہ تفسیر صاوی میں آیت: "فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ" کے تحت لکھتے ہیں: اور آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہو جائیں چاہے ایک دفعہ میں دی ہوں یا چند دفع میں تو اس کے لیے عورت حلال نہیں رہے گی۔ اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا، تجھے تین طلاقیں تو تین ہی واقع ہوں گی، اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے۔ اور یہ قول کرنا کہ یکبارگی دی ہوئی تین طلاق ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ یہ ابن تیمیہ حنبلی کے علاوہ اور کسی کا قول نہیں، اور ابن تیمیہ کے اس قول کا اس کے مذہب حنبلی کے ائمہ نے خود رد کیا ہے۔ یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا کہ ابن تیمیہ گم راہ اور گم راہ گر ہے۔ (۲۶)

شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں: جمہور علما، تابعین اور ان کے بعد والے مثلاً امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اصحاب، امام ابوثور، امام عبید اور دوسرے بیش تر علما کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو یک بارگی تین طلاق دے، تینوں واقع ہوں گی، اور وہ گنہ گار ہو گا جو اس کی مخالفت کرتا ہے، وہ برائے نام ہے اور اہل سنت کا مخالف۔ (۲۷)

طلاق کے بعد شوہر کی ذمہ داریاں: جس طرح حالتِ نکاح میں بیوی کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اسی طرح بعد طلاق زمانۂ عدت میں بھی مطلقہ (طلاق شدہ) کے سارے اخراجات طلاق دینے والے کے ذمہ ہوں گے وہ اپنے روزمرہ کے اخراجات کے مطابق مناسب طریقے سے اپنی مطلقہ کے اخراجات پورے کرے، قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ اور طلاق والیوں کے لیے مناسب طور پر نان ونفقہ ہے۔ (۲۸)

مطلقہ عدت کے ایام اسی شوہر ہی کے گھر میں گزارے کہ یہی شریعت کا حکم ہے۔ رب کریم کا ارشاد ہے: اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ یعنی طلاق والیوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور ان پر تنگی کے ارادہ سے انھیں ضرر نہ پہنچاؤ۔ (۲۹)

تین طلاق دینے کے بعد مطلقہ کا طلاق دینے والے سے پردہ ضروری ہے، لہٰذا

Marfat.com

پردے کا پورا اہتمام کیا جائے۔ اس کے گھر میں اگر پردے کا معقول انتظام نہ ہو سکے یا اس سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو مطلقہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے، مثلاً اپنے میکے چلی جائے کہ اس سے زیادہ محفوظ جگہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔

اگر اس شوہر سے عورت کے چھوٹے بچے ہوں (لڑکے سات سال تک اور لڑکیاں بالغ ہونے تک) تو وہ اپنی ماں کے پاس پرورش پانے کے حق دار ہیں، اور ان کے اخراجات باپ پر لازم ہوں گے۔ ان بچوں کی ماں صرف بچوں کی پرورش کی خاطر دوسری شادی نہیں کرتی تو جب تک بچے اس کی پرورش میں رہیں گے ان کے اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔ ہاں وہ عورت شادی کر لے تو بچوں کی پرورش کا حق ختم ہو جائے گا۔

ماخذ و مراجع:

(۱) سنن أبو داؤد، جلد ا، ص: ۲۹۶، رشیدیہ، دھلی۔ (۲) سنن أبی داؤد، ص: ۲۹۶

(۳) جامع صغیر مع فیض القدیر ثالث، ص: ۲۴۲، حدیث ۳۲۸۸ للحافظ جلال لدین السیوطی.

(۴) سنن ابن ماجہ، باب کراھیۃ الخلع للمرأۃ، ص: ۱۴۵ (۵) قرآن مجید، پارہ: ۴، سورۃ النسآء، رکوع ۱۴، آیت: ۱۹

(۶) رواہ النسائی، مشکوٰۃ المصابیح، باب الخلع والطلاق، ص: ۲۸۴

(۷) البقرۃ: ۲۲۸، الطلاق: ۴/ (۸) البقرۃ، آیت: ۲۳۴/ (۹) فتاوی عالمگیری، مصری، جلد اول، ص: ۴۷۳

(۱۰) .... (۱۱-۱۲) پارہ: ۲، البقرۃ، ع: ۱۳

(۱۳) مصنف عبد الرزاق، جلد ۶، ص: ۳۹۵/ (۱۴) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۵، ص: ۱۰، ۱۱

(۱۵) مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۵، ص: ۱۰، ۱۱/ (۱۶) پارہ: ۲، البقرۃ، ع: ۱۳

(۱۷) بہار شریعت، جلد ۸، ص: ۷۰، از صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی

(۱۸) بخاری شریف، جلد ۲، کتاب الطلاق، ص: ۷۹۰، رضا اکیڈمی،

(۱۹) دارمی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، باب المطلقہ ثلاثا، ص: ۲۸۴.

(۲۰) صحیح مسلم شریف، اول کتاب الطلاق رضا اکیڈمی ممبئی/ (۲۱) پارہ: ۲، البقرۃ، ع: ۱۳

(۲۲) فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۲، ص: ۲۸۶، ملخصاً از مفتی جلال الدین احمد امجدی.

(۲۳) البقرۃ: ۲۳۷

(۲۴) صحیح بخاری، جلد ۲، ص: ۷۹۲، وصحیح مسلم، جلد ا، ص: ۴۷۶، رضا اکیڈمی، بمبئی.

(۲۵) دار قطنی، جلد ۴، ص: ۳۱

(۲۶) حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، جلد ا، ص: ۱

(۲۷) عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۲، ص: ۲۳۳

(۲۸) البقرۃ: ۲۲۱ (۲۹) الطلاق: ۶

Marfat.com

طلاق اور عصر جدید

■ مولانا ارشاد عالم نعمانی مصباحی

طلاق مباح چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نہ اس کی ترغیب دی ہے اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کی کسی طرح کی کوئی حوصلہ افزائی کی ہے۔ بلکہ جگہ جگہ اس کے تعلق سے وعیدی احکام ذکر کر کے اس جذبے یا عمل کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے تاکہ کوئی بغیر ضرورت کے اس کا استعمال نہ کرے۔ کیوں کہ زندگی کا اصل مسئلہ موافقت زوجین ہے نہ کہ مخالفت۔ لہٰذا نکاح کے مقدس ومحترم اور پاکیزہ رشتہ کو برقرار رکھنے کے لیے ہر وہ تدبیر بروئے کار لایا جائے جو میاں بیوی کی زندگی کو خوشگوار بنا سکے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''شادیاں کرو اور طلاق مت دو کیوں کہ اللہ صرف مزہ لینے والے مردوں اور مزہ لینے والی عورتوں سے محبت نہیں کرتا۔'' (کنز العمال جلد 9، ص: 289)

مزید فرماتے ہیں: ساری مباح چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ (ابن ماجہ ص: 322)

مستدرک میں ہے: ''اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور جب اپنی ضرورت اس سے پوری کر لے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی نہ ادا کرے'' (مستدرک جلد 2 ص: 198)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''جو عورت بلا کسی وجہ شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔'' (سنن ترمذی، ص: 310)

مندرجہ بالا احادیث کا مطالعہ ہمیں اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسلام میں طلاق

Marfat.com

کسی بھی صورت میں پسندیدہ عمل نہیں ہے بلکہ اللہ ورسول کی ناراضگی، آخرت میں خسارے اور نقصان کا باعث ہے، اور یہ ہر بندہ مومن ومومنہ کے لیے آبرومندانہ زندگی گزارنے کی نفسیاتی تلقین بھی ہے اور دائمی عہد و پیمان بھی اور آپسی محبت ومودت اور الفت وہم آہنگی کو برقرار رکھنے کا سخت تادیبی حکم بھی۔

طلاق ایک سماجی ضرورت: بلاشبہ اسلام کا قانونِ طلاق انسانی سماج کے لیے ایک نجات دہندہ اصول ہے۔ اس لیے کہ انسانی سماج میں آپسی نااتفاقی، کشمکش، مسلسل کشیدگی کی صورت میں اگر ''قانون طلاق'' نہ ہو تو پھر خاندان افراتفری، باہمی کشاکش کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اس لیے اسلام نے طلاق کی سماجی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے اس کے جواز کی اجازت کچھ قیود کے ساتھ دی ہے۔ جو انسانی نفسیات اور معاشرتی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ کیوں کہ اگر شادی ایسی ہو کہ لڑکا یا لڑکی میں سے ایک یا دونوں ایک دوسرے کو پسند نہ کرتے ہوں یا شادی دلی اعتبار سے پہلے سے متعین کی ہوئی جگہ میں نہ ہو، لڑکا کسی اور کو چاہتا ہو اور لڑکی خود کسی اور کو چاہتی ہو، یا لڑکا نامرد یا ہجڑا ہو، یا لڑکی بدصورت یا فاحشہ ہو یا لڑکا، لڑکی کی کفالت نہ کرتا ہو تو ظاہر ہے ان سب صورتوں میں اگر سماج کے اندر ضابطۂ طلاق کا کوئی تصور نہ ہو تو ایسی صورت میں معاشرہ ہلاکت و ہیجانیت کا شکار ہو جائے گا۔ اس لیے ماہرین سماجیات نے بھی طلاق کے ان عوامل کے پیش نظر طلاق کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ جس سماج میں طلاق ممنوع ہے اور اس پہ قطعی پابندی عائد کردی گئی ہے وہ معاشرہ انسانیت سے کوسوں دور اور بے شرمی و بے غیرتی کا گہوارہ نظر آتا ہے۔ اس سماج میں زوجین کی ناموافقت، تکلیف دہ اختلاف حالات کے باوجود شوہر اور بیوی ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہوتے ہیں اور خوش گواری کے بجائے گھٹ گھٹ کر زندگی بسر کرتے ہیں جس کی وجہ سے عموماً آئے دن انسانیت کش حالات پیش آتے رہتے ہیں اور شوہر اور ان کے گھر والے عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اسے نذر آتش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے یا وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خاندان کا خاندان تباہ و برباد ہو جاتا ہے، اور گھریلو زندگی خوشگوار ہونے کی بجائے جہنم بن جاتی ہے۔

Marfat.com

اس کے برخلاف اسلامی معاشرہ میں انسانی نفسیات، معاشرتی پیچیدگیوں اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ضابطۂ طلاق جیسے رہنما اصول کے موجود ہونے کی وجہ سے معاشرہ انسانیت کش اقدام سے مکمل محفوظ نظر آتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اب ان مذاہب نے بھی طلاق کے جواز کو تسلیم کرلیا ہے جس میں طلاق کا کوئی تصور نہیں تھا، اور بیشتر ممالک میں طلاق کے لیے قانون بھی وضع کرلیا گیا ہے۔

معاشرے میں طلاق کی کثرت اور اس کا تدارک: اس زمینی حقیقت سے کسے انکار ہوسکتا ہے کہ پہلے کی بہ نسبت آج طلاق کی شرح بڑھ گئی ہے۔ نیز طلاق کا غیر ضروری استعمال بھی آئے دن دیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض افراد کے اپنے اختیار طلاق کا غلط استعمال کرنے کی وجہ سے آج کا جدید ذہن پورے شد ومد کے ساتھ اس کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے کہ طلاق کے عمل پہ ہی پابندی عائد کردی جائے تاکہ گھر برباد ہونے سے محفوظ رہے۔ میرے نزدیک مسئلے کا یہ حل نہیں ہے کہ اس شرعی حق ہی کو ختم کردیا جائے کیوں کہ جس طرح اختیار کا غلط استعمال اس حق کے ساتھ ہے وہ کسی بھی دوسرے کے حق میں پایا جاسکتا ہے۔ میری رائے میں مسئلہ کا صحیح اور منطقی حل یہ ہے کہ لوگوں میں روحانی اور اخلاقی اسپرٹ پیدا کی جائے۔ اسے طلاق کے احکام اور اس کے صحیح استعمال سے واقف کرایا جائے۔ مسئلہ طلاق کی خوب خوب اشاعت اور تشہیر کی جائے۔ جب صحیح مسئلہ سے آگاہی ہوجائے گی تو خود بخود طلاق کا بے محابا اور غلط استعمال ختم ہوجائے گا۔ اسے یہ باور کرایا جائے کہ طلاق اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ فعل ہے۔ بے ضرورت اس کا استعمال اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے اور اپنے لیے خود اپنے ہاتھوں بربادی اور ہلاکت کا سامان تیار کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر عام طبقہ میں مسئلۂ طلاق کی اشاعت جنگی پیمانے پر ہوجائے تو طلاق کے تعلق سے بڑھتی ہوئی شرح اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا خود بخود ازالہ ہوجائے گا۔ ذیل میں اس کے حل اور تدابیر کی ہم چند اہم تجاویز و تدابیر ذکر کرتے ہیں جس پہ عمل کے ذریعہ بہت حد تک اس سماجی ناسور سے معاشرہ محفوظ ہوسکتا ہے۔ بقول مولانا یٰسین اختر مصباحی:

Marfat.com

(1) ذرائع ابلاغ کو اپنی مضحکہ خیز مذہبی دانشوری اور نام نہاد شرعی اصلاح کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(2) مذہبی مسائل سے صحیح واقفیت کے لیے دینی کتب و رسائل کا مسلسل مطالعہ جاری رکھا جائے۔

(3) دینی علم اور فہم و بصیرت رکھنے والی قابل اعتماد شخصیتوں کی صحبت و تربیت اور ان سے استفادہ و تبادلہ خیال کر کے درپیش مسائل میں اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے۔

(4) دینی بصیرت اور ایمانی فراست سے محروم افراد کی باتوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(5) کورٹ اور اسمبلی و پارلیمنٹ کو نہیں بلکہ کتاب و سنت کو اپنی پناہ گاہ سمجھا جائے، اور مذہبی مشکلات کا حل کتاب و سنت کے دائرے میں رہ کر تلاش کیا جائے۔

(6) ذہنی ورزش، تفریح طبع اور سیاسی تشہیر کے لیے مذہبی موضوعات کا استعمال نہ کیا جائے۔

(7) اخلاص و دردمندی کے ساتھ مسلم معاشرہ کے مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

(8) زوجین اپنے حقوق و فرائض اور مسائل طلاق سے خصوصی طور پر واقفیت رکھیں اور اپنی عملی زندگی میں ان کی پابندی کریں۔

(9) شوہر سے نکاح کے وقت یہ عہد و پیمان لیا جا سکتا ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کے فلاں فلاں جائز حقوق و فرائض استطاعت کے باوجود نہ ادا کرے یا فلاں فلاں ظلم و زیادتی دانستہ طور پر روا رکھے اور اہل خانہ کی تنبیہ و ہدایت کے باوجود اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق خود اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔

(10) نکاح کے وقت ہی شوہر سے یہ عہد و پیمان بھی لیا جا سکتا ہے کہ بحالت مجبوری جب اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نوبت آئے تو وہ سنت کے مطابق دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ایک طہر میں صرف ایک طلاق دے گا اور کسی بھی حال میں وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ (سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، جلد 25، شمارہ 3,4 جولائی / اکتوبر 1993ء)

(11) نکاح کے وقت ہی مہر کی ایک خاصی رقم مقرر کر دی جائے چوں کہ مہر بیوی کا حق ہے۔ جب مہر کی رقم خاصی ہو گی تو اس وجہ سے بھی شوہر طلاق سے باز رہ سکتا ہے۔

Marfat.com

(12) ''تحفظ شریعت بورڈ'' قائم کیا جائے جس کے ذریعہ ہنگامی یا غیر ہنگامی حالات میں ہر ایک میں مسائل طلاق و نکاح کی تفہیم اور صحیح طور پر ادائیگی حقوق کی تلقین کی جائے۔

(13) پورے ملک میں اسلامی عدالتوں اور شرعی پنچایتوں کا ایسا نظام قائم کیا جائے کہ مسلمان اپنے سارے معاملات (عائلی و خانگی) انہی کے ذریعہ حل کرائیں اور ان کے مقدمات کا تصفیہ انہی کے اندر ہوا کرے، خدا پر بھروسہ کر کے عزم و حوصلہ سے کام لیا جائے تو یہ کام کوئی مشکل نہیں اور اس کے لیے صرف حکمت و دانائی اور مضبوط کردار و عمل کی ضرورت ہے۔ (مسلم پرسنل لا کا تحفظ، ص:36)

اسلام میں طلاق سے پہلے افہام و تفہیم: اسلام میں طلاق سے پہلے ہر مرد کے اوپر ایسے اقدامات، تدابیر اور حکمت عملی کو لازم کیا گیا ہے جو گھریلو معاملات کو سدھارنے میں معاون ہیں۔ ہاں البتہ ان اقدامات کو بروئے کار لانے کے بعد بھی اگر عورت اپنے اندر اصلاح نہیں لاتی اور موافقت کی تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں اسلام بوجہ مجبوری شوہر کو خوش اسلوبی کے ساتھ طلاق و علیحدگی کی اجازت دیتا ہے اور ساتھ میں یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ وہ طلاق تدریجاً دے۔ اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ درمیانِ طلاق بھی موافقت اور مستقل ہمدردی کے جذبے کو بروئے کار رکھا جائے۔ طلاق سے قبل کے اقدامات و ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اگر کسی شخص کی بیوی نافرمان یا سرکش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو پیار و محبت کے ساتھ سمجھائے۔

(2) اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو پھر شوہر کو چاہیے کہ وہ اس کا بستر الگ کر دے۔

(3) اگر اس سے بھی وہ اپنا طرز عمل نہیں بدلتی تو پھر اسے مار پیٹ کی بھی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ وہ سخت جسمانی سزا نہ دے، بلکہ ہلکی پھلکی۔

ان مرحلہ وار تدابیر کے ذریعہ اگر بیوی راہ راست پر آجائے اور میاں کی اطاعت

Marfat.com

شروع کردے تو اب شوہر کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ظلم وزیادتی یا پریشان کرنے کی راہ نکالنے کی کوشش نہ کرے اور اللہ کی کبریائی کو نہ بھولے۔ قرآن حکیم میں ان احتیاطی و اصلاحی تدابیر کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: "والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا" (سورۃ النساء آیت: 34)

(ترجمہ) "اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔" (کنز الایمان)

(4) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ایسی منافرت اور ایک دوسرے سے ایسی شکایات ہوتی ہیں جسے وہ دونوں فردل کر ختم یا حل نہیں کر سکتے تو اس صورت میں دونوں کے خاندان میں سے ایک ایک سنجیدہ اور معاملہ فہم دونوں کے معاملہ کا تصفیہ واصلاح کریں۔

اس آخری راستہ کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے قرآن کا ارشاد ہے "وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا ج ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ط ان اللہ کان علیما خبیرا"

(ترجمہ) اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کردے گا، بے شک اللہ جاننے والا، خبردار ہے۔" (سورۃ النساء آیت: 35)

یہ وہ احکام وہدایات ہیں جو مرد کے اوپر بیوی کی اصلاح کے لیے عائد ہیں۔ اب ذیل میں ان ہدایات کو پڑھیے جو بددماغ شوہر کے لیے بیوی کی جانب سے اصلاحی تدبیر کے طور پر متعلق ہیں۔

جس طرح شوہر کو اسلام نے بیوی سے نباہ نہ ہونے کی حالت میں طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح بیوی کو شوہر سے نباہ نہ ہونے کی حالت میں خلع کا حق بھی دیا ہے اور جس طرح شوہر کو تاکید کی گئی ہے کہ بہر صورت نباہ اور موافقت کی راہ نکالے اور اتفاق و محبت کی حتی

Marfat.com

الامکان کوشش کرے، اسی طرح بیوی کو بھی تاکید کی گئی ہے کہ وہ چھوٹی سی چھوٹی بات پر طلاق لینے کی ضد اور فسخ نکاح کی جانب پیش قدمی نہ کرے، بلکہ شوہر کے بے جا و نامناسب رویہ پر انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے اور حکمت و دانائی کے ساتھ شوہر کی بے رخی اور سرکشی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرے اور حتی المقدور ان اسباب کی تلافی کر کے شوہر کا دل جیتنے کی کوشش کرے، یہاں تک کہ گھر بسانے کے لیے عورت کو اپنے حقوق میں کچھ کمی کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کرے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: "وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔" (سورۃ النساء، آیت: 128)

(ترجمہ) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب (بہتر) ہے۔

یہ ہیں اسلام کے وہ احکام، جو اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ وہ آخری حد تک خاندانی نظام کو تحفظ فراہم کرتا ہے، جن پہ عمل پیرا ہونے سے گھریلو اور خانگی زندگی پرسکون، خوشگوار اور راحت آمیز بن سکتی ہے، اور معاشرہ دسماج امن و سکون کی آماجگاہ نظر آئے گا۔

اسلام کا طریقۂ طلاق: اس سلسلے میں پہلا حکم یہ ہے کہ شوہر بیوی کو دوران حیض طلاق نہ دے بلکہ حالت طہر (پاکی) میں دے اور وہ بھی ایک طلاق دے۔ طہر کی شرط اس لیے ہے کہ اس حالت میں شوہر و بیوی کے تعلقات و قربت استوار رہتے ہیں۔ لہٰذا سنجیدگی کے طور پر طلاق اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ حیض میں یہ صورت نہیں پائی جاتی کیوں کہ حیض ایک بیماری کی کیفیت ہوتی ہے جس میں شوہر و بیوی کے درمیان قدرتی طور پر کچھ دوریاں ہوجاتی ہیں۔ اور اس حالت میں تعلق نہ ہونے سے بیوی کے اندر غصہ، جھنجھلاہٹ اور ردعمل کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں۔ اسی وجہ سے دوران حیض طلاق دینے پر ممانعت آئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جذبات کی رو میں اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں بھی اپنی بیوی کو طلاق دے تو واقع ہوجائے گی۔

اس کے بعد بصورت عدت تین ماہ کی مدت رکھی گئی ہے تاکہ شوہر خوب اچھی طرح غور کرے کہ اگر عجلت، غصہ، یا کسی عارضی سبب کی وجہ سے اس نے طلاق دی ہے تو وہ رجوع

Marfat.com

کر کے اس کی تلافی کرے۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ، وَّلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ. (البقرہ، آیت: 131)

(ترجمہ) اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے لگے تو بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔ انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے نہ روکو اور جو ایسا کرے گا وہ حقیقت میں اپنی جانوں پر ظلم کرے گا۔

اگر ایک طلاق واقع ہو جانے کے باوجود میاں بیوی کی حیثیت سے دونوں رہنے پر آمادہ نظر نہ آئیں، تو اسلام شوہر کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اگلے طہر میں دوسری طلاق دے اور یہ طلاق بھی رجعی ہوگی، یعنی عدت کے درمیان شوہر رجوع کر سکتا ہے، لیکن اگر عدت گزر جائے تو یہ طلاق بائن ہوگی، اب ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اگر اب وہ اس کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو اب اسے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ (البقرۃ، آیت: 229)

یہ طلاق دو بار تک ہے۔ پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اگر دو طلاق کے بعد پھر وہ دوبارہ بعدِ نکاح رہنے لگے، لیکن پھر حالات کی ستم ظریفی سے دونوں میں نباہ نہ ہو سکے تو اسلام مرد کو تلقین کرتا ہے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے بعد تیسری طلاق دے۔ ایسا نہ ہو کہ تیسری طلاق دے دے اور سوائے پچھتاوے، شرمندگی اور جھنجھلاہٹ کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے۔ اس کے باوجود کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے تو اب اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ والدین، قرابت دار یا سماج کے ذی اثر افراد اس کا مناسب رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کرادے۔ اب اگر پھر مزاج کی ناموافقت یا کسی بھی وجہ سے دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے دے یا مر جائے تو اب ان دونوں کو رشتہ زوجیت

Marfat.com

میں منسلک ہونے کی اجازت ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ تلك حدود الله يبينها لقوم يعقلون" (البقرۃ آیت:230)

"پھر اگر تیسری طلاق اسے دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند (شوہر) کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں (پہلے شوہر و بیوی) پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر (یہ دونوں) سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے، جنہیں (اللہ) بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لئے۔" (کنز الایمان)

اگر ذہن پہ بار نہ ہو تو دیگر قوموں کے نظام و طریقۂ طلاق پر بھی ایک نظر ڈال لیں، تاکہ اسلام کے طریقۂ طلاق کی معنویت عصر حاضر کے تناظر میں مزید واضح ہو جائے۔ واضح رہے کہ پہلے کسی دوسری قوم میں طلاق یا خلع کسی بھی طرح کا کوئی قانون نہ تھا، خواہ کچھ بھی ناگزیر حالات سامنے آجائے اور عورت کو بالکل شوہر کا غلام سمجھا جاتا تھا، لیکن اب دیگر اقوام میں بھی سماجی حالات کے تناظر میں "طلاق و خلع" دونوں کا قانون بن گیا ہے۔

جرمنی: میں اگر شوہر یا بیوی ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگ جائے یا فریقین میں سے کوئی پاگل ہو جائے تو طلاق بآسانی مل جاتی ہے لیکن دوسری صورت میں بہت مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں۔

روس: میں فریقین کے لیے یہ سہولت کر دی گئی کہ اگر نباہ نہ ہو سکے تو دونوں باہمی رضامندی سے علیحدہ ہو جائیں، اگر سال بھر علیحدہ رہ کر وہ پھر رضامند ہو جائیں تو دوبارہ نکاح کر لیں، لیکن جب سے روس میں بالشویت قائم ہوئی ہے، شادی اور علیحدگی دونوں بہت آسان ہو گئی ہے۔

امریکہ: میں خواہ مدعی خاوند ہو یا بیوی، بدسلوکی کا عذر فسخ نکاح کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ جن باتوں کو "بدسلوکی یا خلاف انسانیت" کہا جاتا ہے وہ نہایت ہی معمولی باتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر بیوی شوہر کے کوٹ یا کسی اور کپڑے میں بٹن نہ ٹانکے تو یہ بھی بدسلوکی سمجھی جائے گی یا میاں اگر اپنے پاؤں کے ناخن نہ تراشے تو اس عذر کو

Marfat.com

بھی کافی سمجھا جائے گا اور طلاق ہو جائے گی۔ ایک بار کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے اس وقت سے اب تک میرا شوہر کبھی گاڑی میں بٹھا کر سیر کو نہیں لے گیا۔ چنانچہ اس کا یہ فعل خلاف انسانیت قرار دیا گیا اور طلاق کی ڈگری دے دی گئی۔

سوئزرلینڈ: اگر میاں بیوی کے درمیان ناموافقت ہو جائے تو دو سال کے لیے طلاق حاصل کی جا سکتی ہے۔

ناروے: میں بھی قانون طلاق بہت آسان ہے۔

رومانیہ: میں بھی باہمی رضامندی کے ساتھ علیحدگی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ ماں باپ اپنے مال کا نصف حصہ بچوں کو دے دیں۔ (ترغیبات جنسی، ص:28 تا 32)

طلاق سے متعلق شبہات اور ان کا ازالہ: طلاق کے سلسلے میں آئے دن بے تکے شبہات و اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں۔ بادی النظر میں ان شبہات کی اہمیت کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی بھی واسطہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سارے اعتراضات اصل میں اسلام کے عائلی و معاشرتی قوانین و نظام سے لاعلمی و ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اسلام کے نظام معاشرت کا صحیح طریقے سے مطالعہ اس طرح کے سارے شبہات کے تار و پود بکھیرنے کے لیے خود ہی کافی ہے، مگر کیا کیا جائے اس تعصب اور جانبداری کا کہ ہمارے علمائے کرام آئے دن اسلام میں طلاق کی نوعیت، معنویت اور حکمت سے آگاہ کرتے ہیں، لیکن جدید طبقہ اور متعصب قسم کے شرپسند عناصر قانون طلاق پر بے جا اور لایعنی اعتراضات کرنے سے نہیں تھکتے۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان غلط فہمیوں کا ذمہ دار بھی مسائل سے ناواقف مسلم طبقہ کا وہ رویہ بھی ہے جو ذاتی خواہش کی تکمیل کے لیے وہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ایک نام نہاد طبقہ کی جانب سے بھی طلاق ۔۔۔ اجتماعی مسائل میں طرح طرح کی گل افشانیاں کی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے بھی مسلم امت انتشار کا شکار ہوتی ہیں اور عوام الناس کے اندر شریعت پہ عمل کا جذبہ سرد بلکہ کم پڑنے لگتا ہے اور وہ عائلی قانون میں سہولت اور تبدیلی کے ہزاروں حیلے بہانے تلاش کرنے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ۔۔۔ مخالفین

Marfat.com

اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم پرسنل لا میں مداخلت سے بھی باز نہیں آتے اور سماج سخت انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

اگر مسلمان ''ضابطۂ طلاق'' پہ مخلصانہ عمل پیرا ہو جائیں تو وہ غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور اسلام کے ضابطۂ طلاق کی اہمیت و وقعت ان افراد کے ذہن و فکر میں پورے طور پر جاگزیں ہو جائیں گی۔

خیارِ طلاق کا مسئلہ: طلاق کا اختیار شوہر ہی کو کیوں؟ مرد و عورت دونوں کا مشترکہ حق کیوں نہیں؟ عورت اور مرد کے درمیان یہ تفریق کہ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے، یہ در اصل دونوں کے درمیان فطری امتیاز کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ جہاں ان دونوں کے درمیان فطری مساوات ہے وہاں اسلام نے بھی ان دونوں کے درمیان مساوات قائم کیا ہے اور جہاں فطرت امتیاز چاہتی ہے، وہاں اس نے بھی ان میں فرق اور امتیاز کیا ہے۔ مرد اور عورت میں اسلام جن مواقع پر فرق کرتا ہے ان میں دو مواقع بہت نمایاں ہیں۔ ایک وراثت کی تقسیم اور دوسرا خاندان کی سربراہی کا معاملہ۔ اسی فطری امتیاز کی وجہ سے اسلام نے معاشرتی حکمت و مصلحت کے پیش نظر طلاق کا اختیار صرف شوہر کو دیا ہے۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے: ''بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرہ، آیت:273)

شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ''الطلاق بيد من اخذ بالساق'' طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ (کنز العمال، ج:9 کتاب الطلاق)

اور اسلام کا یہ نظریہ فطرت سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ دونوں کے درمیان فطری تفریق و امتیاز کی تکمیل ہے۔ مرد فطری اعتبار سے توانا، تندرست اور مضبوط جسم کا مالک ہوتا ہے۔ اس کی ذہنی اور فکری صلاحیتیں بھی عورتوں کی بہ نسبت بہت قوی ہوتی ہیں۔ اس کے اندر صبر و تحمل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ جب کہ عورت مرد کے برخلاف جسمانی و ذہنی اعتبار سے کمزور اور سخت جذباتی ہوتی ہے۔ اس فطری تفریق کا تقاضا ہے کہ مرد خاندان کا نگراں رہے اور طلاق کا اختیار بھی اسی کے سپرد کیا جائے۔

Marfat.com

جن معاشروں میں طلاق کا اختیار مردوں کو نہیں ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ معاشرہ عورتوں کے تعلق سے بہت مخلص ہے، عورتوں کی خیر خواہی و غم گساری کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ نہیں! بلکہ ان کے سامنے وہ موانع و مشکلات اور پیچیدگیاں ہیں جو خود ان کے ضابطہ و قانون نکاح و طلاق کی وجہ ہیں اور اسلامی ضابطہ طلاق میں ایسا نہیں جس کی تفصیل ماسبق میں گزری۔

ہندو معاشرے میں طلاق کا اختیار مردوں کو نہ دیے جانے کی پیچیدگیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر عمر حیات خاں غوری لکھتے ہیں: ''ہندو معاشرے میں مطلقہ اور بیوہ کی بڑی درگت بنتی ہے اور اس کے لیے زندگی عذاب ہو جاتی ہے۔ اس معاشرے میں بیوہ عورت انتہائی منحوس تصور کی جاتی ہے۔ اسے انتہائی حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ساسیں اپنی بہو کو اور مائیں اپنی بیٹی کو ایسی عورت کے پاس بیٹھنے تک نہیں دیتیں۔ سہاگن عورتیں ان سے دور رہتی ہیں اور خود عورتوں کی نشتر زنی ان کے لیے معاشرے میں چلنا پھرنا محال بنا دیتی ہے، اور پھر ہندو معاشرے میں بیوہ عورت کی دوبارہ شادی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ایسے معاشرے میں مرد کو طلاق کا حق دینا واقعی عورت پر بدترین ظلم قرار پائے گا۔''

(غیر مسلم ذہن کے شبہات اور ہمارا موقف، ص:58،)

عورت اور مرد دونوں میں فطری امتیاز کے باوجود جن ملکوں یا جن معاشروں میں یہ اختیار عورتوں کو بھی قانوناً دے دیا گیا ہے اس کی کسمپرسی اور ابتری کا یہ سنسنی خیز انکشاف بھی بصیرت افروز ہے۔

بریڈ فورڈ (برطانیہ) کے ایک ٹیکنیکل ادارہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فرینک کا کہنا ہے: ''شادیوں کے ٹوٹنے میں اب جو اتنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب میں عورت کو غیر معمولی آزادی حاصل ہو گئی ہے اور ماہرین حسیات کا تجزیہ ہے کہ جب سوسائٹی پر ان کا قبضہ ہو جاتا ہے تو رشتۂ ازدواج کمزور پڑ جاتا ہے اور جس معاشرہ میں باپ کے اقتدار کا غلبہ رہتا ہے وہاں یہ تعلق مستحکم رہتا ہے۔'' (مغربی تہذیب انحطاط کی شاہراہ پر)

طلاق کا حق مردوں سے کیوں نہیں لیا جا سکتا؟: بعض لوگوں کی جانب سے یہ شبہ بھی پیش کیا

Marfat.com

جاتا ہے کہ طلاق کا یہ خطرناک ہتھیار جو مردوں کو حاصل ہے اور جس سے کسی وقتی جذبے کے تحت وہ کسی وقت بھی ایک صابرہ عورت کی زندگی کو تباہ اور اپنے بچوں کے مستقبل کو تاریک کر سکتا ہے، کیوں نہ اس سے لے لیا جائے، تا کہ وہ اپنے اس حق کا غلط استعمال کر کے کسی کو نقصان پہنچا ہی نہ سکے؟

میں سمجھتا ہوں یہ شبہ بھی بے جا ہے، کیوں کہ جس طرح اسلام نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی ''تفویض طلاق'' یا ''تعلیق طلاق'' کے ذریعہ اس کا حق دیا ہے، جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے وقت نکاح، یا بعد نکاح عورت اپنے شوہر سے طلاق کا اختیار لے لے۔ اور خود بیوی ہی وقتی جذبے میں اس کا غلط استعمال کرے تو کیا ہم اسے قانون کی خرابی کہیں گے؟ نہیں، یہ قانونی حق کا غلط استعمال ہوگا۔ اس کی وجہ سے قانون ہی ختم نہیں کر دیا جائے گا بلکہ اس کو غلط استعمال سے بچانے کی ذہنی تربیت اور اصلاح کی تدبیر عمل میں لائی جائے گی۔ دوسری بات اگر اس حق کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس جائز حق سے محروم کرنے کے نتیجے میں جو بھیانک صورت حال پیش آئے گا اس کا تدارک کیا ہوگا؟ صورت حال کی ابتری اور پیچیدگی پر روشنی ڈالتے ہوئے سید محمد قطب شہید لکھتے ہیں: ''اگر شادی کو ایک دائمی اور ناقابل انقطاع رشتہ بنا دیا جائے، تو ذرا اس میاں بیوی کے حشر کا تصور کیجیے جو ایک دوسرے سے متنفر ہوں، اور ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہوں۔ کیا ایسی صورت میں اخلاقی جرائم کو مزید پھلنے، پھولنے کا موقع نہیں ملے گا؟ کیا خاوند اور بیوی گھر سے باہر داشتائیں اور آشنا نہیں ڈھونڈیں گے، تا کہ جنسی آسودگی حاصل کر سکیں؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کے تاریک، گندے اور بیمار ماحول میں بچوں کی صحیح پرورش ہونی بھی ناممکن ہے۔ کیوں کہ اس کے والدین کی شفقت اور محبت سے زیادہ خوش گوار معاشرتی ماحول ضروری ہے۔ یہیں سے لوگوں کی زندگیوں میں نفسیاتی الجھنیں اور پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔ ان کی اصل وجہ اسی قسم کے جھگڑالو والدین ہوتے ہیں، جس کی ایک مثال ہمیں ان رومن کیتھولک ممالک میں ملتی ہے جہاں طلاق قطعاً ممنوع ہے''

(اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص: 214)

عدالت کو طلاق کے سلسلے میں مداخلت کا اختیار کیوں نہیں؟: عدالت کو طلاق کے سلسلے

Marfat.com

میں مداخلت کا اختیار کیوں نہیں کہ وہ مرد کے طلاق دینے کے حق پر پابندیاں عائد کردے اور حق طلاق کو محدود کردے، اور عورت و مرد میں مصالحت کا عمل انجام دے، تا کہ اس کا انحصار صرف مرد کی خواہش پر رہے۔

اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے محمد قطب صاحب لکھتے ہیں: ''ہمارے نزدیک عدالت کو اس معاملے میں مداخلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ فقہ اسلامی میں اس مسئلے کا حل موجود ہے، وہ ہمارے لیے کافی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور حل کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک مصالحت کا تعلق ہے تو اس کا زیادہ تر انحصار خود میاں بیوی پر ہے۔ اگر وہ دونوں خلوص سے صلح کے خواہاں ہوں، تو ان کے دوست، احباب اتنے ہی مفید ثابت ہوسکتے ہیں جتنا کہ کوئی عدالت۔ اگر ان کے دلوں میں یہ خواہش موجود نہ ہو تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی عدالت بھی ان میں مصالحت نہیں کراسکتی۔ اب بھی دنیا میں ایسے ممالک موجود ہیں، جہاں جب افہام و تفہیم کے سارے ذرائع ناکام ہوجاتے ہیں تو عدالتیں ہی طلاق نامے جاری کرتی ہیں، مگر اس کے باوجود ان ممالک میں ہر سال بے شمار طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ صرف امریکہ میں طلاق کی سالانہ شرح 40% ہے، جو کہ دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔

(اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:215)

ہندوستانی سطح پر آزادی کے بعد سے اب تک بے شمار طلاق کے واردات عدالت میں بھی پہنچے ہیں، اور ان پر گرما گرم بحث و مباحثے کے بعد بعض موقعوں سے ایسے فیصلے بھی کورٹ کی جانب سے دیے گئے جو سراسر مسلم عائلی قانون میں مداخلت یا مداخلت کی راہ ہموار کرنے کے مترادف تھا، لیکن مسلمانان ہند کا رویہ ہمیشہ مذہبی تعلقات پر عمل کا ایسا رہا جو قابل صد آفریں اور لائق تحسین ہے۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی اپنے تجربات و مشاہدے کے آئینے میں فرماتے ہیں: ''مسلمانانِ ہند نے ابھی تک پوری قوت و طاقت کے ساتھ کورٹ سے حکومت تک ہر ایک کو بار بار یہی باور کرایا ہے کہ اپنی شریعت پر عمل کے معاملے میں وہ چاہے جتنے بھی غافل دکاہل ہوں، لیکن وہ یہ برداشت کرنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں کہ کسی کورٹ کے ذریعہ ان کے پرسنل لا میں مداخلت ہو۔ ان کا یہ جذبہ، یہ احساس اور یہ

Marfat.com

غیرت وحمیت قابل صد آفریں ہے، مگر ہم ان سے عرض کریں گے کہ وہ اپنے احساس کی لو تیز کر کے عمل کی طرف پیش قدمی بھی کریں اور شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں شریعت کو نافذ کریں اور اگر عائلی زندگی میں کبھی تنازع پیدا ہو تو اپنے بزرگوں اور اپنے علما کی ہدایت کے مطابق باہمی تصفیہ ومصالحت کی راہ پر گامزن ہوں تاکہ دنیا کے ساتھ آخرت اور عاقبت بھی سدھر اور سنور جائے۔'' (تین طلاق کا شرعی حکم ص:64)

تین طلاق کو ایک طلاق کیوں نہیں مانا جاسکتا؟ بعض انتہا پسند مسلم جماعت اور روشن خیال کہلانے والے مفکرین کی جانب سے یہ اعتراف کیا جاتا ہے کہ ایک نشست میں تین طلاق کو ایک طلاق کیوں نہیں مان لیا جاتا۔ اور کچھ نے تو تین طلاق کو بھی ایک قرار دے لیا ہے جس کی وجہ سے سادہ لوح عوام فریب کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی نظام الدین رضوی صاحب فرماتے ہیں: ''مسلمان شوہر اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے، تو اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، چاہے شوہر نے تین بار میں تین طلاقیں دی ہوں۔ مثلاً یوں کہا: ''میں نے تم کو طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا'' یا ایک ہی بار میں تین طلاقیں دی ہوں۔ مثلاً یوں کہا: ''میں نے تجھ کو تین طلاق دیا''۔

(کیوں کہ) اس باب میں حضور سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فیصلہ ہے، اسی پر آپ کے تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے، یہی حضرات تابعین کا مذہب ہے، اور یہی چاروں مشہور اماموں (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مسلک ہے۔'' (ایک نشست میں تین طلاق کا شرعی حکم، ص:4)

حلالہ کی سزا سابقہ بیوی کو کیوں جھیلنی پڑتی ہے؟: اسلام کے نظام کو اگر باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم پڑے گا کہ ''نکاح تحلیل'' عورت کے لیے سزا نہیں بلکہ اس کی خیر خواہی اور پشت پناہی کا مکمل ضامن ہے۔ اسلام کا آئینی مزاج یہ ہے کہ طلاق غلیظ کی شکار عورت ایک ایسے گم کردہ راہ اور موڑ پر آ کھڑی ہوتی ہے جہاں سے اسے اپنا مستقبل بالکل تاریک نظر آتا ہے اور وہ نفسیاتی طور پر ماؤف دماغ ہوتی ہے ایسی صورت میں اسلام نے مطلقہ عورتوں کے لیے سماج میں اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اس کا مستقبل تاریک نہ

Marfat.com

ہو، بلکہ عورت کے خاندان ورشتہ دار پر ضروری ہے کہ وہ مناسب رشتہ مل جانے کی صورت میں فوراً اس کا عقد نکاح دوسرے شوہر سے کرا دے، تاکہ معاشرہ میں اسے حقارت وذلت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے اور اخلاقی اعتبار سے عورت بھی دیوالیہ پن کا شکار نہ ہو جائے، جیسا کہ اور دوسرے معاشرے میں نظر آتا ہے۔ پھر اگر سوئے اتفاق دوسرے شوہر سے بھی بناؤ نہ ہو اور طلاق ہو جائے تو اب یہی عورت پہلے شوہر سے شادی کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

ہاں! پہلا شوہر جب تک اس مطلقہ عورت کی دوسری شادی نہ ہو جائے، اور وہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز نہ ہو لے، شادی نہیں کر سکتا اور ایسا اس لیے کیا گیا تا کہ کوئی شخص نکاح جیسے مقدس رشتہ کو بچوں کا کھیل نہ سمجھے اور اختیار طلاق کا خوب سوچ سمجھ کر استعمال کرے۔ اتنا سخت حکم بھی اسی لیے ہے کہ آدمی بات بات پر طلاق دے کر طلاق کو بازیچۂ اطفال نہ بنائے۔ پیشہ ورانہ یعنی چھوڑ دینے کی شرط پر نکاح کرنا یا کرانا اسلامی شریعت کے بالکل منافی ہے، اور ایسا کرنے والوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت لعنت ہی برستی ہے۔ مفکر اسلام مولانا یٰس اختر مصباحی صاحب لکھتے ہیں: ”یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام نے نہ حلالہ کی ترغیب دی ہے نہ حوصلہ افزائی کی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ (تین طلاق) دے کر اس سے دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار تین طلاق ہونے کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ زن و شوہر کے تعلقات استوار کرنے کے بعد اس عورت کو طلاق نہ دے، پہلے طلاق دینے والے شوہر سے اس کی شادی نہ کی جا سکے گی۔) جیسے فتیح عمل کے ذریعہ اپنی اور سابقہ بیوی کی غیرت کو کچل ڈالے۔“ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: ”لعن اللہ المحللین و المحللات“ حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کرانے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ یعنی جو مرد حلالہ کرتا ہو اور جو عورت حلالہ کراتی ہو، وہ دونوں مردود و ملعون ہیں۔

وقت نکاح تحلیل کی شرط کرانا حرام ہے، اور محض حصول لذت کے لیے نکاح کرنا قابل مذمت و ملامت ہے۔ البتہ بوقت ضرورت خیر و اصلاح اور دو گھر آباد کرنے کی نیت سے بلا شرط و معاہدہ ”نکاح تحلیل“ جائز ہے۔“ (تین طلاق کا شرعی حکم، ص:24)

Marfat.com

بعض لوگ اسے طوائفوں جیسا عمل سمجھتے ہیں، میری نظر میں اسے طوائفوں جیسا عمل کہنا بالکل بیوقوفی ونادانی ہے، کیوں کہ یہ عورت کی عزت وعصمت اور تقدس کو پامالی سے بچانے کے لیے تدبیری عمل ہے۔ کیوں کہ اس میں مطلقہ کے لیے دوسرے شوہر کی تلاش اور اس سے عقد نکاح کر کے زندگی گزارنے کا نجات دہندہ طریقہ ہے۔ ہاں! اس نکاح میں حلالہ کی شرط کرنا یا کرانا ضرور مخالف شریعت ہے، جسے ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اب بلا شرط نکاح اور لطف اندوزی کے بعد اتفاقی طور پر طلاق ہو جانے کی صورت میں اس کا پہلا شوہر پوری آمادگی اور چاہت سے نکاح کر لیتا ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔؟

بعد طلاق نان ونفقہ شوہر کے اوپر لازم کیوں نہیں؟: نفقہ نہ لازم ہونے کی صورت میں عورت کیا کرے؟: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب عورت کو طلاق ہو گئی، تو اس کے لیے شوہر پر لازم ہونا چاہیے کہ تاوقت نکاح ثانی اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار شوہر ہو، کیوں کہ اگر وہ ذمہ دار نہ ہوگا، تو یہ عورت سخت مشکلات کا شکار ہوگی اور اس طرح وہ کسمپرسی اور ابتلا و آزمائش کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی جو کہ عورت پر سراسر ظلم وزیادتی ہے؟

مطلقہ عورت کے نفقہ کے سلسلے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ اس کے ایام عدت کا نفقہ شوہر پہ لازم ہے۔ عدت میں نان ونفقہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مطلقہ عورت حائضہ ہے تو تین طہر یا تین حیض اور اگر حائضہ نہیں ہے تو تین ماہ، اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک مدت کے پورے خرچ کی ذمہ داری شوہر کے اوپر واجب ہے، خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا مغلظہ اور اس سلسلے میں اسلام نے مناسب اور حسب حیثیت واستطاعت خرچ کی ادائیگی کی تلقین و ہدایت کی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ" (البقرۃ، آیت:241)

اور طلاق والیوں کے لیے مناسب طور پر نان ونفقہ ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی ہے کہ جہاں وہ خود رہے وہیں بیوی کو بھی رکھے:

"أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ

Marfat.com

حَمْلَهُنَّ (سورۂ طلاق۔ آیت: 6)

(ترجمہ) عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو۔

اس ضروری مسئلہ کی مختصر وضاحت کے بعد اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ جب عورت کا تعلق شوہر سے طلاق اور پھر انقضائے عدت کی وجہ سے ختم ہوگیا تو اب اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار شوہر کیوں ہوگا۔ اس لیے کہ شوہر پر نفقہ کا وجوب تو تعلق زوجیت ہی کی وجہ سے لازم تھا اور اسی کی وجہ سے وہ ذمہ دار تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس عورت کی کفالت، اور اخراجات کی ذمہ داری اسلام نے اس کے گھر والے اور قریبی رشتہ دار کو بنایا ہے۔ ان سب کے لیے مشترکہ ضروری ہے کہ وہ اس کے آرام وراحت، خورد ونوش، لباس ورہائش اور اخراجات کا انتظام کریں اور اس کے لیے بہتر سے بہتر رشتہ تلاش کریں۔ ممکن ہے کہ یہاں بناؤ نہیں ہو، لیکن دوسری جگہ بناؤ ہوجائے اور اس کی زندگی ناخوشگوار کی بجائے خوش وخرم سے گزرے۔ اس سلسلے میں شوہر کو پریشان کرنے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا اور عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ شوہر کے لیے مشکلات پیدا کرنے کے حیلے، بہانے تراشنا سراسر اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ ایسے موقعوں سے مسلم سماج کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ سب سے پہلے شریعت کے قانون کی پابندی کرنا ہے۔ اسی میں سب کے لیے نجات ہے، عافیت ہے۔ ورنہ اسلام دشمن عناصر تو اس تاک اور گھات میں لگے ہی رہتے ہیں کہ انہیں کسی طرح حمایت ملے اور وہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے اور ان کے پرسنل لا میں مداخلت کریں۔ کبھی کبھی ناعاقبت اندیشی میں اس طرح کے اقدامات سامنے آتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس ”غیر لازم حق“ کے حصول کے لیے قانون کا سہارا لینا کسی بھی طرح روا نہیں۔ اس کے ذریعہ جو نقصانات پیدا ہوں گے ان کا تدارک نہ تو قانون ہی کے پاس ہوسکتا ہے اور نہ ہی متعلقہ شخص کوئی حل بتا سکتا ہے۔

مطلقہ عورت کے لیے تا نکاح ثانی نفقہ لازم کیے جانے کی صورت میں سماج کے لیے کیا کچھ نقصانات سامنے آئیں گے ان پہ روشنی ڈالتے ہوئے علامہ یٰسٓ اختر صاحب مصباحی لکھتے ہیں:

Marfat.com

(1) بعض مطلقہ عورتیں جن کے اندر بے خوفی و بے باکی ضرورت سے زیادہ ہوگی اور جن کو اپنی عزت و ناموس کا پاس و لحاظ نہیں ہوگا وہ بے راہ روی اختیار کر سکتی ہیں۔ کیوں کہ اب زندگی بھر کے اخراجات کے لیے ان کا مستقبل گویا محفوظ اور رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔

(2) جوان اور ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی دوسری شادی سے گریز کریں گی، کیوں کہ اب انہیں اخراجات کی فکر نہیں ہوگی۔ جب کہ طلاق کے بعد مناسب رشتہ ڈھونڈ کر دوسری شادی کر لینے کو اسلام پسند کرلیتا ہے اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔

(3) بے لگام اور بدمزاج بیویاں خود اپنے ہی رویہ سے شوہروں کو تنگ کر سکتی ہیں، کیوں کہ حق طلاق کا استعمال کسی غریب شوہر کے بس کی بات نہیں رہ جائے گی۔

(4) مال دار شوہر کے لیے اس صورت میں بھی دروازہ کھلا رہے گا، اور وہ چاہے تو شادی کر کے طلاق دیتا رہے اور نان ونفقہ ادا کرتا رہے۔

(5) لڑائی جھگڑا، آپس کے تنازعے اور رسہ کشی سے مجبور ہو کر کوئی نجات حاصل کرنا چاہے، تو اس نان ونفقہ کے ڈر سے اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ خواہ مخواہ وہ اسے پریشان کرے گا کہ کسی طرح یہ ہمت ہار کر خود ہی یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔

(6) اس کی بدسلوکی پر بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا، تو پھر دوسری خطرناک راہیں اختیار کرے گا، اور خدانخواستہ یہ نوبت بھی آسکتی ہے کہ مسلم گھرانوں میں بھی اب اسٹو پھٹنے لگیں گے اور بے گناہ عورتیں جل کر خاکستر ہوتی رہیں گی۔ ان کے علاوہ اور بہت سی سماجی برائیاں پھیلیں گی اور ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ (مسلم پرسنل لا کا تحفظ، ص:19)

ہاں! اس خدشہ کا ازالہ، کہ پھر اس عورت کے مستقبل کا کیا ہوگا؟ اسلام نے اس سلسلے میں بڑے واضح احکام دیئے ہیں، اس کا ایک اجمالی جائزہ یہاں ذکر کیا گیا ہے تا کہ اس کے آئینے میں عورت اپنے مستقبل کا تحفظ کریں اور کسی جذباتی رو میں ہرگز ہرگز ''عدالت'' کی راہ لینے کی کوشش نہ کریں۔

(1) اسلام نے ''قانون وراثت'' کی شکل میں عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ عورت خاندانی جائیدادوں کو ہنگامی حالات کی صورت میں استعمال

Marfat.com

کریں، اوراس کے ذریعہ اپنے اخراجات کی کفالت کریں۔

(2) والدین پر ذمہ داری ہے کہ اگر مطلقہ عورت بے اولاد ہے یا اولاد کما کر کے اپنی والدہ کو نہیں کھلاسکتا تو وہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے، جیسا کہ شادی سے قبل والدین پہ ان کی کفالت کی ذمہ داری تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ''میں تم کو افضل واعظم بھلائی کی بات بتاتا ہوں، اور وہ بھلائی اور احسان کی بات یہ ہے، کہ تم اپنی اس بیٹی پر خرچ کرو جو طلاق یا شوہر کی وفات کی وجہ سے تمہارے پاس آگئی ہے، اور تمہارے علاوہ اس کے لیے کوئی کمانے والا نہیں ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، ص:269)

(3) مطلقہ عورت کے پاس اگر اولاد ہے، جو اسے کما کر دے سکتا ہے، اس کی ضروریات پوری کرسکتا ہے تو ایسی صورت میں ان اولاد پر ضروری ہے کہ وہ اپنے ماں کے اخراجات کو پورا کریں۔

(4) چوتھی صورت اسلام نے مطلقہ کی کفالت کے لیے یہ پیش کیا ہے کہ والدین یا اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کے قریبی رشتہ دار اس کی حاجت برآری کریں۔

ان واضح انتظامی تدابیر کے ہوتے ہوئے اگر کوئی یہ کہے کہ نان ونفقہ کی ذمہ داری تا نکاح ثانی مرد پہ کیوں لازم نہیں، لازم نہ ہونے کی وجہ سے عورت کا مستقبل داؤ پہ لگ جائے گا۔ وہ بے سہارا ہوجائے گی تو اسے سوائے اسلامی تعلیم سے لاعلمی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ ہاں! موجودہ وقت میں سماج کے اندر ضرور ہندوستانی نظام معاشرت کی چند خرابیاں درآئی ہیں۔ مثلاً عورتوں کو وراثت سے کچھ نہ دینا، مطلقہ کے ساتھ نازیبا سلوک کرنا وغیرہ تو یہ سماجی خرابی ہے، نہ کہ اسلامی قانون کی۔ لہٰذا عورتوں کو اگر ان کے حقوق مل جائیں تو ایسی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

مغربی معاشرے میں طلاق کی شرح: اسلامی اور مغربی معاشرہ میں شرح طلاق واعداد طلاق کا جائزہ ہمیں یہ پتہ دیتا ہے کہ طلاق کی شرح اسلامی معاشرہ کی بہ نسبت مغربی معاشرہ میں زیادہ ہے اور حیرت انگریز بھی اور مغربی سماج کا خاندانی نظام بالکل تباہ ہوچکا ہے۔ جیسا کہ جاپانی نژاد امریکی دانشور فرانسس فرکویاما نے اپنی کتاب ''ایک ضابطے کا خاتمہ'' میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے:

Marfat.com

☆ مغرب میں خاندانی نظام بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ نکاح کے بغیر زندگی بسر کرنے کے رجحان نے سماجی سطح پر احساس ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ مغربی معاشرے نے عورتوں کو مردوں کے برابر روزگار کی مارکیٹ میں لا کر اور شادی شدہ خواتین کے مقابلے میں سنگل ماؤں (نکاح کے بغیر باپ بننے والا مرد سنگل فادر اور نکاح کے بغیر ماں بننے والی عورت سنگل مدر کہلاتی ہے) کو زیادہ سہولتیں دے کر شادی کی افادیت کا احساس ہی ختم کر دیا ہے۔ (ہفت روزہ تکبیر کراچی 30/ اکتوبر 1997)

☆ امریکی ہفت روزہ ''نیوز ویک'' کی رپورٹ کے مطابق ''یورپ میں سنگل ماؤں کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ شادی کے بغیر بننے والی بیبیوں میں اکثر نو عمر لڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ بغیر کسی پلاننگ (یعنی نکاح) کے ماں بن جانا کتنی بڑی غلطی ہے۔''

☆ نیوز ویک کے مطابق سویڈن میں پیدا ہونے والے آدھے بچوں کا تعلق غیر شادی شدہ والدین سے ہوتا ہے۔

☆ فرانس اور برطانیہ میں ہر تیسرا بچہ اپنے والدین کی ناجائز اولاد ہوتا ہے۔ یہی حال آئرلینڈ ڈنمارک میں ہے۔ سنگل فادرز اور سنگل مدرز کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے وہاں کا روایتی خاندانی نظام آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے اور یہاں کی نئی نسل خاندانی نظام میں پھوٹ کے سبب جرائم، منشیات اور پھر تشدد کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس طرح ڈنمارک بھی امریکہ بنتا جا رہا ہے۔ (ہفت روزہ تکبیر کراچی 4/ ستمبر 1997ئ)

☆ چرچ آف انگلینڈ کے 44 رہنماؤں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اب وہ اس بات پر بالکل یقین نہیں رکھتے کہ اکٹھے رہنے والے غیر شادی شدہ جوڑے گناہ کرتے ہیں۔ شادی پر زیادہ زور دینا اب پرانی بات ہو چکی ہے۔ اگر لوگ نکاح کے بغیر اکٹھے رہنے پر مصر ہیں تو پھر چرچ کو انہیں نہیں روکنا چاہیے۔

☆ مانچسٹر کے ''بشپ کرسٹوفر شیفلڈ'' کا کہنا ہے کہ بن بیاہے جوڑوں پر گناہ کا لیبل لگانے سے اب کوئی فائدہ نہیں۔

☆ نامہ نگار کے مطابق مغربی معاشروں میں عورتوں کو جنسی آزادی کے نام پر کھلی

Marfat.com

چھوٹ دی گئی، انہیں فراوانی اور آسانی کے ساتھ مانع حمل ادویات ریاست کی طرف سے مفت فراہم کی گئیں جس کے نتیجے میں شادی کا ادارہ (خاندان) سب سے زیادہ متاثر ہوا۔

☆ ہر گزرنے والے سال میں طلاق یافتہ افراد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ نکاح کے بغیر بن بیاہے اکٹھے رہنے والے جوڑوں نے ''خاندان'' کی جگہ لے لی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مستحکم خاندانوں کی بجائے ٹوٹے ہوئے گھروں سے نکلنے والے بچوں کی ایک فوج محلوں اور گلیوں میں چھوٹے بڑے جرائم کرتی پھرتی ہے۔ (ہفت روزہ تکبیر، 30 / اکتوبر 1997ء)

امریکا میں طلاق کی شرح دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ 1960ء کے دہے میں وہاں ایک ہزار 14 شادیوں پر دس طلاقیں ہوتی تھیں۔ 1970ء میں دفعتاً اس میں نمایاں اضافہ ہوا اور یہ ایک ہزار میں ۱۴ تک پہنچ گئیں اس کے بعد اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

فیملی پالیسیز اسٹڈیز سینٹر کے ذریعہ کیے گئے ایک ''پول'' (Poll) میں بتایا گیا کہ 122 ملکوں پر مشتمل یورپین کمیونٹی میں برطانیہ کی شرح طلاق سب سے بڑھی ہوئی ہے اور ناجائز ولادتوں میں اس کا تیسرا نمبر ہے۔ یہاں کی شرح طلاق ایک ہزار شادیوں پر 12.9 ہے۔ دوسرے نمبر پر ڈنمارک 12.8 اور تیسرے نمبر پر سوئزرلینڈ 8.7 ہے۔ ناجائز ولادتوں کی سب سے بڑھی ہوئی شرح ڈنمارک کی ہے 43.8 فیصدی اور اس کے بعد فرانس 12.9 فیصدی اور برطانیہ 20.9 فیصدی کا نمبر آتا ہے۔

جرمنی میں طلاق کے واقعات کثرت سے ہو رہے ہیں اور ایک غور طلب امر یہ ہے کہ عورتیں بڑی تعداد میں چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تقریباً 58 فیصدی طلاق کے مقدمات عورتوں کی طرف سے دائر کیے جاتے ہیں اور نو سال تک ساتھ رہنے کے بعد علیحدگی کی نوبت آجاتی ہے۔ تقریباً ہر چوتھے کیس میں طلاق کی کارروائی دوسرے فریق زیادہ تر شوہر کی رضامندی کے خلاف ہوتی ہیں۔

☆ سویڈن میں گذشتہ دس سال کے عرصہ میں طلاقوں کی تعداد دگنی ہوگئی اور شادی کے چند سال بعد ہی 10 فیصدی شادیاں چھ سال کے بعد ٹوٹ جاتی ہیں اور شادی کے چند سال بعد ہی 60 فیصدی شادیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

Marfat.com

☆ بلغاریہ میں 45.4 فیصدی طلاقیں فریقین کی بدچلنی کے باعث ہوتی ہیں۔

☆ ہنگری میں طلاق کی شرح امریکا اور رومانیہ کے بعد سب سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

☆ زیکوسلواکیا کے علاقوں میں ہر تیسری شادی طلاق پر ختم ہو جاتی ہے۔

☆ جاپان میں بھی شادیاں بڑی سرعت سے ٹوٹ رہی ہیں۔ 1982ء میں وہاں طلاق کے واقعات دوسری عالمی جنگ کے بعد سب سے زیادہ بڑھ گئے۔ ہر تین منٹ پر ایک طلاق یعنی وہاں پانچ نئی شادیاں ہوتی تھیں تو ایک طلاق واقع ہوتی تھی۔ 1994ء میں کیے گیے ایک سروے میں بھی جاپان کی 40 فیصدی عورتوں نے بتایا کہ وہ طلاق حاصل کرنے کے لیے سوچتی رہتی ہیں۔ حالاں کہ انھوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ اپنی شادی سے مطمئن ہیں۔

☆ کناڈا کے محکمہ اعداد و شمار کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ ملک کے طول وعرض میں طلاقیں کثرت سے واقع ہو رہی ہیں۔

☆ آسٹریلیا میں تقریباً 40 فیصدی شادیاں طلاق پر ختم ہو جاتی ہیں اور بڑی تعداد میں فریقین صرف علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ باضابطہ طلاق کی کارروائی بھی نہیں ہوتی۔

(مغربی تہذیب انحطاط کی شاہراہ پر، ص: 289 تا 205)

لیکن اس کے برخلاف اسلامی سماج میں ایسا نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ میں خاندانی نظام کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں خدائی قانون کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس میں یہ احساس ہمہ وقت بیدار ہوتا ہے کہ ہر اچھے برے عمل کا جواب انہیں اللہ کے حضور دینا ہے۔ تصور آخرت پہ کامل یقین کی وجہ سے مسلمان اپنے ہر عمل سے پہلے اس کے نفع ونقصان پہ ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں۔ تاہم کچھ لوگوں کے جذبات کا شکار ہونے سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں بھی آئے دن کوئی نہ کوئی طلاق کا واقعہ ہوتا ہی رہتا ہے جس کے تدارک اور حل کے لیے بھی ہمارے پاس آسان وقابل عمل لائحہ و تدابیر ہیں۔

■ ■ ■

Marfat.com

مطلقہ عورتوں کے مسائل، نوعیت اور حل

■ مولانا غلام رسول سعیدی ■ تلخیص وتخریج: صابر رضا رہبر مصباحی

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاؤس، عطا بن ابی رباح، عکرمہ، شعبی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، اور غیر مقلدین کے نزدیک، جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے، ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنی، اور حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے۔ خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے اور عبدالرحمن بن مہدی، ابوعبیدہ، امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج:20 ص:308،307)

فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل: ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے۔ اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ (یعنی دونوں میں سے کوئی نہیں) اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنی دونوں واجب ہیں۔

دلیل اول: قرآن مجید میں ہے **وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ** (بقرہ، آیت: 241)

(ترجمہ) اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

امام فخرالدین رازی شافعی (متوفی 606ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

Marfat.com

ہیں: "(والقول الثانی) ان المراد بھذہ المتعۃ النفقۃ، والنفقۃ قد تسمی متاعا واذا حملنا ھذہ المتاع علی النفقۃ اندفع التکرار" (تفسیر کبیر جلد: 2 صفحہ: 282 بیروت)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک دوسری آیت میں ہے: "وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ" (بقرہ، آیت: 236)

(ترجمہ) اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (یعنی کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے۔

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے۔ جیسے کپڑوں کا جوڑا، خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج: 2 ص: 270، بیروت، 1398ھ)

پس اگر بقرہ کی آیت نمبر 241 میں بھی متاع سے مراد یہی ہو۔ (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا۔ اس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے نیز از روئے لغت بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ (بقرہ، آیت: 240)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کو ایک سال نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ

Marfat.com

عورتوں کے لیے آیت 236 میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر 241 میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم کیا گیا ہے۔ اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا۔ اسی لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے۔ جب کہ لغت اور قرآن مجید سے نفقہ پر متاع کا اطلاق ثابت ہے۔ امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے کہ نکرہ جب مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان ونفقہ ہو، اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے۔ وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ، اور امام رازی کی تفسیر اور اس اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے۔ خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا موقف ہے۔

دوسری دلیل: فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق، آیت: 9)

(ترجمہ) ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص (متوفی 370ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں:

(1) سکنی (مکان) مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے۔ خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنی بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان ونفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے۔

Marfat.com

(3) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے۔ (لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ) یعنی نہ سکنیٰ میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو اور یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔

اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ" یعنی اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس سے ہے کہ وہ دوران عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دوران عدت خاوند کے گھر رہے گی۔

(احکام القرآن ج:3 ص:459,60، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، 1400ھ)

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنیٰ کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیوں کہ نان ونفقہ سکنیٰ سے زیادہ اہم ہے۔

تیسری دلیل: سنن دارقطنی کی حدیث ہے۔ امام علی بن عمر دارقطنی (متوفی 385ھ) روایت کرتے ہیں: "عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقة ثلاثا لها السکنی والنفقة"۔ (جلد4ص:21، ملتان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی۔

علامہ محمد عبداللہ یوسف ذیلعی حنفی (متوفی 762ھ) لکھتے ہیں۔ عبدالحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابوالزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا "عن اللیث عن ابی الزبیر" ہو، (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی "عن ابی الزبیر عن جابر" روایت کرے تو صحیح نہیں ہے۔) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یحیٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث

Marfat.com

حضرت جابر پر موقوف ہے۔ (نصب الرایہ، جلد 3 ص: 274، مجلس علمی سورت ہند، 1357ھ)

عبدالحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے۔ مثلاً کتاب الحج کے "باب جواز دخول مکہ بغیر احرام" میں ھے: "نامعاویہ بن عماد الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر" نیز اسی باب میں ہے: "فی روایۃ قتیبتہ قال نا ابو الزبیر عن جابر" (صحیح مسلم، ج:1 ص:439، کراچی، 1357ھ)

ان اسانید میں نہ لیث ہے، نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام مسلم کے نزدیک مسلّم نہیں ہے۔ ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے اور جب یہ سند حدیث کی مصلحت کے منافی نہیں تو دارقطنی کی مذکورہ روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے، تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، جلد 2 ص: 225، دائرۃ المعارف ہند، 1325ھ)

پس ثابت ہوگیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح میں سے ہیں۔

چوتھی دلیل: "قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امراة لا ندرى لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة قال الله عزوجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان ياتين بفاحشة مبيّنة"

(صحیح مسلم، جلد: 1 ص: 485، کراچی، 1375ھ)

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ پتہ نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو مگر یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنی اور نفقہ واجب ہے۔ باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے، وہ دارقطنی کے نزدیک " نہ سنت رسول کو ترک کریں گے۔" یہ زیادتی غیر محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی کے متعدد متابع ہیں، نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے۔ ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

بعض شارحین کا تسامح: شیخ محمد تقی عثمانی نے فقہاء احناف کے موقف پر اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے 'وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ" (بقرہ، آیت: 233)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان مطلقہ عورتوں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں: "والسياق المطلقات ولا فرق بين المبتوتة والرجعية" (تکملہ فتح الملہم جلد 1 ص: 203، کراچی)

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں ہے اور مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ رجعیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں نہیں بلکہ مرضعات (دودھ پلانے والیوں) کے سیاق میں ہے اور یہاں مطلقہ عورت پر بھی نفقہ اور کسوۃ (کپڑے) کا وجوب دودھ پلانے کی جہت سے ہے۔ مطلقہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، جو شخص بھی اس آیت کا سیاق وسباق سے مطالعہ کرے گا اس پر یہ مفہوم واضح ہو جائے گا۔

(1) "عن محارب قال، قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما احل الله شيئاً ابغض اليه من طلاق" (ابوداؤد جلد: 1 ص: 696)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان میں طلاق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

نفقہ سے عجز کی صورت میں تفریق کا مسئلہ: اگر شوہر مفلس ہو اور اپنے افلاس کی وجہ سے بیوی کی روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ اٹھا سکے اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ائمہ

Marfat.com

ثلاثہ کے نزدیک حاکم ان میں تفریق کر سکتا ہے۔

قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں: جو شخص بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو، اس کے بارے میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، ابوعبید اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ اور سعید بن مسیب کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری یہ کہتے ہیں کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نفقہ سے عاجز ہونا آیا عنین (نامرد) کے ضرر کے مشابہ ہے یا نہیں؟ کیوں کہ جمہور کے نزدیک شوہر کے عنین ہونے کی وجہ سے طلاق واقع کر دی جاتی ہے حتی کہ ابن منذر نے کہا ہے، اس پر اجماع ہے۔ (بدایۃ المجتہد، جلد 2 ص: 39، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی (متوفی 455ھ) لکھتے ہیں: جب افلاس کے سبب خاوند اپنی عورت کا خرچ اٹھانے سے عاجز ہو تو اس عورت کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے، کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کا خرچ نہ اٹھا سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اس پر یہ دلیل بھی ہے کہ جب مباشرت پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کر دی جاتی ہے حالانکہ اس کا ضرر کم ہے تو نفقہ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بطریق اولی تفریق کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کا ضرر زیادہ ہے۔

(المہذب مع المجموع، جلد 18 ص: 267، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن مجید سے استدلال: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَانٍ" (بقرہ، آیت: 229)

یا تو معروف اور مروّج طریقے سے بیوی کو اپنے پاس رکھو، ورنہ شائستگی سے علیحدہ کر دو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۔" (بقرہ، آیت: 231)

(ترجمہ) اپنی بیویوں کو حسنِ سلوک کے ساتھ رکھو، ورنہ ان کو شائستگی سے علیحدہ کر دو

Marfat.com

اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے اپنے پاس نہ رکھو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے صرف دو صورتیں رکھی ہیں یا تو بھلائی سے نان اور نفقہ دے کر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے، ورنہ شائستگی سے طلاق دے دے۔ اس لیے جو شخص بیوی کا نفقہ دینے سے غربت کی وجہ سے عاجز ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ طلاق نہیں دیتا، تو حکام پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ (کذا فی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

احادیث اور آثار سے استدلال: امام علی بن عمر قطنی (متوفی 385ھ) لکھتے ہیں۔"عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی والید العلیا خیر من الید السفلی وابدا بمن تعول. قال ومن تعول یا رسول الله، قال امرأتك تقول اطعمنی والا فارقنی الحدیث." (سنن دار قطنی جلد 3 ص:296 مطبوعه ملتان)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ تونگری میں دینا ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے ابتداء کرو۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا، یارسول اللہ! میرے عیال کون ہیں؟ فرمایا، تمہاری بیوی جو کہتی ہے مجھ کو کھلاؤ یا علیحدہ کر دو۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اس کو سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ایضا)

نیز امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:"عن ابی هريرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: المرأة تقول لزوجها اطعمنی او طلقنی" (سنن دار قطنی جلد3 ص:297 ملتان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے طعام دو یا مجھے طلاق دو۔

امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:"عن سعید بن المسیب فی

Marfat.com

الرجل لا یجد ماینفق علی امرأته قال یفرق بینھما "(ایضاً)
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا خرچ نہ اٹھا سکے، ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

نیز امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: "عن ابی ھریرۃ عن النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ۔" (ایضاً)

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو (یعنی نفقہ سے عاجز کی صورت میں تفریق کو) روایت کیا ہے۔ ان تمام احادیث اور آثار کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد 7 جلد 71، 470۔ مطبوعہ ملتان)

تفریق میں فقہاء احناف کا موقف: علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے کہ حنفی قاضی ایک ایسے قاضی کو اپنا نائب رکھے جس کے مذہب میں اس خاوند کی بیوی سے تفریق جائز ہو جو نفقہ سے عاجز ہو، اور موجود بھی ہو اور طلاق نہ دیتا ہو۔ کیونکہ عورت دائمی طور پر اپنی ضروریات کو قرض لے کر پورا نہیں کر سکتی اور نہ کوئی اسے دائمی طور پر قرض دینے والا مل سکتا ہے اور مستقبل میں خاوند کا خوشحال ہونا ایک امر موہوم ہے۔ اس لیے جب عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو تفریق ضروری ہے اور اگر خاوند غائب ہو تو ان میں تفریق نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس وقت اس کے نفقہ سے عاجز ہونے کا حال معلوم نہیں اور اگر قاضی نے تفریق کر دی تو وہ نافذ نہیں ہوگی کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا نفقہ سے عجز ثابت نہیں ہے۔ (ردالمختار، جلد 4 صفحہ 903، استنبول، 1327ھ)

علامہ شامی کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اگر خاوند امیر ہو اور خرچ نہ دے تو ان کے نزدیک تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ غائب ہو اور اس کی خبر منقطع ہو پھر بھی امام شافعی کے نزدیک ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ (ایضاً)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ چونکہ موخر الذکر دونوں صورتوں میں کسی مجتہد کا قول نہیں ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے، اور کوئی شخص اس بنا پر تفریق کرے گا تو صحیح نہیں ہے، لیکن علامہ شامی کا یہ فرمانا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان دونوں

Marfat.com

صورتوں میں تفریق جائز ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ اس لیے اگر خاوند نفقہ سے عاجز ہو اور کسی شافعی عالم کو حکم بنا کر اس سے تفریق کرالی جائے تو جائز ہے اور اگر کوئی شافعی عالم موجود نہ ہو تو اس صورت میں حنفی عالم بھی امام شافعی کے قول پر فتوی دے سکتا ہے اور اس کی تفریق نافذ ہو جائے گی۔ علامہ شامی ایک اور مسئلہ میں لکھتے ہیں: "وھذا اوسع فیجوز الاخذبہ وان لم یکن مذھبنا فان الانسان یعذر فی العمل بہ عندالضرورۃ کما فی الزاھدی۔"

(ردالمختار، جلد 3 صفحہ 277)

اس میں زیادہ وسعت ہے۔ اس لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیوں کہ ضرورت کے وقت انسان اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔ اسی طرح فقیہ زاہدی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، اس میں حنفی مفتی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور حنفی قاضی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر اجتہادی مسئلہ میں دوسرے امام کے قول کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ البتہ مستحسن یہی ہے کہ دوسرے مذہب کے قاضی کو نائب رکھ لیا جائے اور اس سے فیصلہ کرایا جائے لیکن اگر حنفی قاضی خود بھی فیصلہ کر دے تو یہ اس زمانہ میں بھی جائز ہے۔

نفقہ نہ دینے کی صورت میں تفریق کا حکم

امام شافعی کا موقف: اگر خاوند مالدار ہو اور موجود بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ دے تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو اقوال ہیں: ظاہر قول یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو فسخ کا اختیار ہے، لیکن یہ قول مختار نہیں ہے۔

مذکور ہے کہ جب خاوند مالدار ہو اور حاضر ہو اور عورت اس سے نفقہ کا مطالبہ کرے اور

Marfat.com

خاوند اس کو نفقہ نہ دے تو اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، کیوں کہ وہ حاکم کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے۔ مسعودی نے یہ کہا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ کیوں کہ نفقہ نہ دینے کی صورت میں عورت کو بہر حال ضرر لاحق ہوگا۔ اس لیے اس کا خاوند حکماً معسر (نفقہ سے عاجز) ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیوں کہ عسرت عیب ہے۔

(تکملہ شرح المہذب ج:18 صفحہ 272، بیروت)

امام مالک کا موقف: اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور اپنی بیوی کو روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق بھی نہ دے (ایسے شخص کو متاخرین فقہاء کی اصطلاح میں متعنت کہتے ہیں) ایسے شخص کے متعلق فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ حاکم اس کو طلاق دینے کے لیے کہے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر حاکم اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔

علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی (1197ھ) لکھتے ہیں: "واذا اردت الفسخ ورفعت للحاكم (فيامره الحاكم ان لم يثبت عسره) بالنفقة والكسوة ان شكت عدمها (اوالطلاق) اى يلزمه احدالا مرين بأن يقول له اما ان تنفق عليها اوتطلقها (والا تلوم بالاجتهاد) بمايراه الحاكم من غير تحديد بيوم اواكثر (ثم) بعدالتلوم طلق عليه۔"

(الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی، ج:2 صفحہ 519 بیروت)

جب عورت فسخ نکاح کا ارادہ کرے اور حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے تو اگر خاوند کا افلاس ثابت نہ ہو تو حاکم خاوند کو کھانے کا خرچ اور کپڑے دینے کا حکم دے۔ جب کہ عورت نے نفقہ نہ دینے کی شکایت کی ہو، یا اس کو طلاق دینے کا حکم دے۔ یعنی حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے۔

علامہ شمس الدین محمد مالکی (1219) لکھتے ہیں: "ان الزوج اذاامتنع من النفقة وطولب بها فاماان يدعى الملاء ويمتنع من الانفاق، واما ان يجيب بشيئى، واما ان يدعى العجز فان لم يجب بشيئى طلق عليه حالاً

Marfat.com

وان قال: انا موسر ولكن لا انفق فقيل يعجل عليه الطلاق وقيل يحبس واذا حبس ولم ينفق طلق عليه۔ وهذا كله اذالم يكن له مال ظاهر والا اخذ منه وان ادعى العجز فاما ان يثبت والا فان لم يثبت العجز قيل له طلق اوانفق فان امتنع من الطلاق والانفاق تلوم له ثم طلق عليه. وقيل يطلق عليه حالا من غير تلوم وهو المعتمد اوان ثبت عسره تلوم له على المعتمد ثم طلق عليه۔"

(حاشية الدسوقي على الشرح الكبير جلد 2 صفحه 518 بيروت)

خاوند سے جب بیوی کے خرچ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اس کا خرچ نہ دے تو یا تو وہ مالدار ہونے کا مدعی ہوگا اور خرچ دینے سے انکار کرے گا اور یا کوئی جواب نہیں دے گا یا عجز کا دعویٰ کرے گا۔ اگر وہ خرچ کے دعویٰ کا کوئی جواب نہ دے تو قاضی اس کی بیوی پر فوراً طلاق واقع کر دے، اور اگر وہ کہے کہ میں مالدار ہوں اور خرچ نہیں دیتا تو ایک قول یہ ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو جلد طلاق دے دے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے اور اگر وہ قید کے باوجود خرچ نہ دے تو قاضی اس کی بیوی کو طلاق دے دے، اور یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب خاوند کا مال ظاہر نہ ہو۔ ورنہ قاضی اس کے مال سے خرچ وصول کرے۔ اگر خاوند خرچ دینے سے عاجز ہونے کا مدعی ہو تو یا تو وہ عجز کو ثابت کرے گا یا نہیں، اگر وہ عجز ثابت نہ کر سکے تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق دو یا خرچ دو اگر وہ نہ طلاق دے نہ خرچ دے تو قاضی (کچھ دن) انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور یہی معتمد قول ہے اور اگر اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو معتمد قول یہ ہے کہ کچھ انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔

علامہ احمد محمد صاوی مالکی (1223ھ) نے بھی بعینہ یہی تقریر کی ہے۔

(بلغۃ السالک لاقرب المسالک جلد 2 صفحہ 745)

اگر کسی جگہ قاضی میسر نہ ہو تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں جماعت مسلمین بھی طلاق واقع کر سکتی ہے۔ علامہ صاوی لکھتے ہیں: "فان لم يكن حكم فجماعة المسلمين

Marfat.com

العدول يقومون مقامه فى ذلک وفى كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم العدل والواحد منهم كاف وتقدم ذالک عن المؤلف فى اول باب المفقود" (ایضاح:2ص:32-325)

اگر حاکم نہ ہو تو نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم کے قائم مقام ہوگی اور جس معاملہ میں حاکم تک پہنچنا مشکل ہو (نیک مسلمان حاکم کے قائم مقام ہیں) اور ان میں سے ایک مسلمان بھی کافی ہے۔

علامہ شمس الدین محمد دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔

(حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر جلد 2 صفحہ 519، بیروت)

علامہ صاوی نے مصنف کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے، وہ حسب ذیل ہے: "ان رفعت امرها للحاكم) ان كان ثم حاكم شرعى اولجماعة المسلمين عندعدمه) ولوحكما " كما فى زما ننا بمصر اذلا حاكم فيها شرعى ويكفى الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلًا عارفاً شانه ان يرجع اليه فى مهمات الامور بين الناس لا مطلقًا واحداً وهو محمل كلام العلامة الاجهورى وهو ظاهر لاخفاء به"

(الشرح الکبیر جلد2 صفحہ694، بیروت)

اگر عورت حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے بشرطیکہ وہاں حاکم شرعی ہو اور اگر حاکم شرعی نہ ہو تو جماعت مسلمین کے پاس مقدمہ پیش کرے، خواہ حاکم شرعی کا نہ ہونا حکما ہو۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مصر میں حاکم شرعی نہیں ہے اور مسلمانوں میں سے ایک نیک شخص بھی کافی ہے جو احکام شرعیہ کو جاننے والا ہو اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ مطلقاً ایک مسلمان شخص مراد نہیں ہے' رعلامہ جہوری ے کلام کا بھی یہی محمل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کا موقف: اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق دے کر آزاد بھی نہ کرے تو اس صورت میں امام احمد کے دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو نکاح فسخ

Marfat.com

کرانے کا حق حاصل ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مردادی حنبلی (متوفی 885ھ) لکھتے ہیں: "وان النفقة اوبعضها مع ایسار وقدرت له علی مال: اخذت منه ما یکفیها ویکفی ولدها بالمعروف بغیر اذنه فان غیّبه وصبر علی الحبس فلها الفسخ) هذا المذهب جزم به الخرقی والوجیزوتذکرة ابن عبدوس ومنتخب الأدمی وغیرهم قال فی الرعایتین: له الفسخ فی اصح الوجهین ، قال فی تجرید العنایة: فان أصر فارقته عندالاکثر وقدمه فی المستوعب والمحرر والشرح والفروع وغیرهم واختاره ابو الخطاب والمصنف والشارح" (الانصاف ج:9صفحه390،بیروت)

اگر خاوند دولت مند ہونے کے باوجود بیوی کو پورا نفقہ یا بعض نفقہ نہ دے اور بیوی کسی طریقہ سے مال کے حصول پر قادر ہو تو وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے بقدر کفایت بلا اجازت اس کا مال لے لے اور اگر خاوند مال کو غائب کردے اور بیوی کو ٹھہرنے پر مجبور کرے (یعنی طلاق نہ دے) تو بیوی کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ اس مذہب پر علامہ خرقی، صاحب وجیز، صاحب تذکرہ، ابن عبدوس اور صاحب منتخب الادمی کا جزم ہے۔ رعایتین میں ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے۔ تجرید عنایہ میں ہے کہ اگر خاوند نفقہ نہ دینے پر اصرار کرے تو اکثر فقہاء حنابلہ کے نزدیک عورت خاوند سے علیحدہ ہو جائے۔ مستوعب، محرر، شرح اور فروع وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ ابوالخطاب، مصنف اور شارح کا بھی یہی مختار ہے۔

وضاحت: خلاصہ یہ ہے کہ جب خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور محض تنگ کرنے کے لیے عورت کو اس کا خرچ نہ دے اس صورت میں امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ وہ عورت عدالت سے اپنا حق حاصل کرے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں قاضی طلاق واقع کردے گا، اور امام احمد بن حنبل کا اس سلسلے میں راجح قول یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے اور فقہاء حنابلہ کی غالب اکثریت کا یہی مختار ہے۔

Marfat.com

آج کل اس مسئلہ میں امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا ہی قرین قیاس ہے کیوں کہ آج کل عدالت سے انصاف حاصل کرنے میں جس قدر پیچیدگیاں اور دشواریاں ہیں اور پیسے اور وقت کا جس قدر خرچ ہوتا ہے وہ اہل فہم سے مخفی نہیں ہے۔ پھر جب خاوند نے مال غائب کر دیا تو اول وہ عدالت میں پیش نہیں ہوگا۔ ثانیاً اگر پیش ہو گیا تو کہہ دے گا میرے پاس خرچ دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ بھی فسخ نکاح ہے، پھر جو شخص پاکستان کی (یا دیگر ممالک) عدالتوں کے طریق کار پر نظر رکھتا ہے اس سے یہ مخفی نہیں کہ ایک مقدمہ کے فیصلہ کے لیے عدالت کی لاتعداد تاریخوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور برسہا برس گذرنے کے بعد کسی مقدمہ کا بمشکل فیصلہ ہو پاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو عورت خاوند کے نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ وہ اتنے عرصہ تک کہاں سے کھائے گی؟ اس لیے عورت کو مزید ضرر سے بچانے کی خاطر عورت کو براہ راست فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہے اور تحقیق احوال کے بعد اس صورت میں حاکم پر واجب ہے کہ وہ امام مالک یا امام احمد کے قول پر عمل کرتے ہوئے زوجین کے درمیان تفریق کر دے۔

خاوند کی گمشدگی کا مسئلہ: علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی 593ھ) لکھتے ہیں کہ حسن کی روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب مفقود (لاپتہ) کی زندگی کے ایک سو بیس سال پورے ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب اس کے تمام معاصرین فوت ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا۔ امام ابو یوسف سے نوے سال کی روایت ہے۔ بعض مشائخ حنفیہ نے بھی نوے سال مقرر کیے ہیں۔ زیادہ قیاس یہ ہے کہ وقت مقرر نہ کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ نوے سال مدت مقرر کی جائے اور جب اس کو مردہ قرار دے دیا جائے گا تو اس کی بیوی عدت وفات گذارے گی اور اس کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(ہدایہ مع فتح القدیر 72-373، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

احناف کا موقف: امام ابوالحسن لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لاپتہ شخص کا نکاح یقین سے ثابت اور معروف ہے، اور غائب ہو جانا تفریق کو واجب نہیں کرتا اور اس کی

Marfat.com

موت مشکوک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اس لیے جب تک اتنی مدت نہ گذر جائے جس میں اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ اس وقت تک اس کو مردہ قرار نہیں دیا جائے گا اور عرف اور عادت میں ایک آدمی ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں رہتا، یا اپنے تمام معاصرین کی موت کے بعد زندہ نہیں رہتا اس لیے اس مدت کے گذرنے کے بعد اس کو مردہ فرض کرلیا جائے گا۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام (متوفی 861ھ) نے تخفیف کر کے اس مدت کو ستر سال قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ج:5 صفحہ 374)

امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کی عبارات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس لاپتہ شخص کی بیوی کو اس کی عمر کے ایک سو بیس سال یا تمام معاصرین کی موت تک یا ستر یا نوے سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا اتنا مال اور ترکہ موجود ہو جس کو اس کی بیوی ستر یا نوے سال تک بیٹھ کر کھا سکے۔

سنن دارقطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یاتیھا البیان'' لاپتہ شخص کی بیوی اس کی بیوی قرار پائے گی جب تک کہ کوئی وضاحت نہ آجائے یا کوئی خبر نہ آجائے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں محمد بن شرجیل ایک ضعیف راوی ہے۔

ابوحاتم نے کہا یہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف منکر اور باطل روایات منسوب کرتا ہے۔

ابن قطان نے کہا اس کا ایک راوی سوار بن مصعب متروکین میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور اقاویل متعارض ہیں۔

(فتح القدیر جلد 5 صفحہ 372)

امام مالک کا موقف: علامہ ابن سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن قاسم مالکی نے امام مالک سے پوچھا کیا مفقود کی بیوی امام مالک کے قول کے مطابق حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال عدت گذار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا، نہیں۔ امام مالک نے فرمایا، اگر مفقود کی بیوی بیس سال بھی انتظار کرتی رہے، اس کے بعد حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش

Marfat.com

کرے تو حاکم اس میں غور وفکر کرے اور جس جگہ وہ شخص گیا تھا وہاں اس کی تفتیش کرے اور جب اس کا پتہ نہ چل سکے اور وہ مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ چار سال ٹھہرنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارنے کے لیے بھی حاکم کی اجازت ضروری ہے یا وہ یہ مدت ازخود بھی گذار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہاں! اس کی عدت وفات کے ساتھ حاکم کا کیا تعلق ہے؟ سحنون ابن القاسم سے امام مالک یحییٰ بن سعید سے سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے وہ چار سال انتظار کرے۔ پھر چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد 2 صفحہ 92-93، بیروت، 1406ھ)

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص ارض اسلام میں لاپتہ ہو گیا اور اس کی موت اور حیات کا پتا نہ چل سکا ہو، اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا جب مفقود کی بیوی حاکم کے سامنے مقدمہ پیش کرے۔ اس دن سے حاکم اس کو چار سال مدت گذارنے کا حکم دے، جب یہ مدت گذر جائے تو وہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے۔ اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی، البتہ اس کا مال وارثوں میں اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اتنی مدت گذر جائے، جس مدت میں اس کے مرجانے کا غالب گمان ہو، اس میں ستر، اسی، نوے اور سو سال کے چار قول ہیں۔ یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مروی ہیں۔ لیث کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کی بیوی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ قول حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

علامہ قاضی ابوالولید محمد ابن رشد مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب استصحاب حال کا قیاس سے معارضہ ہے کیوں استصحاب حال کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ شخص زندہ تھا تو جب تک اس کی موت پر کوئی دلیل نہ پائی جائے اس شخص کو زندہ ہی تصور کیا

Marfat.com

جائے گا اور جب تک وہ زندہ ہے اور اس کی طلاق یا موت ثابت نہیں ہے اس کی بیوی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایلاء میں تفریق کردی جاتی ہے۔ یعنی اگر خاوند قسم کھالے کہ چار ماہ تک بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اور چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے تو زوجین میں تفریق کردی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتہ ہو تو اس میں عدم قرب کا ضرر ایلاء سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس میں بطریق اولی تفریق کرنی چاہیے، اس طرح اگر خاوند عنین (نامرد) ہو۔ اور ایک سال تک علاج سے ٹھیک نہ ہو سکے تو زوجین میں تفریق کردی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتہ ہو تو اس کا ضرر عنین سے زیادہ ہے۔

(بدایۃ المجتہد، جلد 2 صفحہ 39-40، بیروت)

امام مالک ابن انس کی دلیل یہ حدیث ہے: "عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم یدر این فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل"

(مؤطا امام مالک صفحہ 523، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال انتظار کرے۔ اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذارے پھر وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اس عورت نے عدت وفات گذرنے کے بعد نکاح کر لیا اور اس کا سابق خاوند آگیا تو اب اس کا حق نہیں ہے، خواہ دوسرے شوہر نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہی مقرر ہے اور اگر نکاح سے پہلے خاوند آگیا تو وہ اس عورت کا (بغیر عقد جدید کے) حقدار ہے۔ (ایضاً)

علامہ ابوالولید باجی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: مفقود الخبر کی تین قسمیں ہیں۔

(1) ایک وہ ہے جس کے بارے میں کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں گیا ہے، حاکم کے فیصلہ کے بعد اگر چار سال گذار لیے جائیں تو اس کو مردہ تصور کیا جائے گا۔

Marfat.com

(2) دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہوا، ایک شخص مسلمانوں کی صفوں سے لاپتہ ہو جائے اس کی بیوی کو کبھی بھی نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(3) تیسری قسم یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں مصروف ہو، اور لاپتہ ہو جائے اس کے لیے کوئی عدت مقرر نہیں ہے اور یہ اجتہاد پر موقوف ہے۔

علامہ ابن حبیب نے اس کے لیے ایک سال کی مدت اور عدت وفات مقرر کی ہے۔ اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

علامہ اصبغ نے کہا کہ اگر وہ اپنے شہر میں لڑائی کے دوران لاپتہ ہوا ہے تو صرف عدت وفات ہے اور علامہ اشہب نے امام مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑائی کے دوران صفوں سے گم ہوا ہے تو ایک سال مدت ہے اور عدت وفات بھی اسی میں شامل ہے۔

(المنتقی جلد 4 صفحہ 91-93، مصر، 1331)

امام شافعی کا موقف: علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں جب کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ قول قدیم یہ ہے کہ وہ نکاح فسخ کرا کر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے کیوں کہ عمرو بن دینار نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص پر جنات عاشق ہو گئے اور وہ اپنی عورت سے غائب ہو گیا۔ وہ عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی، انہوں نے اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دیا پھر اس کو عدت وفات گذارنے کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کرنے کی اجازت دی، اور اس لیے بھی کہ جب وطی کے متعذر ہونے کی وجہ سے مسئلہ عنین میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے اور نفقہ کے تعذر کی وجہ سے اعسار میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے تو یہاں بطریقِ اولیٰ نکاح فسخ کر دینا چاہیے۔

علامہ شیرازی فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس عورت کے لیے نکاح فسخ کرانا جائز نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے کیوں کہ جب مفقود کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا تو اس کی بیوی کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض حضرت علی کا قول ہے کہ ''عورت اس وقت تک صبر کرے جب تک کہ مفقود کی موت کا یقین ہو جائے۔'' اور مسئلہ عنین کا جواب یہ ہے کہ وہاں سبب فرقت یعنی عنین کا تحقق ہے اور یہاں

Marfat.com

سبب فرقت یعنی موت کا تحقق نہیں ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں دلائل کے ساتھ قول جدید ہی کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الام جلد 5 صفحہ 239،)

علامہ ابواسحاق شیرازی (متوفی 455ھ) لکھتے ہیں کہ اگر ہم امام شافعی کے قول قدیم پر عمل کریں تو چار سال کی ابتداء حاکم کے حکم کے بعد سے مانی جائے گی اور بعض فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جب سے اس کا خاوند گم ہوا ہے، تب سے چار سال کی ابتداء فرض کی جائے گی اور پہلا قول صحیح ہے کیوں کہ یہ مدت حاکم کے اجتہاد سے مقرر ہوئی ہے۔ اس لیے اس کے اعتبار کے لیے اس کا حکم ضروری ہے اور اس کے بعد عدت گذارنے کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔ (المہذب مع المجموع جلد 18 صفحہ 155، بیروت)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک علی الفور تفریق کی صورت: مفقود کی بیوی کے بارے میں جو امام شافعی کے دو قول گذرے ہیں کہ وہ موت کا یقین حاصل کیے بغیر نکاح نہیں کرسکتی، یا چار سال کے فیصلے کے بعد چار سال اور عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح کرسکتی ہے، یہ اس صورت میں ہیں جب مفقود کا مال اتنا ہو جس سے وہ اپنا خرچ اٹھا سکتی ہو اور جب اس کے پاس یہ مال نہ ہو تو وہ علی الفور تفریق کرا سکتی ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے: "وان غاب عنها الزوج وانقطع خبره ولا مال له ينفق عليها منه فهل يثبت لها الفسخ؟ فيه وجهان (احدهما) يثبت كتعذرها بالاعسار والثاني وهو قول الشيخ ابي حامد انه لا يثبت بالاعسار بالنفقة ولم يثبت اعساره"

(شرح المهذب جلد: 18 ص: 272، بیروت)

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو جائے اور شوہر کا مال نہ ہو جس سے اس عورت پر خرچ کیا جا سکے تو کیا اس کے لیے فسخ ثابت ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے لیے فسخ ہے۔ جیسا کہ اعسار (افلاس) کی وجہ سے نفقہ کے تعذر میں ہے اور دوسرا قول شیخ ابو حامد کا ہے کہ اس کے لیے فسخ نہیں ہے کیوں کہ اعسار ثابت نہیں ہوا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ ابو حامد کے قول کی غلطی ظاہر ہے۔ کیوں اصل علت اعسار

Marfat.com

نہیں بلکہ تعذر نفقہ ہے اور وہ اس صورت میں بھی موجود ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے: جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چلا جائے اور اس کی غیبت غیر منقطعہ ہو، اس کی جگہ اور خبر معروف ہو اور اس کے خط آتے ہوں تو تمام اہل علم کے نزدیک اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے! ہاں اگر خاوند کے مال سے اس کی بیوی پر خرچ کرنا مشکل ہو تو وہ نکاح کے فسخ ہونے کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ (شرح المہذب جلد 18 صفحہ 158)

امام احمد بن حنبل کا موقف: علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے غائب ہو جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ایک حال یہ ہے کہ اس کی غیبت غیر منقطع ہو، اس کی خبر معلوم ہو، اور اس کے خط آتے ہوں۔ تمام اہل علم کے نزدیک اس عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ خاوند کے مال سے اس پر خرچ کرنا متعذر ہو، ایسی صورت میں وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا، اور اس پر اتفاق ہے کہ قیدی کی بیوی اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔ نخعی، زہری، یحییٰ، انصاری، مکحول، شافعی، ابو عبید، ابو ثور، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ (امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔)

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ دوسرا حال یہ ہے کہ خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو، اور وہ کہاں ہے؟ اس کا علم نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(1) ایک یہ ہے کہ وہ جس جگہ گیا ہے وہاں سلامتی کا گمان ہو، مثلاً تجارت کا سفر، طلب علم کا سفر، یا سیاحت کا سفر جس میں ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس میں بھی اس کی زوجہ نکاح نہیں کرسکتی تاوقتیکہ اس کی موت کا یقین نہ ہو۔ یہ حضرت علی سے روایت ہے، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا جدید قول ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ جب اس شخص کے غائب ہونے بعد نوے سال گذر جائیں تو اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس عرصہ کے بعد عدت وفات گذارے گی پھر شادی کرے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر خاوند کے غائب ہونے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو، مثلاً وہ اپنے گھر والوں سے رات یا دن کو اچانک غائب ہو گیا، یا نماز پڑھنے گیا اور واپس

Marfat.com

نہیں آیا، یا کسی قریب جگہ کسی کام سے گیا اور واپس نہیں آیا، یا لشکر کی صفوں میں سے غائب ہوا، یا وہ جس بحری جہاز میں سوار تھا اس کو حادثہ پیش آ گیا اور اس کے بعض ساتھی ڈوب گئے۔ ایسے تمام واقعات میں امام احمد حنبل کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال (اکثر مدت حمل) ٹھہرے گی اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے گی۔ اس کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔ (المغنی جلد 8، صفحہ 105-106)

علامہ ابن قدامہ حنبلی (620ھ) لکھتے ہیں کہ چار سال کی مدت کی ابتداء کا اعتبار غائب ہونے کی ابتداء سے کیا جائے گا یا حاکم کے فیصلہ کے بعد سے کیا جائے گا۔ اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حاکم کے حکم کے بعد مدت کے اعتبار کی ہے اور دوسری غائب ہونے کی ابتداء سے ہے، امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔ (ایضاً)

امام مالک کا اس مسئلہ میں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتبار حاکم کے فیصلہ کے بعد کا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے مفقود کی عدت کو چار سال یا دوسری صورت میں اس کی موت کے یقین تک ٹھہرنے کا جو حکم دیا ہے، وہ اس وقت ہے جب مفقود کی عورت، مفقود کے مال سے خرچ اٹھا سکتی ہو، لیکن جب مفقود کی عورت مفقود کے مال سے خرچ نہ اٹھا سکے تو وہ فسخ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

مفقود کے مال سے نفقہ نہ ملنے کی صورت میں امام احمد کے نزدیک فی الفور تفریق ہے:

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں اگر خاوند کا مال غائب ہو اور وہ اس کو صبر کے ساتھ روکنے کے لیے کہے اور حاکم اس پر قادر نہ ہو کہ خاوند سے مال لے کر عورت کو دے سکے یا حاکم غائب کے مال سے عورت کو خرچ دینے پر قادر نہ ہو (اس جگہ ہم اسی صورت سے استدلال کر رہے ہیں۔) ان صورتوں میں علامہ خرقی (مغنی ابن قدامہ کے صاحب متن) اور علامہ ابو طالب صاحب اختیار کے قول کے مطابق عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہو گا اور قاضی کا مختار یہ ہے کہ عورت فسخ کی مالک نہیں ہے، اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے۔ (امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے اور فقہاء شافعیہ نے اس کو اختیار کیا ہے) کیوں کہ مفلس میں نکاح کے فسخ کا اختیار افلاس کے عیب کی وجہ سے ہے اور وہ

Marfat.com

یہاں نہیں پائی جاتی اور جو شخص امیر ہو، اس سے بہر حال مال کے حصول کا امکان رہتا ہے اگر آج مال نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل مال حاصل ہو جائے۔ (لیکن سوال یہ ہے کہ وہ آج کہاں سے کھائے گی؟ جب کہ صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ حاکم بھی خاوند کے مال سے عورت کو خرچ دلانے پر قادر نہیں ہے۔)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے غائب تھے ان کو خط لکھ کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو نفقہ دیں یا طلاق دیں اور یہ حکم دراصل نفقہ نہ دینے کی صورت میں ان کو طلاق پر مجبور کرنا ہے، اور اس لیے کہ جب خاوند کے مال سے اس پر خرچ متعذر ہے تو اس کو اسی طرح فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا۔ جیسے اعسار (افلاس) میں ہوتا ہے بلکہ یہ نکاح فسخ کے زیادہ لائق ہے، کیوں کہ جب معذور کے لیے فسخ ہے تو غیر معذور کے لیے بطریق اولیٰ فسخ ہوگا اور اس لیے کہ صبر کرنے میں عورت کے لیے ضرر ہے جس کا ازالہ فسخ نکاح سے ممکن ہے۔ لہٰذا اس ضرر کا ازالہ فسخ نکاح سے واجب ہے اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں اس قسم کا تعذر ہے جس کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز ہوتا ہے۔ لہٰذا امیر اور غریب کے فرق سے مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ (المغنی جلد 8 صفحہ 164، بیروت)

یعنی عورت کو اس صورت میں فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا۔

علامہ ابن قدامہ کی یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب خاوند مال دار ہو اور غائب ہو چکا ہو، اور اس کے مال سے عورت کے لیے نفقہ حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو، لیکن اگر خاوند کا مال ہو ہی نہیں اور وہ لاپتہ ہو چکا ہو تو اس صورت میں فقہاء حنابلہ کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا۔

علامہ ابو الحسن علی بن مردادی حنبلی (885ھ) لکھتے ہیں "وان غاب ولم يترك لها نفقة ولم تقدر له على مال ولا استدانة عليه فلها الفسخ) هذا المذهب جزم في الوجيز والنظم ومنتخب الادمي وتذكرة ابن عبدوس وغيرهم وقدمه في المغني والشرح والفروع وغيرهم"

(انصاف جلد 9 صفحہ 39، بیروت)

Marfat.com

اگر شوہر غائب ہو اور اس نے بیوی کے لیے ترکہ نہ چھوڑا ہو، اور عورت شوہر کا مال حاصل کرنے پر قادر نہ ہو، اور نہ شوہر کے نام پر قرض کے حصول پر قادر ہو تو عورت کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے۔ یہی مذہب ہے وجیز، نظم، منتخب الآدمی اور تذکرہ ابن عبدوس وغیرہ میں اسی پر جزم ہے۔ مغنی میں اسی کو مقدم کیا ہے اسی طرح شرح اور فروع وغیرہ میں مذکور ہے۔

وضاحت: خلاصہ یہ ہے کہ اگر مالدار شخص لاپتہ ہوا ہے اور اس کی ہلاکت کا خدشہ نہیں ہے۔ مثلاً تجارت کے سفر پر گیا تھا اور واپس نہیں آیا تو امام احمد کے نزدیک اس کی بیوی نوے سال تک اس کا انتظار کرے گی اور اگر ایک مالدار شخص اچانک لاپتہ ہو گیا۔ مثلاً شہر میں کسی معمولی کام سے گیا تھا اور واپس نہیں آیا جس میں اس کی موت کا خدشہ ہو تو اس کی بیوی چار سال ٹھہرے گی۔ اس کے بعد اس کے خاوند کو مردہ قرار دیا جائے گا اور عدت وفات گذار کر اس کی بیوی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مالدار شخص غائب ہوا ہو، خواہ اس کی غیبت منقطعہ ہو۔ یعنی اس کا کوئی پتہ نشان معلوم نہ ہو یا غیر منقطعہ ہو۔ یعنی اس کی جائے قیام معلوم ہو لیکن اس کی بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی حاکم اس کو خاوند کے مال سے خرچ دلانے قادر ہو تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ قرض لے کر کام چلا لے۔ قاضی وغیرہ کا یہی مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ علامہ خرقی، علامہ ابوطالب اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر ایسا شخص غائب ہوا ہے یہ جس کا کوئی مال نہیں ہے۔ نہ عورت اس کے نام پر قرض لے سکتی ہے تو اس میں بلا اختلاف قول واحد ہے کہ اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

■ ■ ■

Marfat.com

طلاق سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

■ مولانا محمد اسحاق مصباحی

اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ ہے۔ سیاست، عبادت، معاملات، عائلی احوال، ہر میدان کی تفصیل موجود ہے اور یہ تفصیل مکمل ہے ہر دور کے لیے، ہر قوم، ہر علاقہ اور ہر ذہن کے لیے۔ اس کی وسعت، اس کی خوبی سمجھنا صرف ایک دور میں ممکن نہیں۔

طلاق، نکاح، یعنی مرد اور بیوی کے تعلقات کیسے بنیں اور اگر بگڑیں تو وہ دونوں کس قانون کے تحت اپنے آپ کو پابند رکھیں، اس کے سلسلہ میں مرد وعورت کے اختیار، ضرورت اور جملوں حتی کہ الفاظ وکلمات کو بھی محدود کیا گیا ہے۔ ایک ضابطہ اور قانون کے تحت لایا گیا ہے۔ اس کی حقیقت اور خوبی کو جاننے کے لیے تاریخ، سماجیات، علوم شریعت سائنس کا مکمل اعلیٰ علم چاہیے اور ساتھ میں علم قانون بھی، مگر افسوس کی بات ہے کہ آئے دن صحافت میں کوئی فلمی ستارہ، کوئی سماج سدھارک، کوئی نیتا یا کوئی غیر مقلد اس موضوع پر بیان دے کر سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت یعنی مسلمانوں کو ذہنی طور پر بے چین کیے رہتے ہیں۔

شریعت کے اصول چار ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ (۲) رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک۔ (۳) علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ یا اجماع۔ (۴) کسی عظیم ہستی کے علم کا قیاس جس کی اصل کتاب وسنت ہو۔

انہی چار اصولوں پر تمام مسلمانوں کی زندگی کے احکام گھومتے ہیں۔ مسلمان ہونے کا مطلب ہے قانون کا پابند ہونا۔ مسلم سماج کا ہر فرد ایک قانون کے تحت پرویا ہوا ہے۔ وہ شتر بے مہار نہیں ہے۔ جو لوگ اس کو اس لائن سے ہٹانا چاہتے ہیں گویا وہ اس کو ایمان سے

Marfat.com

خالی کرنا چاہتے ہیں۔لہٰذا اگر آپ مسلمان ہیں تو آپ کو جو اصول علمائے امت کے ذریعہ حاصل ہوں، آپ اس پر عمل کریں "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" (سورہ حشر آیت ۷)

(ترجمہ (اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا" (سورہ نساء آیت ۵۹)

(ترجمہ) اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

طلاق کا اصل مسئلہ: طلاق اپنی ضرورت اور اپنی کیفیت کے لحاظ سے چند قسم پر ہوتی ہے۔ طلاق کبھی ضروری ہوتی ہے، جس کو قاضی یا مفتی شرع نافذ کرتا ہے۔

اس کی بھی چند علتیں ہیں:

(۱) مرد عنین ہے۔

(۲) مرد نان ونفقہ پر قادر نہیں ہے۔

(۳) مرد جان بوجھ کر عورت سے الگ رہتا ہے، جس سے عورت اگر نکاح ثانی نہ کرے تو وہ گناہ میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

(۴) یا عورت کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرتی ہے جو کبیرہ ہے۔ مثلاً نماز چھوڑنا اور توبہ بھی نہیں کرنا۔

(۵) یا عورت اخلاقاً ایسی بدچلن ہے کہ اس کی اولاد فسق وفجور میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

پہلی اور دوسری صورت میں قاضی ثبوت پر فوراً جدائی کا حکم نافذ کرے گا، اور باقی صورتوں میں پہلے افہام وتفہیم کا سلسلہ شروع کرے گا اور اگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو وہ مرد کو طلاق

Marfat.com

کے لیے حکم دے گا اور مرد اپنا حق استعمال کرے گا کتب فقہ میں موجود ہے۔"اسباب الطلاق التی تعرض للطلاقِ بعضها یرجعُ الی الزوج وبعضها الی الزوجة. وهي أن یعجز عن إعفاف المرأة بأن کان عنینا بحسب خلقته أو اعرض له ما أقعده عن إتیانها بسببِ مرضٍ أو بکر وأن یعجز عن الإنفاق علیها وهذه الحالة اسوء من الاولیٰ. بل الحنفیة یقولون إن من لم ینفق ولم یُسرح زوجته بالمعروف یعزره القاضی بالحبس ونحوه حتی یُرغمه الی الطلاق أو الإنفاق. ملتقطاً"

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ" جلد: ۴ صفحہ: ۴۷۷)

طلاق کے اسباب جو طلاق سے متعلق ہیں، کچھ کا تعلق شوہر سے ہے اور کچھ کا بیوی سے، اور وہ یہ ہیں کہ اگر عورت کو ذی عفت بنانے سے قاصر رہے کہ نامرد مکمل ہو۔ پیدائشی طور پر کسی ایسے مرض سے کہ جماع پر قادر نہ ہو یا کبر سنی کی وجہ سے، یا نان ونفقہ پر قدرت نہ رکھے اور یہ حالت پہلی دونوں حالتوں سے خطرناک ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص جو نان ونفقہ نہ دے اور بیوی کو نیکی کے ساتھ رہا بھی نہ کرے، قاضی اس کو مناسب سزا دے گا۔ قید یا اور کچھ جو اس کو طلاق یا انفاق پر مجبور کر دے۔"فإن کان الرجل یرتاب فی سلوك الزوجة کأن إعتقد أنها زانیة بالفعل او کانت فاسقة بترك الصلوة ونحوها من الفرائض فإنهم أجمعوا أنه لا یجوز للرجل أن یمسك متی عجز عن تقویمها وتربیتها۔" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۸)

واسباب الزوجة یعنی بیوی سے متعلق اسباب طلاق میں سے چند یہ ہیں سے مرد کو اس کے کردار میں پریشانی قلبی ہو کہ اسے یقین ہو چکا ہو کہ وہ عورت اب بھی زانیہ ہے۔ یا یہ کہ وہ فسق میں مبتلا ہو۔ ترک صلوۃ یا اور کسی گناہِ کبیرہ سے، تو فقہا نے بالاتفاق کہا ہے کہ مرد کے لیے ایسی عورت کا رو کے رکھنا جائز نہیں۔ جب کہ اس کو راہ راست پر لانے اور تربیت سے عاجز ہو۔

پھر فقہاء کرام نے طلاق کی تین اور قسمیں کی ہیں: (1) حسن، (2) احسن، (3) بدعی

Marfat.com

طلاق بدعت دو طرح سے ہوتی ہے۔(1) ایام حیض میں دینے سے (2) تین طلاقوں کو یکدم دینے سے۔

اسلام نے عدت کا قانون مدخولہ کے لیے بنا کر اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ اگر رحم مادر میں کوئی جان معصوم ہے تو اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ جب کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور قوانین میں ایسی تفصیل موجود نہ تھیں۔ انہوں نے سیکھیں تو اسلام سے۔ اور دوسرے ایک عقد کے ساتھ مرد کے اختیار کو محدود کر دیا ہے کہ وہ صرف تین بار اس کا استعمال کر سکتا ہے۔ تا کہ عورت کو بار بار پریشانی نہ ہو۔

طلاق کے بعد عورت کا خرچہ اور اولاد کی کفالت: طلاق کے بعد صرف مدت عدت تک عورت کا خرچ مرد پر واجب ہے، اور اولاد کی مکمل کفالت وخرچ مرد کے ذمہ، اور اسی طرح چھوٹے بچہ کو جتنے دنوں بیوی دودھ پلائے گی اور سنبھالا دے گی اس دور کا خرچہ بھی شوہر پر لازم ہے۔ اگر اس کو نہیں کرتا تو قاضی اس کو بالجبر دلوا دے گا کیوں کہ قاضی ہر حق واجب کے لیے دباؤ ڈال سکتا ہے۔

(فتح القدير، النهر الفائق، الفتاوى الرضوية، الفتاوى الهنديه، البدائع والصنائع، الفقه على المذاهب الاربعة، الدر المختار۔ وغيره)

جدید عقل کے دو بڑے اعتراض: یہاں پر دو بڑے اعتراض کیے جاتے ہیں کہ طلاق کے بعد اگر مرد خرچ نہ دے تو عورت بے چاری کہاں سے کھائے گی اور دوسرا یہ کہ تین طلاق کو اگر تین مان کر تفریق کر دی تو خواہ مخواہ ایک خاندان کی بربادی لازم آئے گی۔ اس لیے تین طلاق کو ایک مرتبہ میں ایک ہی مانا جائے۔ اس مسئلہ کو کچھ اسلام کے دعویدار غیر مقلد اور شیعہ حضرات بھی طے کیے ہوئے ہیں۔

جواب: پہلی بات تو آپ حضرات یہ سمجھیں کہ مسلمان جب مسلمان ہوتا ہے تو وہ اس تمام احکام پر ایمان لاتا ہے جو اس کو اللہ ورسول سے ملتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے قانون میں آپ کی عقل اور فیصلوں کا پابند نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ہر دور کے عقل پرست اپنے فیصلوں کو آخری سمجھتے رہے ہیں۔ کسی زمانہ میں یورپ اور اس کے ہم نوا ہم سے مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ عورت کو انسان نہ سمجھیں اور ایک زمانہ تک کلیسا یہ مطالبہ کرتا رہا کہ عورت کو شیطان

Marfat.com

سمجھیں۔ ہم نے اس وقت بھی آپ کی نہیں مانی تھی اور اب آپ بدل گئے اور کہنے لگے کہ مرد و عورت دونوں کو کمانا ہوگا۔ دونوں اقتصادی طور پر ایک دوسرے کے محتاج نہ ہوں گے، ہم نے آپ کی یہ بھی نہ سنی۔ پھر آپ نے کہا کہ عورت کو ان تمام محاذوں پر جانا ہوگا، جہاں مرد جاتا ہے، ہم نے کہا عورت کو وہاں جانا ہوگا جہاں اس کے بدن کی ساخت اور حکم الٰہی اجازت دیتا ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ عورت کو ہر مرد سے شناسا ہونے کی اجازت ہونا چاہیے، ہم نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر آپ کہتے تھے کہ طلاق ہونا ہی نہیں چاہیے، ہم نے کہا کہ یہ خلاف فطرت ہے۔ پھر آپ نے مجبوراً ہماری مانی اور پھر طلاق آپ کو اتنی اچھی لگی کہ سب سے زیادہ طلاقیں یورپ میں ہونے لگیں۔ آپ نے طویل تاریخی سفر میں ہزاروں فیصلے بدلے ہیں اور ٹھوکریں کھائی۔ ہمیں کتاب الٰہی کا نور ملا، ہم نے کبھی ٹھوکر نہیں کھائی، کبھی آپ ہم سے زنا پر سزائے موت کی تجویز سے جھگڑتے تھے، آج آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ کم از کم زنا پر سزائے موت ہونی چاہیے، آج آپ کیوں مان گئے۔

ہمیں آپ حضرات کی تلون مزاجی، قانونی غلطیاں معلوم ہیں۔ بتائیے تو ہم آپ کی کیوں کر مانیں؟ آج آپ ایک بات کہتے ہیں کل دوسری کہتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ آپ کے پاس اللہ کا نور نہیں ہے، کتاب مبین نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا مبلغ علم نہایت پراگندہ ہے۔ آپ حضرات میں بعض تو ماسٹر ہیں تو آپ کا مطالعہ صرف ایک شعبۂ علم کی چند اوپری سطحوں تک محیط ہوسکتا ہے اور بعض سیاسی حضرات ہیں جن کا ذہنی اور عملی پس منظر نہایت بھیانک ہے اور جرائم کی دنیا میں ڈوبا ہوا ہے۔ بعض حضرات علم قانون کے ماہر تو ہیں لیکن ان کا اعتماد یورپین ماہرین قانون پر ہے اور وہ لوگ ہزاروں بار غلطیاں کر چکے ہیں، ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ آپ حضرات یہ سب کچھ واویلا حقوق نسواں کے نام پر کرتے ہیں۔ ہمیں آپ حضرات مطمئن نہیں کر سکتے ہیں کہ واقعی آپ کو حقوق نسواں سے دل چسپی ہے، اس لیے کہ طلاق ثلاثہ کے نفاذ میں چنداں حق تلفی جتنی کہ حق تلفی دوسرے میدانوں میں

Marfat.com

ہو رہی ہے اور آپ حضرات وہاں اتنا ناراض نہیں حالانکہ وہاں اصل ہمدردی کی ضرورت ہے۔

(۱) کروڑوں نوجوان لڑکیاں دنیا میں شراب خانوں، رقص گاہوں اور دلال کوٹھے چلانے والے لوگوں کے پنجہ میں گرفتار ہیں، ان کو ناچنا بھی پڑتا ہے اور ایک شب میں کئی کئی گاہکوں کو جنسی اطمینان دلانا ہوتا ہے، اور ان کی مزدوری کا 90 نوے فیصد حصہ دوسرے ظالم کھاتے ہیں۔ ان کے گاہکوں میں سماجی کارکن تجار سے لے کر تمام جدید تہذیب کے دلدادہ لوگ ہیں۔

(۲) پوری دنیا میں کمسن بچیاں مالداروں اور خاص کر رتا پرڈ لوگوں کو مستی کے لیے اسمگلنگ کی جاتی ہیں، آئے دن آپ حضرات اس پر گفتگو کیوں نہیں کرتے، ان بیچاری مجبور اور پریشان وحیران کی مدد کا شور کیوں نہیں ہوتا۔

(۳) قبائل میں لڑکیوں کو مارنے کا رواج آج بھی ہے اور کئی غریب برادریوں میں دختر فروشی آج بھی جاری ہے۔

(۴) عورت کو آج سربازار صرف حصول لذت کا کاروبار اور عیش وتسلی کا سامان بنایا ہوا ہے۔ نئی تہذیب کے نام پر، آزادی کے نام پر اس کے اعضاء کی نمائش ہوتی ہے۔ اس کی تصویروں کو ہر سامان کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہے۔

(۵) کروڑوں عورتیں ناقص غذا اور بے سود دواؤں کی وجہ سے زچگی میں لقمۂ اجل بنتی ہیں۔

(۶) نشہ اور خصوصاً شراب کا نشہ دنیا میں کتنا عام ہے کہ شراب کی وجہ سے کروڑوں عورتیں اپنے شوہروں سے تنگ ہیں۔ وہ اتنے نکمے ہیں کہ ان کو نہ کما کر کھلا سکتے اور نہ ان کا علاج کرا سکتے ہیں، تو آپ حضرات اس شراب کو کیوں نہیں بند کراتے ہیں۔

طلاق ثلاثہ کے نفاذ سے زندگی اجیرن ہے یا شراب سے؟ اور اس پر ہماری حکومت خاموش ہی نہیں بلکہ شراب فروش کے لیے حوصلہ افزا ہے۔ اس لعنت پر اس برائی پر آپ حضرات کیوں خاموش ہیں۔

Marfat.com

غرض ہر میدان میں عورت کے حقوق کو لوٹا جارہا ہے، اس کی آبرو نیلام ہو رہی ہے۔ اس کے پیدا ہوتے ہی اس کا گلا دبایا جارہا ہے، اس کو جانوروں کی طرح فروخت کیا جارہا ہے، مرد نشہ وشراب میں اس کی زندگی "حبس دوام" میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور ہمارا جدید ذہین تعلیم یافتہ طبقہ لطف اٹھاتا ہے اور جب کہیں سے طلاق ثلاثہ کے نفاذ کی بات آتی ہے، تو حقوق نسواں کا بھونپو لیے یہ سب ہمدرد نکل پڑتے ہیں۔ فسادات کی ماری لاکھوں مسلم عورتیں صبح وشام بلک بلک کر روتی ہیں، ایک ایک لقمہ کو ترستی ہیں، ہندوستان میں ہی نہیں، پوری دنیا میں اسلام مخالف قوتیں مسلم نوجوانوں کو تہہ تیغ کئے جارہی ہیں، روزانہ بیواؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے، کون ہے جو ان کے سہاگ کے اجڑنے پر آنسو بہائے، ان غریب و بے کس عورتوں کو ڈھارس بندھائے۔ لیکن اگر ہمارے یہ محسن بے چین ہیں تو صرف طلاق ثلاثہ کے لیے۔ اگر طلاق ثلاثہ کا نفاذ روک دیا جائے تو کیا تمام عورتیں تعلیم یافتہ ہوجائیں گی۔ ان کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ کیا آپ تمام دنیا کو سدھار آئے کہ بس ایک طلاق ثلاثہ کا مسئلہ رہ گیا ہے اور اس سے نپٹنا چاہتے ہیں۔

دوستو! آپ کو حقوق نسواں سے ہمدردی ہے اور نہ آپ کا دل مسلم خاتون کے لیے کڑھتا ہے۔ آپ جو خواہشات عورت سے پوری کرنا چاہتے ہیں اسلام اس میں آڑ ہے۔ لہٰذا آپ کو اسلام سے چڑھ ہے، اور آپ اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں۔ آپ کو اگر مسلمانوں سے ہمدردی ہوتی تو ہندوستان میں مسلمان تعلیمی واقتصادی طور پر ہر قوم سے پیچھے ہیں۔ آپ ان کو ہر جگہ ریزرویشن دیتے کہ وہ ترقی کریں، حالانکہ حال یہ ہے کہ کوئی حکومت مسلمانوں کو ریزرویشن دینے پر راضی نہیں اور اگر کوئی 2/3 ریفصد پر راضی ہوئی تو یہی لوگ جو طلاق ثلاثہ پر بے چین ہیں اور آر، ایس، ایس کے قریب ہیں، تلملا اٹھتے ہیں۔ لہٰذا آپ حضرات ہمیں یہ اطمینان دلانے میں قاصر رہے ہیں کہ آپ کو مسلمانوں سے ہمدردی ہے اور آخری بات عرض کروں۔

اسلام ایک مکمل دستور ہے، اس میں سیاسی، سماجی، فوجی حقوق اور عائلی نظام ہیں۔ اس

Marfat.com

کا تعلیمی نظام ہے، اس کا عدلیہ کا نظام ہے۔ اس کے کسی مسئلہ کی خوبی اسی وقت آپ حضرات سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ ہر مسئلہ کو اس نظام میں پرویا ہوا دیکھیں۔ یہاں پر صرف تھوڑا بہت عائلی نظام ہے تو اس کو آپ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

مسئلہ طلاق کے ساتھ، وراثت کا قانون، نافذ ہونا چاہیے کہ عورت اپنے والد کی وراثت میں حصہ دار ہو، عدلیہ کا اسلامی نظام ہو کہ روبرئے قاضی ہر عورت بلا وکیل کے اپنا دعویٰ پیش کر سکے۔ اسی طرح اسلامی بیت المال کا نظام ہو کہ عورت پر تمام دروازے بند ہونے پر بیت المال اس کی کفالت کر سکے، ان سب کے بعد بھی اگر عورت کا حق مارا جائے تو آپ اعتراض کر سکتے ہیں۔ کسی ایک قانون کو لے کر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے۔

اور دیکھیے، آپ حضرات اسلام کے عقیدے کے قائل نہیں تو لازم ہے کہ ہمارا اور آپ کا نظریہ حیات بھی مختلف ہو۔ سارے نظام اور قانون، ہر شئی کا حسن وقبح عقیدہ اور نظریہ حیات پر بنیاد رکھتا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ ہم آپ کا عقیدہ اپنا لیں، تو یہ ہمارے اوپر فکر کی آزادی کا سلب ہوگا، جس آزادی فکر کے لیے آپ لوگوں نے دنیا کو سر پر اٹھا رکھا ہے۔

آپ کے سب عقائد منفی ہیں، ہمارے ایجابی۔ لہٰذا آپ ہمارے عقیدہ میں آئیے!

آپ حاکمیت خدا کا انکار کرتے ہیں، ہم اثبات۔ آپ آخرت وحساب وقیامت کا انکار کرتے ہیں، ہم اثبات۔ آپ نبوت ورسالت کے منکر ہیں۔ ہم مقر۔ لہٰذا آپ کی ہماری کسی مسئلہ میں کیونکر بنے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جیتے ہیں دنیا میں، مگر یہ سمجھئے، آپ کو مٹنا ہے۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوقًا (سورہ بنی اسرائیل)

غیر مقلد حضرات سے پوری بات: آپ حضرات خود کو اہل حدیث کہتے ہیں، ہم آپ سے دھوکا نہیں کھاتے ہیں اس لیے کہ ہر فرقہ جو خود میں ریب وظن کی کیفیت پاتا ہے، ایسا خوبصورت نام تلاش لاتا ہے کہ اس کی حقیقت کا پتہ نہ چلے، مگر بھائیو! حقیقت تو حقیقت ہے، بھلا کہاں تک چھپے گی، قادیانی جو تمام تر زور کے ساتھ غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں، آج کل ان کے تمام لٹریچر پر تحفظ ختم نبوت کا عنوان ہوتا ہے۔ آپ حضرات

Marfat.com

بھی اگرچہ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر آپ کا تقلید کا انکار آپ کو خود بھی مسلم ہے۔

آپ کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث کے سامنے کسی انسان کی بات ماننا شرک ہے۔ مطلب آپ کا صاف ہے کہ چاروں اماموں کی بات قرآن وحدیث کا غیر ہے۔ یعنی ان چاروں بزرگوں نے جو کچھ بھی کہا نہ تو حدیث سے ثابت نہ قرآن سے۔

تمام عالم اسلام ہر دور میں آج تک ان چاروں میں سے کسی ایک نہ ایک کا مقلد رہا ہے۔ تو آپ کے کہنے کے مطابق یہ چاروں امام اور ان کا مقلد عالم اسلام تاریخ کے طویل عرصہ میں گمراہ رہا، آپ کے گرو ابن تیمیہ اور گرو گھنٹال ابن عبدالوہاب نجدی بھی خود کو حنبلی کہتے تھے، تو گویا آپ نے ان دونوں گرو گھنٹالوں سے بھی بغاوت کردی، تمام عالم اسلام اپنی طویل تاریخ میں گمراہ رہے، اور آپ حضرات جن کی تعداد عام مقلدین کے اعتبار سے آٹے میں نمک جیسی بھی نہیں، ہدایت یافتہ ہوں۔

یہ تو بہر حال عقل گوارہ نہیں کرتی، اور تمام مسلمانوں کو گمراہ بتانے کا ذمہ آپ کے علاوہ کون لے سکتا ہے۔ تمام غیر مقلدین حضرات تقریبا گزشتہ صدی کی پیداوار ہیں، اور آپ کا زمانہ سرکار کے زمانہ تک ایک عظیم فاصلہ رکھتا ہے۔ یہ چاروں امام جن میں بعض تابعی ہیں اور تبع تابعین، ان کا زمانہ تیسری صدی کے نصف تک پورا ہو جاتا ہے۔

وہ خود کو اتنا قریب رکھ کر قرآن وحدیث نہ سمجھے، اور آپ چودہ سو سال بعد بنگال اور بھوپال میں پیدا ہو کر سب کچھ ٹھیک سمجھ گئے، عربی قواعد میں ہم ان اماموں پر اعتماد کریں اور آپ بھی جن کا زمانہ دوسری یا تیسری صدی تک ہے جیسے خلیل، سیبویہ، مبرد اور اصمعی وغیرہ۔ اور قرآن وحدیث کے سمجھنے میں ہم آپ پر اعتماد کریں جن کو اردو بھی سالوں میں آئی ہے، تو بھائیوں یہ سب گل افشانیاں آپ کو مبارک ہوں، بھلا جنہوں نے دو تین واسطوں سے حدیثیں پائی ہوں، ان کے استاد صحابہ کرام ہوں یا صحابہ کرام کے بلا واسطہ شاگرد، وہ تو ٹھہرے جاہل، اور ہندوستان و پاکستان کے یہ غیر مقلد حضرات جن کا کسی طرح عالم ہونا ثابت نہیں ہے۔ عالم کل قرآن وحدیث کو سمجھنے والے ہمیں ان بزرگوں کی سمجھ پر

Marfat.com

اعتبار کرنا ہے۔ جن چاروں اماموں پر پورا عالم اسلام دور اسلامی سے لیکر اب تک بھروسہ کرتا آیا ہے۔

ان کی بات قرآن وحدیث کا عطر ہے، خلاصہ ہے۔ انہوں نے درست سمجھا ہے، چودہ سو سال بعد ہمارے لیے اتنا امتیاز کرنا مشکل ہے، جتنا ان بزرگوں نے کیا ہے۔

ہمیں آپ پر بھروسہ نہیں۔ اس لیے نہ کہ آپ کو ان جیسی عربی آتی ہے نہ اتنی احادیث حفظ ہیں اور نہ ہی آپ ان جیسا کردار بے لوث رکھتے ہیں۔ لہذا ہم اہل سنت کے لیے کسی مسئلہ میں ان ائمہ کرام سے ہٹنا ممکن نہیں، چاہے فی الحال اس مسئلہ کی نوعیت کچھ ہو۔

ہمارے یہاں کوئی بھی مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان ائمہ سے نقل ہو کر آجاوے، ہم اس کو حق مانیں گے۔ چاہے عقل اس کی تائید کرے یا نہ کرے۔

بس طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی جس طرح ہمارے ائمہ احناف نے بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے، اور اس کی تائید میں کافی آیات و احادیث تحریر فرمائی ہیں۔ ہمارے لیے اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے: "ویحسب علیه الطلاق البدعی سواء کان واحدا او اکثر باتفاق ائمة وخالفهم بعض الذین لا یعول علی آراء هم"

(الفقه علی المذاهب الاربعة للجزیری جلد: 4 صفحه 273)

(ترجمہ) مرد کی کہی طلاق بدعت شمار ہوگی چاہے تعداد میں ایک ہو یا زیادہ۔ یہ اتفاق ائمہ سے ہے اور ان ائمہ کی مخالفت بعض غیر معتبر لوگوں نے کی ہے "فاذا طلق ثلاثا فی طهر او بکلمة واحدة وقع الطلاق وصار عاصیا وذهب جماعة منهم الظاهریة والشیعیة ان الطلاق الثلاث جملة واحدة"

(کنز الدقائق صفحه 411)

(ترجمہ) تو اگر کسی نے ایک طہر میں تین طلاق دیں یا ایک کلمہ سے ... ق واقع ہو جائے گی اور گناہ گار ہوگا اور ایک جماعت کہ ان میں ظاہریہ اور شیعہ ہیں کا مذہب ہے کہ تین طلاق بیک دم ایک مانی جائیں گی۔

Marfat.com

اس کے بعد فاضل محشی نے حضرت ابن عباس کا وہ قول نقل کیا ہے جس سے ان لوگوں کو شبہ ہوا، اور اس کا وہ جواب نقل کیا ہے جو علامہ عینی شارح بخاری نے دیا ہے:

"عن ابن عباس، کان الطلاق فی عهد رسول الله و خلافة ابی بکر وسنتین من خلافة عمر واحدة فامضاه عمر۔ رضی الله تعالی عنه"

(ترجمہ) ابن عباس سے مروی کہ طلاق بزمانہ رسالت وابوبکر دو سال خلافت عمر میں، ایک صورت میں رائج تھی، تو حضرت عمر نے تین طلاق کو نافذ فرمایا۔

جواب یہ دیا کہ اس روایت میں اتنا ہے کہ طلاق واحد تھی یہ کب ہے کہ تین واحد تھیں، اور اگر ہوں بھی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اس زمانہ میں لوگ ایک ایک کر کے طلاق دیتے تھے جیسے اب لوگ اکٹھا تین بول دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ یوں کہ نیا تھا بدعت فعلی تھا۔ لہذا حضرت ابن عباس نے اس کا وہ حکم بھی بیان فرمادیا جو اس وقت خلیفۂ ثانی حضرت عمر نے جاری فرمایا تھا کہ وہ نافذ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حدیث ابن طاؤس کے واسطہ سے مروی ہے اور ائمہ کا کہنا ہے کہ ابن طاؤس کے شاگردوں نے فتوی وہی دیا ہے جو حضرت عمر کا فیصلہ تھا تو اگر یہ نسبت قول صحیح ہوتی تو اب طاؤس کے تمام شاگرد ایک دو صدی تک تو یہ سلسلے جاری رکھتے۔

بہر حال اس کے علاوہ ائمہ کرام نے چند اور احادیث مرفوعہ بھی ذکر کی ہیں جن میں طلاق ثلاثہ کو نافذ کیا گیا ہے، اور تمام مذکورہ واسطوں میں حدیث کا یہ جملہ ضرور ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس کو نافذ فرمایا ہے، لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر احادیث اور حضرت عمر کا فیصلہ اور تمام عالم اسلام میں آج تک اس فیصلہ کو برقرار رکھنے کا حکم ائمہ کرام دیتے رہے ہیں۔

جب حضرت عمر نے اس کو نافذ فرمایا، صحابۂ کرام نے انکار نہ فرمائی تو تمام امت کا اتفاق ہوا۔ اب بتائیے کہ ایک زیر بحث اسناد پر عمل کرتے ہوئے اس اجماع اور تمام احادیث کو چھوڑنے والے اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں؟

ہاں، اے غیر مقلدو! تم کو یہ حق تو حاصل ہے کہ کہو ہم اپنی خواہش پر عمل کرتے ہیں، یہ نہ کہو کہ حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ طلاق ثلاثہ پر اجماع امت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

Marfat.com

شامی جلد : 4 صفحہ : 434 میں ہے۔"ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهٖ من ائمة المسلمين على انه ثلاث" تمام صحابہ کرام و تابعین اور تمام بعد کے علماء، فقہا، امامان ملت اسلامیہ کا یہی مذہب ہے۔ کہ تفسیر صاوی میں اس کو مجمع علیہ بتایا ہے اور فرمایا زیر آیت فلا تحل له "اما القول بأن الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا تقع منها الا طلقة واحدة لا يعرف الا لابن تيمية ورد عليه ائمة مذهبه حتى قال العلماء انه الضال المضل ونسبتها الى الامام الاشهب باطلة۔"

(ترجمہ) اب یہ کہنا کہ طلاق ثلاثہ، بیک وقت کی صرف ایک نافذ ہوگی، یہ مذہب ابن تیمیہ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب و معروف نہیں۔ اس پر اس کے مذہب کے علماء یعنی حنابلہ نے رد کیا ہے۔ بلا شک وہ راہ گم کردہ اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس قول کی نسبت امام اشہب کی طرف باطل و بے واقعہ ہے۔

لہذا صاحبو! طلاق ثلاثہ کا نفاذ، اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ اب اگر آپ کہیں کہ ہمیں دور صحابہ میں اس کے خلاف بھی روایت ملتی ہے، تو ہم عرض کریں گے کہ حضرت ابن عباس کا فرمانا "فامضاه عمر رضی الله تعالى عنه" خود ہی اس اجماع کو ثابت کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کو اگر حضرت عمر کا فیصلہ پسند نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کے خلاف زبان کھولتے اور یہ کہتے کہ "لیس بحق" یا کہتے "اخطا عمر" عمر نے خطا کی مگر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت عمر نے طلاق ثلاثہ کو نافذ کر دیا۔ مطلب ظاہر ہے کہ حضرت عمر خلیفۂ وقت ہیں اور امام مطلق و مجتہد ہیں۔ لہذا جب انہوں نے نافذ فرما دیا تو کسی کو بھی مجال دم زدن نہیں۔ تو یہ آخری جملہ ہی آپ حضرات کا رد کر رہا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر نے غلط کیا، معاذ اللہ، حضرت ابن عباس نے اس غلط فیصلہ کو قبول فرمایا۔ جیسے آپ غیر مقلد حضرات کہتے ہیں تو پھر تو تمام صحابہ کرام سے امان اٹھ جائے گا اور تمام دین جو ہم تک صرف صحابہ کرام کے واسطہ سے آیا ہے، ایک مشکوک امر ہو جائے گا۔

Marfat.com

لہذا ہمارے نزدیک تو تمام صحابہ کرام عادل ہیں، ہم تو ان کی بات کا درست معنی تلاش کریں گے، نہ کہ ان کو غلط کہیں گے۔ یہ جرأت تو صرف آپ حضرات میں ہے کہ صحابہ کرام اور تمام عالم اسلام کو گمراہ وغلط قرار دے دیں۔

اور دوستو! یہ بھی عرض کردوں اگر بالفرض دور صحابہ میں اس پر اجماع نہ بھی ہو تو بھی ائمہ اربعہ کا اجماع کافی ہوگا۔ کیونکہ متاخرین کا اجماع بھی قطعی ہوتا ہے۔ نور الانوار میں ہے:"

یعنی ان الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل مفید الیقین والقطعیة فیکون حجة" (صفحہ: ۲۲۵)

مصنف کا مطلب ہے کہ اجماع شرعی امور میں، اصل میں یقین کا افادہ کرتا ہے تو حجت قطعیہ ہوتا ہے۔ اجماع پر بحث کرتے ہوئے مزید فرمایا "**بل الصحیح انه ینعقد عنده اجماع المتاخرین ویرتفع الخلاف السابق من البین**" (ایضا صفحہ: ۲۲۴)

بلکہ درست یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک متاخرین کا اجماع بھی منعقد مانا جائے گا اور سابقہ اختلاف اس کے بیچ سے اٹھ جائے گا۔ فاضل محشی مزید سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لان دلیل السابقین المخالفین لم یبق دلیلا بعدما انعقد الاجماع علی خلافه" (ایضا صفحہ: ۲۲۵، ۲۲۴)

(ترجمہ) اس لیے کہ مخالفین سابقین کی دلیل اب حجت نہ رہے گی، اس کے خلاف پر اتفاق ہو جانے کے بعد۔ اب جبکہ اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا تو وہ غلط نہ ہوگا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: "**لا تجتمع امتی علی الضلالة**" یعنی میری امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی۔ (ایضا ۲۲۵)

یہاں پر فاضل محشی اس حدیث شریف کی تخریج کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: "**ھذا الحدیث متواتر المعنی وان روی بالفاظ مختلفة ورواه عدة من الصحابة وروی الترمذی عن ابن عمر قال، قال رسول الله ﷺ ان الله لا تجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة**"

Marfat.com

(ترجمہ) یہ حدیث معنی متواتر ہے اگر چہ عبارتیں اس کی چند ہیں۔اس کو چند صحابہ نے بھی روایت کیا ہے۔امام ترمذی نے ابن عمر کی اسناد سے روایت کیا کہ ابن عمر نے کہا، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مری امت یا فرمایا امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی بھی طرح کی گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

میرے یارو! اب بتاؤ کیا کہو گے۔تصریح ہے کہ تمام صحابہ اور ائمہ کرام نے اس مسئلہ پر اجماع واتفاق کیا ہوا ہے اور حدیث شریف ناطق کہ ان کا اجماع عند اللہ وعند الرسول حق ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا خلاف گمراہی۔اسی لیے ائمہ فرماتے ہیں کہ اجماع کا خلاف بسا اوقات کفر کا راستہ ہوسکتا ہے۔حق تو یہ ہے کہ ان غیر مقلد حضرات کو کسی بھی صورت میں ایمان دار کہلانے کا بھی حق نہیں، چہ جائے کہ اہل حدیث نام رکھیں۔

حضرت ابن عباس کی تصدیق کہ حضرت عمر نے نافذ فرمایا اور حضرت عمر کا فیصلہ واللہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کچھ اور ثبوت نہ ہو تو یہ ہی کیا کم ہے۔حضرت عمر کا فیصلہ جن کی تصدیق، اٹھارہ جگہ کتاب اللہ نے فرمائی اور اللہ تعالی نے جن کی زبان پر حق جاری فرمایا، اور جن کے بارے میں خود شارع وحاکم حبیب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عن حذیفة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول الله ﷺ ما ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا الذین من بعدی ابابکر و عمر رضی اللہ تعالی عنهما۔"

(ترجمہ) حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر میں اندازہ نہیں کہ میں تمہارے ساتھ کتنا ٹھہروں تو تم لوگ ان دونوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔

ہمیں صراحۃً حضرت عمر کے فیصلہ کے بارنے میں حکم ہے کہ ہم اس کو مانیں۔ابھی آپ میرے ساتھ چلیے، دیکھیے ایک طرف تو تمام ائمہ کرام ہیں، جمہور صحابہ کرام ہیں چودہ سو سال تک کے تمام علمائے کرام ہیں اور ان کا فیصلہ ہے۔دوسری طرف ساتویں صدی کا ایک شخص ابن تیمیہ ہے، اس نے پہلے تو اس پر فتوی دیا اور کہا کہ اس پر اجماع ہے، پھر اس کے خلاف فتوی دیا اور کہا یہ

Marfat.com

درست ہے۔

آج تمام غیر مقلد حضرات اور شیعہ حضرات ابن تیمیہ کی اقتداء اس مسئلہ میں کرتے ہیں۔ اس شخص کو اس دور کے تمام علماء کرام نے گمراہ قرار دیا، اس کی کتابوں کی تلاش کی، تو ان میں مجوسیوں، یہودیوں کے عقائد ملے۔

لیکن موجودہ دور کے وہابی حضرات نے اس کو امام المسلمین بنا ڈالا، اس پر عالم عرب چیخ اٹھا اور پہلے کی طرح ہزاروں فاضلان عرب نے اس کا رد کیا اور نہایت دیانت داری سے اس کی کتابوں سے اس کی گمراہی ثابت کی، انہیں فاضلان عرب میں علامہ ابن عتیق یعقوبی ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''فتاوی ابن تیمیہ فی المیز ان'' میں فرماتے ہیں اور ان مسائل کا اجمالی ذکر کرتے ہیں جن کا رد علمائے کرام نے اس کی زندگی میں ہی کیا تھا۔

ابن تیمیہ کی شوخ چشمیاں: ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ حائضہ کی طلاق نافذ نہ ہوتی ہے، اور یہ کہ تین طلاق کا مرجع اور حکم ایک ہے۔ حالانکہ یہی ابن تیمیہ اس سے قبل اس مسئلہ پر نقل اجماع کر چکے تھے، اور اس نے کہا تھا کہ جس نے طلاق حائضہ کے نفاذ و طلاق ثلاثہ کے نفاذ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا اور پھر خود ہی ایسا کر بیٹھا، اور اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ نماز عمدًا چھوڑنے پر قضا نہیں اور یہ کہ حائضہ طواف خانۂ کعبہ کرے گی اور کفارہ نہیں، اور یہ بھی کہنا ہے کہ سیال چیزیں چوہیا وغیرہ کے ان میں مرنے سڑنے سے ناپاک نہیں ہوتیں اور یہ بھی کہنا ہے کہ ناپاک شخص یعنی حالت جنابت والا نماز شب (رات) میں بغیر نہائے پڑھ لے گا اور فجر تک نہانے پر موقوف نہ رکھے گا، اگر چہ آبادی میں ہو اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مٹنے و پیدا ہونے والی چیزوں کا محل ہے اور یہ کہ اسے ہاتھ، آنکھ اور پنڈلی کی ضرورت ہے اور یہ کہ قرآن مٹنے و پیدا ہونے والی چیزوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں، اور یہ کہ عالم قدیم ہے نوع کے اعتبار سے اور ایک حصہ کتاب اس بارے میں لکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی سے متعلق نہیں۔ جیسے اہل جنت کی نعمتیں، اور یہ کہ انبیاء گناہوں سے پاک نہیں، اور یہ کہ اہل دوزخ کا عذاب ابدی نہیں ختم ہو جائے گا، اور یہ کہ توریت و انجیل کے

Marfat.com

الفاظ وکلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے الفاظ وکلمات پر جیسی اتریں آج تک ویسی ہی باقی ہیں۔

اس گمراہی کے نتیجہ میں اس کو قید کیا گیا اور اسی جگہ اس کی موت ہوئی، بھائیو! یہ ہیں ابن تیمیہ۔ اب ہمارے ان غیر مقلد حضرات کا ذوق دینی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی شخص کی اتباع کرتے ہیں جس کو تمام عالم اسلام متفقہ طور پر گمراہ قرار دے چکا ہے، بتایئے کس دلیل سے ہم جس کے عقائد مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں جیسا کہ آپ دیکھ چکے۔ خلیفہ ثانی کے فیصلہ سے ہٹیں اور طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دیں۔

ہمارے لیے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ شارع کا حکم کیا ہے۔ بس وہ حق ہے، یہ ثابت ہونا ضروری نہیں کہ اس کو عقل بھی قبول کرے۔ اگر عقل کے فیصلہ پر فتوے چلیں تو اب تک ہزار بار شریعت نئی بنی ہوتی۔

عقل اور دین: یہاں پر یہ بات بھی بتادوں کہ اہل سنت اور باطل فرقوں میں بنیادی فرق کیا ہے۔ عقل دین کے ساتھ جہاں تک چلتی ہے اس کے فیصلہ قبول کرتے ہیں اور جہاں وہ دین سے ٹکراتی ہے، یا شک کرتی ہے، ہم اس کے خلاف دین کے فیصلے قبول کرتے ہیں۔ پورا اسلامی فلسفۂ عقائد کی تاریخ میں یہ فیصلہ کن امر ہے۔ معتزلہ فرقہ، جو ہمیشہ عقل کے فیصلوں کو ترجیح دیتا رہا گمراہ ہوا۔ اسی طرح ائمہ کرام کے وہ فیصلے جو انہوں نے قرآن وسنت کے نہایت باریک تتبع کے بعد کیے ہیں ان کے خلاف جانا اہل سنت کے بس کی بات نہیں ہے۔

مسلمانوں کی کم علمی سے فائدہ: غیر مقلد حضرات عام مسلمانوں کی کم علمی سے فائدہ اٹھا کر انہیں ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر جب کسی کو ان کا حال معلوم ہوجاتا ہے تو وہ ہرگز ان کی سننے کو تیار نہیں ہوتا ہے اور آج بھی تمام مسلمان طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں اہل سنت کے ساتھ ہیں۔

لہٰذا میں آخر میں عرض کردوں کہ تمام مسلمانوں کو نہ حکومت چھیڑے اور نہ یہ غیر مقلد حضرات۔ غیر مقلد حضرات تو صحابہ کرام تک کے خلاف زبان کھولنے سے نہیں ہچکچاتے ہیں۔ تمام اسلام کے بزرگوں کو خصوصاً سات سو سال تک کے مسلمانوں کو صراحۃً اور تمام مسلمانوں کو تا زمان نبوت ضمناً کافر ومشرک کہہ چکے ہیں۔ جیسا کہ "الدرر السنیۃ" نامی کتاب میں تحریر ہے۔

Marfat.com

ہمارے مفتیان کرام سادہ فتوی لکھتے ہیں اور ان کو یہ غیر مقلد حضرات اور سر پھرے سماج سدھارک پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہماری اس مختصر سی گفتگو سے جس میں چند اصولی باتیں ہم پیش کر چکے ہیں اگر ان پر کوئی صاحب انصاف غور کرے تو نہ الجھے نہ الجھائے۔

دوستو! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، اہل عشق ومحبت کے اصول اور ان کی ادائیں دنیا والے نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے۔ ہم اور آپ کو اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وہدایت پر عمل کرنا ہے اور اپنے بزرگوں کے طریقے کو سینے سے لگانا ہے۔

آوارگان کوئے محبت جدھر گئے
دنیا پکار اٹھی غلط راہ پر گئے

اگر دین کے فیصلوں کو عقل پر چھوڑ دیا جائے تو یہ بیچاری آئے دن فیصلہ بدلتی رہتی ہے۔ بہت سے محرمات میں فوائد بھی ہیں تو کیا عقل کے نزدیک فوائد ثابت ہونے سے ان کی حلت ہوگی؟ ہرگز نہیں، بہت سے فرائض میں بظاہر نقصان ہے تو کیا وہ فرائض نہ رہیں گے؟ یارو! تم ابھی سمجھے ہی کہاں کہ دین نام کس کا ہے، عقل کی خوبی کا نہیں۔ امر الٰہی کا نام دین ہے وہ جس کو چاہے دین بنادے، اور جس کو چاہے ناجائز کردے۔ یہی نکتہ تو شیطان نہ سمجھا کہ پیش خدا اپنے مخصوص منطقی انداز ومزاج سے شکل اول قیاس کی لے آیا ہے۔

”خلقتنی من نار و خلقتہ من طین“

یہی نکتہ ہمارے جماعت مودودی کے لوگوں اور ان کے سگے سوتیلے بھائی غیر مقلدوں اور شیعوں کو سمجھ میں نہ آیا ہے کہ لگے ہر شریعت کے حکم میں عقلی مصلحت تلاش کرنے اور ہر ایک کو عقل پر پرکھنے۔ ایک تو عقل ویسے ہی ہر جگہ اپنی ذات اور وسیع تر کائنات میں بہت سے اسرار کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے اور پھر ان بیچاروں کی عقل کا کیا کہنا کہ ”فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا“ کا مصداق ٹھہری، اور ایسی عقل جو یورپ کی تقلید، احساس کمتری، معتزلہ کی تقلید، کتاب وسنت کی تحقیر کا مزاج رکھتی ہے، جس کی فطرت سے انبیاء کرام کی تحقیر، وہ عقل کیونکر کسی مسئلہ میں راہ راست پر آسکے گی، ہرگز نہیں۔ اگر یہ غیر مقلد کچھ مزاج بدلے، علم سیکھے، ادب کے دائرہ میں آئے اور اپنی جہالت کے پردوں کو چاک کرے تو طلاق ثلاثہ ہی نہیں سارے احکام شریعت کو مرتب منظم دیکھے۔

Marfat.com

خلع کی شرعی حیثیت

▪ محمد مبشر حسن بررمصباحی

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں خواہ تعلیم وتربیت ہو یا ضرورت وحاجت، عمل وکردار ہو یا نکاح وطلاق دونوں میں برابر کا حصہ دیا ہے اور جس طرح مرد کی تعلیم ضروری ہے بعینہٖ عورت کی بھی ہے، بلکہ اس کے لیے زیادہ ترغیب وتاکید آئی ہے۔ دونوں آزاد اور مختار ہیں، نکاح میں دونوں کی چاہت ورضامندی کا دخل ہے۔ طلاق کی ڈوری مرد کے ہاتھ میں ہے تو خلع کی ڈوری عورت کے ہاتھ میں۔ جب بھی عورت کو مشکل درپیش آئے خلع کے ذریعہ ملک نکاح زائل کرلے پھر جس کے ساتھ چاہے زندگی گذارے۔ ہم سردست خلع کی حقیقت اور اس کے احکام سے متعلق گفتگو کریں گے۔

خلع کی تعریف: خلع کا لغوی معنی (پیش کے ساتھ) ازالۂ زوجیت ہے اور خَلع (فتحہ کے ساتھ) کا معنی اتارنا ہے۔ یہ لباس اتارنے سے استعارہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے اس قول "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" میں میاں بیوی میں سے دونوں ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں۔ خلع سے گویا ہر ایک نے اپنا لباس اتارلیا۔

(اللمعة الدمشقية جلد: ۲ صفحہ: ۱۶۳)

شرع میں خلع مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو کہتے ہیں۔ تعریف خلع میں چاروں ائمہ کا قدرے اختلاف ہے، چنانچہ احناف نے کہا کسی عوض کے مقابلے لفظ خلع کے ذریعہ نکاح ختم کرنے کا نام خلع ہے۔

شوافع: کسی عوض کے مقابلے لفظ طلاق اور خلع کے ذریعہ زوجین کے درمیان تفریق کا نام خلع ہے۔

Marfat.com

مالکیہ: کسی عوض کے ذریعہ طلاق کا نام خلع ہے۔

حنابلہ: الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ کسی عوض کے مقابلے شوہر کا اپنی بیوی سے جدا ہونے کا نام خلع ہے۔ (ردالمختار جلد:۵ رصفحہ:۸۳)

خلع کا ثبوت: سوائے بکر بن عبداللہ مزنی تابعی کے علماء کا خلع کی مشروعیت پر اجماع ہے کہ انہوں نے پہلا استدلال قرآن عظیم کی اس آیت کریمہ سے کیا "فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ" (البقرہ آیت ۲۲۹)

یعنی جب حدود اللہ قائم نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو مال دے کر اپنے شوہر سے جدائی اختیار کرنے میں بیوی پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ خلع کے مقابلے شوہر کو مال لینے میں کوئی حرج ہے۔

دوسری جگہ ہے "فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئاً" (سورۃ النساء آیت ۴)

اللہ نے اس آیت میں بغیر کسی چیز کے بدلے اپنی بیوی سے دیا ہوا مہر لینا جائز کر دیا ہے، تو جب خلع کے مقابلے میں مال لیا جس کی وجہ سے بیوی مالکہ بن گئی تو یہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے "عن ابن عباس قال جاءت امرأة ثابت بن قيس بن شماس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله! انى ما اعتب عليه فى خلق ولا دين ولكنى اكره الكفر فى الاسلام. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتريدين عليه حديقة؟ فقالت نعم. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل الحديقة وطلقها تطليقة" (بخاری ونسائی، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت بن قیس کی دینداری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے اسلام میں شوہر کی ناشکری پسند نہیں (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ کیا تم ثابت کا دیا ہوا باغ (مہر میں) واپس

Marfat.com

کرو گی؟ عورت نے کہا ہاں! چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔

تیسرا استدلال اجماع سے ہے کہ صحابہ اور علماء کا خلع کے جواز پر اجماع ہے اور سوائے بکر بن عبداللہ مزنی کی مخالفت کے اور کسی کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔

چوتھا استدلال قیاس سے ہے کہ یہ بیع وشراء کے مثل ہے کہ جس طرح شوہر کا کسی عوض کے مقابلے بضع سے نفع اٹھانے کا مالک ہونا جائز ہے تو عوض کے ذریعہ اس ملکیت کو ختم کرنا بھی جائز ہے۔

غیر مشروعیت کے قائلین نے حجاج کی روایت سے استدلال ہے کہ عقبہ بن ابی صہباء سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے بکر بن عبداللہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا جس کی بیوی کو خلع کا ارادہ تھا۔ کہا مرد کو عورت سے کچھ لینا حلال نہیں ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ عزوجل اپنی کتاب مقدس میں فرماتا ہے "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ" تو انہوں نے کہا "وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا"

(ترجمہ) اور اگر تم اپنی بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ (سورۂ نساء، آیت: ۲۰)

یہ ظاہر کتاب، سنت، اور اجماع سے مردود ہے، اور رہا نسخ کا دعوی تو وہ مردود ہے۔ اس لیے کہ "وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ ... فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ" کے لیے ناسخ نہیں ہے۔ چونکہ دونوں کا حکم جداگانہ ہے۔ جب زیادتی مرد کی طرف سے ہو اور اسے بیوی بدلنے کا ارادہ ہو تو خلع حرام ہو جاتا ہے۔ جب زوجین کو حدود اللہ قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو تو خلع مباح ہے۔ اس طور پر کہ عورت اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے بغض رکھتی ہو یا مرد بد اخلاق ہو اور بیوی کو ضرر پہونچانے کا قصد نہ ہو لیکن حدود اللہ قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو وہ حسن سلوک اور حقوق زوجیت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت اس کے علاوہ ہے۔ ان دونوں آیتوں میں سے کوئی دوسرے کے لیے معترض اور موجب نسخ نہیں ہے۔ مزید یہاں

Marfat.com

شرطِ ناسخ منتفی ہے وہ تاخر ناسخ کا علم ہے۔

ارکانِ خلع: ارکانِ خلع پانچ ہیں:

(۱) ملتزم عوض، اس سے مراد جو مال کا التزام کرے خواہ وہ بیوی ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

(۲) بضع: جس سے شوہر مستفید ہوتا ہے، وہ بیوی کا بضع ہے۔ جب شوہر طلاق بائن دے دے تو ملک بضع زائل ہو جاتا ہے، پھر خلع صحیح نہیں ہوتا۔

(۳) عوض: وہ مال جو عصمت کے مقابلے میں شوہر کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

(۴) زوج: (۵) عصمت:

یہ خلع کے ارکان ہیں ان کے بغیر خلع نہیں ہوتا ہے پھر ہر رکن کے ساتھ کچھ شرائط ہیں۔

شرائطِ خلع: ہر ملتزم عوض میں شرط ہے کہ وہ تصرف کا اہل ہو، ملتزم عوض میں تصرف مالی اور شوہر میں طلاق کی اہلیت ضروری ہے، پھر وہ عاقل اور مکلف ہو۔ چنانچہ صغیرہ، مجنونہ، اور سفیہہ (بے قوف) کے لیے مال کے بدلے اپنے شوہر سے خلع کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح صغیر، پاگل کے لیے طلاق دینا صحیح نہیں ہے لیکن بے قوف کا طلاق دینا صحیح ہے۔

خلع کا عوض: اس میں کئی شرائط ہیں:

(۱) ایسا مال ہو جس کی کوئی قیمت ہو۔ لہٰذا جس مال کی قیمت نہیں ہے اس سے خلع صحیح نہیں ہوتا ہے، جیسے گیہوں کا دانہ۔

(۲) مال طاہر قابل انتفاع ہو۔ جیسے شراب، خنزیر، مردار اور خون سے خلع صحیح نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ ان چیزوں کی شریعت اسلامیہ میں کوئی قیمت نہیں ہے۔

صیغہ خلع: اس کے لیے کسی صیغہ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ معاطاۃ کے ذریعہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ عوض کا موجود ہونا شرط نہیں ہے بلکہ خلع معدوم سے جس کے وجود کا انتظار ہو صحیح ہو جاتا ہے۔ مثلاً اونٹنی وغیرہ کے حمل پر خلع کر لیا تو یہ صحیح ہے۔ بیوی کی جانب سے نفرت و ناپسندیدگی کا اظہار ہو، عوض بیوی ادا کرتی ہے اس لیے بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد: ۴، صفحہ: ۳۵۲)

Marfat.com

خلع کے الفاظ پانچ ہیں: (۱) خالعتك (۲) بارأتك (۳) فارقتك (۴) باينتك (۵) طلقي نفسكِ علی الفٍ

(۱) جو خلع سے مشتق ہو۔ جیسے خالعتكِ اختلعي اخلعي نفسك اخلعتك خلع ان سے بغیر نیت کے ہو جاتا ہے، اس لیے کہ یہ طلاق میں زیادہ مستعمل ہونے کی وجہ سے صریح کی طرح ہو چکا ہے تو جب شوہر نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ سے اتنے مال کے بدلے خلع کیا تو معاملہ ظاہر ہے اور جب مال کا ذکر نہ کیا تو اسے طلاق واقع ہو گی، خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔

(۲) بارأتک: جب شوہر نے بیوی سے کہا میں 20 جینھ پر تم سے جدا ہو گیا، وہ قبول کر لی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور بیس جینھ لازم اور مہر بالاتفاق ساقط ہو جائے گا اور اس نے قبول نہ کیا تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ صورت مذکورہ میں مال کا ذکر نہ ہوا تو بغیر نیت طلاق واقع نہ ہو گی۔

(۳) فارقتک: جب مال کا ذکر ہوا اور عورت قبول کر لے تو خلع صحیح اور مال لازم ہو گا۔ مال کا ذکر نہ ہو اور عورت نے اسے قبول کر لیا تو خلع سے جو حقوق ساقط ہوتے ہیں وہ ساقط ہو جائیں گے جب کہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا قرینہ طلاق موجود ہو اور اگر بیوی نے قبول نہ کیا اور شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائن واقع ہو گی اس لیے کہ یہ کفایہ ہے۔

(۴) باينتك: یہ خلع کے لیے موضوع ہے، اگر مال کا ذکر نہ ہوا اور عورت نے قبول کر لیا تو عورت کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں، جب شوہر نے اسے طلاق کی نیت کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ بیوی نے قبول نہ کیا ہو۔ جب شوہر نے کہا میں تجھے 20 ریال پر جدا کیا تو بیوی کے عدم قبول پر قول واحد میں نہ طلاق پڑے گی نہ بدل لازم ہو گا۔

(۵) طلاق مال پر ہو، مثلاً کہا تم خود کو ایک ہزار روپے پر طلاق دے دے۔ بولی میں نے قبول کیا، یا اتنے پر میں نے خود کو طلاق دے دیا تو طلاق بائن واقع ہو گی اور ایک ہزار روپے لازم ہوں گے اور جب مال کا ذکر نہ کیا تو یہ تملیک طلاق ہے، خلع نہیں ہے۔ یہ پانچ مشہور خلع کے الفاظ ہیں اور فقہاء نے دو مزید۔ بیع اور شراء کا اضافہ کیا ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد: ۴ صفحہ: ۳۵۲)

Marfat.com

عوض کی مقدار: وقوع خلع کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورت سے عطا کردہ سے زائد لینا جائز نہیں ہے۔ یہی حسن بصری ،عطا اور سعید بن جبیر کی رائے ہے اور سعید بن مسیب نے کہا کہ عطا کردہ سے کم لیا جائے تا کہ عورت پر مرد کا فضل ہو جائے اور امام ابو حنیفہ، زفر، ابو یوسف، اور محمد علیہم الرحمہ نے کہا، جب ناپسندیدگی عورت کی جانب سے ہو تو دیا ہوا مال واپس لینا حلال ہے اور اس پر زائد نہ کرے اور اگر سختی و ناپسندیدگی مرد کی جہت سے ہو تو عورت سے کچھ لینا حلال نہیں ہے، اگر کیا تو قضاء جائز کیا۔ دلیل حدیث مذکور ہے "ان ثابتا لما طلب من جمیلة ان ترد علیه حدیقته فقالت وازیده؟ فقال النبی ﷺ لا، حدیقته فقط"

ثابت نے جمیلہ سے اپنا باغ واپس کرنے کا مطالبہ کیا، بولی، کیا میں اسے اور دوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا باغ صرف، ظاہر آیت کو انہوں نے اسی کے ساتھ خاص کیا ہے۔

عمر، عثمان، ابن عمر اور مجاہد سے مروی ہے کہ عطا کردہ سے زائد پر خلع کرنا جائز ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نافرمان عورت کا معاملہ خدمت میں آیا تو آپ نے اسے پکڑ کر گوبر کے گھر میں دو رات بند کر دیا۔ پھر اسے کہا، خیریت ہے؟ بولی میں نے ان دو راتوں سے بہتر رات کبھی نہ گزاری۔ تو حضرت عمر نے فرمایا "اخلعها ولو بقرطها" اس کی بالی سمیت اس کا خلع کر لے اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک عورت آئی جو اپنی ساری چیزوں کے ساتھ خلع کر چکی تھی، تو آپ نے اس پر انکار نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک ربیع عورت خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی میں نے اپنے شوہر سے کہا "لك كل شئی وفارقنی" تم مجھے جدا کر دے ساری چیزیں تمہارے لئے ہیں۔ میں نے ایسا کیا۔ بخدا اس نے میرا سارا بچھونا لے لیا تو حضرت عثمان نے کہا شرط نے اسے مالک بنا دیا۔ اے شخص! تم اس کی ساری چیزیں لے لو یہاں تک کہ اس کی چوٹی بھی۔

امام مالک نے کہا میں نے کسی مقتدی کو یہ منع کرتے ہوئے نہ دیکھا لیکن یہ مکارم

Marfat.com

اخلاق سے نہیں ہے۔

شافعیہ اور سارے فقہاء کے نزدیک قلیل وکثیر دونوں لینا جائز ہے اگر چہ مہر پہ زائد ہو جائے۔ ان کی دلیل یہ ہے قولہ تعالی "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ"

(سورہ البقرہ آیت ۲۲۹)

قلیل وکثیر دونوں کو عام ہے اور ابوسعید خدری سے مروی ہے کہا میری بہن ایک انصاری آدمی کے تحت تھی، دونوں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے عورت سے کہا، کیا تم اس کا باغ واپس کر دگی؟ بولی میں اس پر زیادہ کروں گی، پھر خلع کیا اور اس نے باغ کے علاوہ مزید دی، عورت کے قول "میں اس پر زیادہ کروں گی" کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی جواز زیادت کی وضاحت ہے۔ مزید نکاح جب مہر مثل سے زائد پر جائز ہے یہ بضع کا بدل ہے، تو اس میں بھی یہ جائز ہے کہ عورت کو مہر مثل سے زائد دے چونکہ یہ دونوں حالتوں میں بضع کا بدل ہے۔

خلع کے مسائل: خلع در حقیقت ایک طرح کا معاہدہ ہے جس میں شوہر کسی عوض کے مقابلے نکاح سے ملے ہوئے اپنے اختیارات ختم کر دیتا ہے۔ عورت کا قبول کرنا شرط ہے۔ بغیر قبول کئے خلع نہیں ہو سکتا، اور اس کے الفاظ معین ہیں، ان کے علاوہ اور لفظوں سے خلع نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضائً جائز ہے۔

مسئلہ: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول کرنے پر معلق کرنا ہے کہ عورت نے مال دینا قبول کر لیا تو طلاق بائن ہو جائے گی۔ لہذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہ کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں، نہ شوہر کو شرط خیار حاصل ہے اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ: خلع عورت کی جانب سے اپنے کو مال دے کر چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتداء ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کر سکتی ہے اور اپنے لئے اختیا

Marfat.com

بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے، بخلاف بیع کے۔ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہو جائے گا۔ (خانیہ)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا، اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔ (بدائع)

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا، عورت نے جواب میں کہا ہاں! تو اسے کچھ نہیں ہوگا جب تک یہ نہ کہے میں راضی ہوئی یا جائز کیا، یہ کہا تو صحیح ہو گیا۔ یوں ہی اگر عورت نے کہا مجھے ہزار روپے کے بدلے میں طلاق دے دے، شوہر نے کہا ہاں! تو یہ بھی کچھ نہیں اور اگر عورت نے کہا مجھ کو ہزار روپے کے بدلے طلاق ہے، شوہر نے کہا ہاں! تو ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: عورت کا جو مہر شوہر پر ہے اس کے بدلے میں خلع ہوا پھر معلوم ہوا کہ عورت کا کچھ مہر شوہر پر نہیں ہے تو عورت کو مہر واپس کرنا ہوگا۔

مسئلہ: شراب، خنزیر و مردار وغیرہ ایسی چیز پر خلع ہوا جو مال نہیں تو طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر کچھ واجب نہیں اور اگر ان چیزوں کے بدلے میں طلاق دی تو رجعی واقع ہو گی۔

(بہار شریعت)

مسئلہ: خلع کا معاملہ میاں بیوی یا ان کے خاندان کے درمیان باہمی افہام و تفہیم سے طے نہ ہو سکے تو عورت شرعی عدالت کی طرف رجوع کرے، اگر شوہر طلاق نہ دے تو شرعی عدالت نکاح فسخ کرنے کا حکم جاری کر سکتی ہے: قولہ تعالیٰ " اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (سورہ البقرہ آیت ۲۲۹)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

Marfat.com

اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورت کو دیا ہے اس میں کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ (کنزالایمان)

مسئلہ: بلا وجہ خلع لینے والی عورت منافق ہے "عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال المختلعات هن المنافقات" (رواہ ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بلا وجہ) خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔

مسئلہ: مرد اپنی بیوی سے جماع کے قابل نہ ہو تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دینے کے بعد بیوی حسب خواہش خلع کر سکتی ہے "عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ انہ کان یقول من تزوج امرأته فلم یستطع ان یمسها فانه یضرب له اجل سنة فان مسها والا فرق بینهما" (رواہ مالک)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اسے جماع کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس مرد کو ایک سال مہلت (علاج کے لئے) دی جائے گی۔ اگر اس عرصہ میں وہ جماع پر قادر ہو جائے تو بہتر، ورنہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی۔

مسئلہ: خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔ عدت کے بعد مرد و عورت دونوں آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

■ ■ ■

Marfat.com

باب دوم

تحقیق و تفہیم

Marfat.com

طلاق ثلاثہ کے احکام ومسائل

■ ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری

ہمارے معاشرے میں اب طلاق کا رواج کچھ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، جہاں ذرا غصہ آیا فوراً طلاق دے دی، پھر ایک دو دی جائیں تب بھی معاملہ ہاتھ میں رہتا ہے مگر جانتے ہیں کہ بالکل تعلق اُسی وقت ختم ہوگا جب تین طلاق دی جائے، اس لیے تین دیتے ہیں۔ پھر فوراً ہی ندامت ہوتی ہے، اب علماء کی طرف رجوع کرنے سے قبل بڈھے بڑھیوں سے مسئلہ دریافت ہوتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ بہر حال پھر کسی نہ کسی طرح علماء تک پہنچتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح بیوی ان کے پاس حسب سابق رہے۔ علماء سے کہتے ہیں کہ کچھ گنجائش نکالیے، مگر یہ معلوم نہیں کہ تمام دنیا کے علماء مل کر بھی شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کا نقطہ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں کرسکتے، کبھی یہ کہتے ہیں کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا جائے تو کیسا ہے؟ بڑا افسوس ہے، آج اپنی ضرورت کے تحت اپنے امام کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوگئے تو کل خدانخواستہ (معاذ اللہ) اپنی غرض سے مذہب تبدیل کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کردیں گے، پھر چاروں اماموں میں سے کوئی بھی نہیں کہتا کہ تین طلاقوں کے بعد بھی بیوی حسب سابق بیوی رہ سکتی ہے، کبھی غیر مقلدوں کی مسجد سے فتویٰ لے آتے ہیں، غرض چاہتے ہیں مذہب کا نام لے کر یا فتویٰ کا سہارا لے کر حرام کو حلال کرلیں، یہ نہیں سوچتے کہ یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے، یہ اولاد کا معاملہ ہے اور پھر تمام نسب کا معاملہ ہے۔ جب دو لفظوں سے ایک اجنبی عورت آپ کی بیوی بن گئی تو تین لفظوں سے اگر زوجیت سے خارج ہوجائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔

مسلمان بھائیو! نماز، روزہ اور دوسری عبادات میں ہماری کوتاہیاں ظاہر ہیں، خدارا کم

Marfat.com

ازکم ایسے گناہوں سے ضرور بچیے جن میں خدانخواستہ اگر آپ مبتلا ہو گئے تو تمام زندگی بلکہ اس کے بعد بھی آپ گناہوں کے سمندر میں غرق رہیں گے۔ اپنے غصہ کو شرعی حدود میں رکھیے اور تین طلاق دینے سے بچیے۔ اس مختصر مضمون میں بتایا گیا ہے کہ تین طلاق بیک وقت بھی واقع ہو جائیں گی۔ یہی فیصلہ قرآن، حدیث، صحابہ اور اُمت کے اتفاق سے ثابت ہے، اس کے خلاف سب غلط ہے۔ بحث میں مخالفین کے صرف اُن دلائل کا رد کیا گیا ہے جن پر انہیں بہت گھمنڈ ہے اور جو عام طور پر وہ استعمال کرتے ہیں، ظاہر ہے اس موضوع پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ بالخصوص مبسوط، فتح القدیر، بدائع الصنائع، فتاویٰ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔

تین طلاق کا مسئلہ: آج کل عموماً مرد کو جب غصہ آتا ہے، وہ اپنی بیوی سے اس قسم کے الفاظ کہہ دیتا ہے۔ جا میں نے تجھ کو تین طلاق دیا، بلکہ کبھی کبھی تو تین سے زائد طلاق بھی دیدی جاتی ہے، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ لوگ تین طلاق اسی لیے دیتے ہیں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ بیوی سے اس سے کم میں پیچھا نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ بعد میں جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف بہانہ سازی، دروغ گوئی اور حرام شدہ چیز کو حلال کرنے کی سعی لاحاصل ہوتی ہے۔

اگر کسی مولوی سے غلط بیانی کر کے حلال لکھوا بھی لیا ہے، تو حقیقت پھر بھی اپنی جگہ برقرار رہے گی، تمام زندگی حرام کاری ہوگی اور اولاد در اولاد اس گناہ کے ناپاک اثرات چلتے رہیں گے۔

تین طلاق کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے: قرآن کریم میں ہے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" (سورۃ البقرہ ۲۲۹)

(ترجمہ) طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو اچھے طریقہ سے روک لینا ہے یا اچھائی کے ساتھ (بیوی) چھوڑ دینا ہے۔

تفسیر کبیر اور دوسری تفاسیر میں ہے کہ یہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی جب اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک عورت نے شکایت کی کہ میرا شوہر مجھ کو طلاق

Marfat.com

دیتا رہتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (امام محمد فخر الدین رازی تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۷: جلد: ۲)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجوع کا حق باقی رہتا ہے دو مرتبہ ہے (گویا جو مقصود ہے وہ حق ہے رجوع کا بیان ہے نہ یہ کہ طلاق علٰیحدہ علٰیحدہ دینا لازم ہے۔) دو طلاق کے بعد اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو رجوع کر لیا جائے اور اگر یہ سلسلہ مزید چلنا ممکن نہ ہو تو پھر تیسری طلاق بھی دے دی جائے۔

چنانچہ مشہور مفسر ابو بکر الجصاص اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں "قد ذکرت فی معناہ وجوہ احدھا انہ بیان للطلاق الذی تثبت معہ الرجعۃ والثانی انہ بیان لطلاق السنۃ" (احکام القرآن جلد: ۱)

یعنی اس آیت کے معانی میں مختلف وجوہ ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اُس طلاق کا ذکر ہے جس میں رجعت کا حق باقی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ یہ طلاق سنت کا طریقہ ہے۔

ابو بکر جصاص نے اور تاویلات بھی لکھی ہیں، لیکن اہل علم سے مخفی نہیں کہ مفسّرین قوی اور ضعیف، اپنوں اور غیروں سبھی کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ اصل قدر و قیمت ائمہ مذہب کے اقوال ہی کی ہے۔ لہٰذا کسی مفسر کی مفسرانہ بحث سے خواہ مخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ہم حنفی بھی یہی کہتے ہیں کہ طلاق متفرق طور پر دی جانی چاہیے، یہی سنت طریقہ ہے، لیکن اس کا مطلب یہ کہاں سے ہوا کہ اگر کوئی مسنون طریقہ اختیار نہ کرے تو وہ فعل جو ایک عاقل و بالغ سے صادر ہو رہا ہے اور بالکل صریح ہے، واقع ہی نہ ہو؟ ہاں سنت طریقہ ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔ ہماری شریعت میں لاتعداد احکام ایسے ہیں جن کے ادا کرنے کے لیے مسنون طریقے بتائے گئے ہیں، مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص ان کاموں کو مسنون طریقہ پر ادا نہ کرے تب بھی وہ ادا ہو جائیں گے اگرچہ ترک سنت کا گناہ رہے گا۔

عام طور پر مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ طلاق متفرق طور پر دینا

Marfat.com

چاہیے، نہ یہ کہ تین طلاقوں کے دینے کی ممانعت کی گئی ہے، تو اس قدر میں ہم بھی متفق ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم دو طلاقیں دے تو کیا واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کیجیے، اور اگر دو طلاقیں یکدم واقع ہو سکتی ہے تو تین کیوں واقع نہیں ہو سکتی ہیں: "وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ" (سورہ البقرہ آیت ۲۴۱)

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے رواج کے مطابق سامان ہے "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ" (سورہ البقرہ آیت ۲۳۷)

اور اگر تم ان کو صحبت سے پہلے طلاق دے دو۔

یآ ایھا الذین اٰمنوا اِذا نکحتم المؤمنات ثم طلّقتموھنّ' اے ایمان والو! جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دو۔

ان آیات میں اور ان ہی جیسی آیات میں طلاق اور اس کے احکام کا ذکر ہے مگر یہ کہیں نہیں بتایا گیا ہے کہ یہ طلاق علیٰحدہ علیٰحدہ دی گئیں ہوں یا یکدم، جب دونوں امور کا ذکر نہیں تو اس کو قواعد کے مطابق عام ہی رہنا چاہیے۔

احادیث شریفہ: احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں، خواہ یک دم دی جائیں یا کہ علیٰحدہ علیٰحدہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تھی، پھر آپ نے یہ سوچا کہ دو حیضوں میں دو طلاق مزید دے دیں، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فرمایا اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ حکم تو نہیں دیا ہے، تم نے خلاف سنّت کیا، سنّت طریقہ یہ ہے کہ تم ہر طہر میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دو۔ چنانچہ آپ نے مجھے رجوع کا حکم دیا (کیونکہ ایک ہی طلاق دی تھی) اور فرمایا کہ جب پاک ہو جائے تو تم اس کو طلاق دے دینا، یا روک رکھنا، انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا میرے لیے پھر حلال ہو جاتی؟ آپ نے فرمایا نہیں اور یہ گناہ کی بات ہوتی۔

(قاضی محمد ثناء اللہ تفسیر مظہری صفحہ: ۳۵۱ جلد: ۱)

Marfat.com

سند حدیث: اس حدیث کو دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے، بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں عطاء خراسانی نے کچھ زیادات کی ہیں جن میں اُن کا کوئی متابع نہیں اور چونکہ وہ ضعیف ہیں اس لیے ان کی زیادات غیر متابعہ مقبول نہ ہوں گی مگر خدا بھلا کرے علامہ ابن ہمام کا کہ انہوں نے متابعت ثابت کردی اور فرمایا کہ رزیق نے اس روایت کی متابعت کی ہے اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(فتح القدیر)

طلاق دے دی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی رجوع کرادیا تھا۔ یہ عجب اہل حدیث ہیں کہ صحیح حدیثوں کو مانتے ہی نہیں۔ اِن سے زیادہ اچھے اہل حدیث تو وہ ہوئے جو اپنے اوپر اہلحدیث کا لیبل نہیں لگاتے ہیں، اور وہ حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

مُسلم شریف کے شارح جلیل القدر محدث اسی حدیث کی بابت فرماتے ہیں

"اما حدیث ابن عمر فالروایات الصحیحۃ التی ذکرھا مسلم وغیرہ انہ طلقھا واحدۃ" (ابوزکریا نواوی شرح مسلم صفحہ:۴۷۸جلد:۱)

ابن عمر کے واقعہ میں صحیح روایات جن کو امام مسلم وغیرہ نے ذکر کیا ہے، یہ ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دی تھی۔

امام بخاری نے تو بخاری شریف میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے جس کا نام ہے۔ 'من جاز الطلاق الثلث" یعنی اس باب میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو تین طلاق کو واقع قرار دیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ اہلحدیث صاحبان اس سلسلے میں امام بخاری تک کو اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ وہ اور موقعوں پر ان کا ذکر بڑے زور شور سے کرتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ فطلقھا ثلاثا یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد یہاں میاں بیوی میں جدائی کرادی گئی۔(بخاری صفحہ:۷۸۹ جلد:۱)

ظاہر ہے اگر تین طلاق واقع نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ واقع نہ ہوئیں اور کبھی بھی آپ ایک لغو کام کے ہوتے ہوئے خاموش نہ رہتے۔

Marfat.com

سند حدیث: اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ اس حدیث کو بخاری شریف صفحہ: 91 جز دوم اور مسلم کے علاوہ نسائی اور ابوداؤد وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "انّ رجلا طلّق امراته ثلثاً فتزوّجتْ فطلّق فسئل النبی صلّی الله علیه وسلّم اتُحلِ للاوّل قال لا حتیّٰ یذوق عسیلتها کما ذاق الاوّل"

(بخاری شریف صفحہ: ۹۱، جلد: ۲)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اس نے دوسرے شخص سے شادی کر لی اُس نے بھی طلاق دے دی پھر آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، تاوقتیکہ پہلے شوہر کی طرح دوسرا بھی اس سے صحبت نہ کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو اب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے بلا حلالہ شرعیہ حلال نہیں ہوتی۔ یہ فتویٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہے۔ اس میں یہ نہیں لکھا کہ اُنھوں نے تین طلاق علیٰحدہ علیٰحدہ دی تھیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ تفصیل معلوم نہیں کی۔ اگر یہ ضروری ہوتا تو حضور ضرور اُن سے یہ تفصیل معلوم کرتے کہ الگ الگ طلاق دی یا ایک بار۔

"طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها ثم بدا له ینکحها فجاء یستفتی قال فذهبت معه فسال ابا هریرة وابن عباس فقال لا ینکحها حتی تنکح زوجا غیره فقال انما کان الطلاق ایاها واحدة قال ابن عباس أرسلت من یدك ما کان لك من فضل"

(موطا امام محمد صفحہ: ۲۵۹)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا صحبت کرنے سے پہلے پھر اس نے چاہا کہ اس سے نکاح لوٹا لے تو فتوی لینا چاہا۔ کہتے ہیں کہ میں استفتاء لے کر گیا اور ابوہریرہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا تم اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے، تو اس شخص نے کہا یہ تو ایک ہی طلاق ہوا، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

Marfat.com

میرے پاس تمہارے لیے جو بھلائی کی بات تھی تمہیں بتایا۔

مخالفین کا استدلال اور اس کا جواب:

وہ حضرات جن کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، عام طور پر مندرجہ ذیل احادیث پیش کرتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دی، پھر ان کو اس کا شدید صدمہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت کیا، تم نے کیسے طلاق دی تھی؟ وہ بولے میں نے ان کو تین طلاق دی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ہی نشست میں؟ وہ بولے، جی ہاں! آپ نے فرمایا بے شک یہ ایک ہی ہے، اگر تم چاہو تو رجوع کرلو، چنانچہ آپ نے رجوع کر لیا۔ (مسند امام احمد)

جواب: اس حدیث کے بارے میں صحاح ستہ میں سے ایک کتاب کے مصنف جلیل القدر محدث ابوداؤد فرماتے ہیں "حدیث نافع بن عجیر و عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده ان رکانة طلق امرأته فردها الیه النبی صلی اللہ علیه وسلم اصح لان ولد الرجل واهله اعلم به ان رکانه طلق امرأته البتة فجعلها النبی صلی اللہ علیه وسلم واحدة" (ابوداؤد شریف صفحہ:۳۱۹)

نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ کی روایت اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کرا دیا زیادہ صحیح ہے۔ (یعنی ابن عباس کی حدیث کی بہ نسبت) کیونکہ انسان کی اولاد اور گھر والے ہی ایسے معاملات کی زیادہ خبر رکھتے ہیں۔ بے شک رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق قرار دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ابوداؤد کا استدلال بالکل عقل کے عین مطابق ہے۔ طلاق ایک گھریلو واقعہ ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ ابن عباس کی بہ نسبت خود رکانہ کے بیٹے و پوتے اس معاملہ پر زیادہ صحیح روشنی ڈال سکتے تھے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے "صاحب البیت ادریٰ بمافیه" یعنی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ چنانچہ انہوں نے بیان کر دیا کہ یہ طلاق البتہ تھی۔ لفظ

Marfat.com

البتہ کنایات میں سے ہے، اس سے ایک طلاق کا ارادہ کرنا درست ہے۔ رہی ابن عباس کی روایت تو وہ انہوں نے اپنی فہم کے مطابق البتہ کو بمعنی ثلاث کے لیتے ہوئے روایت کر دی ہوگی۔ چنانچہ شارح بخاری علامہ ابن حجر نے اس توجیہ کو معقول قرار دیا ہے۔ (علامہ ابن حجر، فتح الباری)

علاوہ ازیں ابن عباس والی روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جو حدیث میں ضعیف ہیں، اور پھر سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ خود اپنی روایت کے خلاف موجود ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لڑکے کے پاس تھا، اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے۔ ابن عباس قدرے خاموش ہوئے تو میں سمجھا کہ اب یہ اس کو رجوع کا حکم دیں گے (کیونکہ ان کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔) پھر وہ بولے تم لوگ احمقانہ باتیں کرتے ہو۔ (یعنی بیک وقت تین طلاق دیتے ہو۔) پھر کہتے ہوا ے ابن عباس! اے ابن عباس!

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حمید اعرج نے مجاہد سے، شعبہ نے عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر، ایوب نے اور ابن جریج نے عکرمہ بن خالد عن سعید بن جبیر، اور ابن جریج نے عمرو بن دینار سے ان سب نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے تین طلاقوں کو واقع مانا۔ یعنی یہ کہ تین طلاق تین ہی ہوں گی۔ (ابوداؤد شریف صفحہ: ۲۱۸، جلد: ۱)

جب ایک شخص خود ہی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف فتویٰ صادر کر رہا ہے تو کیا یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت نہیں کہ یا تو اس نے روایت سے رجوع کر لیا، کیوں کہ روایت اس کی اپنی فہم سے تھی یا اس نے اس کی کوئی تاویل کی۔ بہر حال جو خود ابن عباس کا فتوی بھی ہے کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاق نافذ ہے تو اب جھگڑا کیا رہ گیا؟ اسی روایت میں "طلق امرأته ثلاثا" کا لفظ موجود ہے جو متفقہ طور پر بیک وقت تین طلاقوں کے لیے مستعمل ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ دوسرے مقامات پر ان الفاظ کو علیحدہ علیحدہ تین طلاقوں پر محمول کرنا تکلف ہے۔

Marfat.com

دوسری حدیث غیر مقلدین یہ پیش کرتے ہیں عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدۃً فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناۃً فلو مضیناه علیهم فامضاه علیهم"

(مسلم شریف صفحہ:۴۷۸ جلد:۱/ابوداؤد شریف صفحہ:۲۱۸)

ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں دو سال تک تین طلاق ایک تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک لوگوں نے اس کام میں جلدی کی جس میں ان کے لیے مہلت تھی، کاش ہم اس کو ان پر نافذ کردیں پھر آپ نے اس کو ان پر نافذ کردیا۔

یہی حدیث طاؤس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوالصہبا نے ابن عباس سے دریافت کیا "اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وابی بکر وثلاثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم"

(مسلم شریف صفحہ:۴۷۸ جلد:۱)

(ترجمہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے تین سال تک تین طلاقوں کو ایک ہی کردیا جاتا تھا تو ابن عباس نے فرمایا، ہاں "ان ھی" ابوالصہباء نے ابن عباس سے کہا "هات من هناتك الم یكن الطلاق الثلاث علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر واحدة فقال قد کان ذالك فلما کان فی عهد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجازه علیهم" (مسلم شریف صفحہ:۴۷۸ جلد:۱)

لائیے! اپنی عجیب باتوں سے کیا تین طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے عہد میں ایک نہ تھی، وہ بولے بیشک ایسا ہی تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ پے در پے طلاق دینے لگے تو آپ نے اس کو ان پر نافذ کردیا۔

یہ ہے وہ روایت جس سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم اور ابو بکر کے عہد میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔ لہٰذا اب بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

جواب: یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ یہ مسئلہ معمولی نوعیت کا نہیں، حلال وحرام کا مسئلہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس کی شان یہ ہے کہ حق عمر کی زبان پر جاری ہوتا تھا، جو آپ کے دل میں آتا، وہ وحی بن کر نازل ہوتا، جن کی پیروی کا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کی سنت کو بدل دیں؟ اور حلال کو حرام قرار دے دیں؟ اور پھر صرف حضرت عمر ہی کا معاملہ نہیں، حضرت عثمان، حضرت علی، عشرہ مبشرہ، اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عمر کے اتنے اہم فیصلے پر متفق ہو گئے، برائے نام اختلاف نہیں کیا، اور نہ کسی نے یہ کہا کہ اے عمر! تم کو سنت رسول اور سنت ابو بکر بدلنے کا کیا حق ہے؟ حالانکہ اس زمانہ میں خلیفہ کی ذات تنقید سے بالاتر نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ کئی مسائل میں اپنے دوسرے صحابہ کے اقوال کی طرف رجوع کر لیا تھا، کیا یہ سب کچھ اس امر کی واضح دلیل نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنت رسول اللہ اور سنت ابو بکر کے مطابق ہی تھا، کیوں کہ وہ حضرات منشاء رسول کو بہ نسبت ہماری زائد سمجھتے تھے، اور ہماری بہ نسبت عمل پر بھی زائد حریص تھے، اب ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک طرف تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق (جو یقیناً منشاء رسول کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے) اور دوسری طرف غیر مقلدین کے چند مولوی صاحبان کا دعوائے حدیث دانی ہے۔ اب مسلمان خود فیصلہ کر لیں انہیں کس کی بات ماننا ہے؟

آیئے اب ذرا محدثین نے اس روایت کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

امام نووی ابن عباس کی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں "هٰذه الرواية لابی داؤد ضعيفة رواه ايوب السختيانی عن قوم مجهولين عن طاؤس عن ابن عباس فلا يحتج بها"۔

(ترجمہ) ابو داؤد کی یہ روایت ضعیف ہے۔ اسے ایوب سختیانی نے مجہول لوگوں سے، طاؤس سے، ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

اس حدیث میں ابن عباس تین طلاق کا حکم نہیں بیان کر رہے ہیں، بلکہ محض ایک واقعہ

Marfat.com

کا ذکر کر رہے ہیں کہ لوگ پہلے زمانہ میں آج کل کی طرح تین طلاق نہیں دیتے تھے بلکہ ایک ہی دیا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ اس سلسلے میں بہت واضح ہیں۔" انما الثلاث تجعل واحدة"۔ یعنی تین طلاق جو آج کل دی جا رہی ہے (کیوں کہ الف لام عہد کا ہے) ان کی بجائے ایک ہی دی جاتی تھی۔ قرآن کریم میں بہت مقامات پر جعل اس معنی میں مستعمل ہوا ہے جیسے "اجعل الالهة الها واحدة"۔ کیا اس نے کئی معبودوں کو ایک کر دیا ہے؟ اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ مثلاً سو پچاس معبودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبود برحق کا اعتقاد کیا ہے۔ لہٰذا لوگوں کا یہ کہنا کہ جب حضور کے زمانہ میں تین طلاق دی ہی نہیں جاتی تھی تو ایک کس چیز کو کہا جاتا تھا، درست نہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں، اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ابتداء میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے " انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہتا اور اس کی مُراد اس سے نہ تو تاکید کی ہوتی اور نہ استیناف، بلکہ مطلق کہہ دیتا'' تو ایک ہی طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا، کیوں کہ وہ حضرات اس سے عام طور پر استیناف مراد نہیں لیتے تھے بلکہ تاکید کا ارادہ کرتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس لفظ کا استعمال بہت ہو گیا اور لوگ عام طور پر اس سے استیناف کا ارادہ کرنے لگے تو اس کو غالب پر محمول کرتے ہوئے تین طلاقوں کا حکم کیا جانے لگا اور دوسرے جوابات بھی ہیں، جو مبسوط کتب میں درج ہیں۔

چاروں اماموں کا فیصلہ: بعض لوگ سوچتے ہیں کہ کسی دوسرے امام کے مسلک پر ایسے وقت عمل کر لینا چاہیے، مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت ان چار اماموں کی مقلد ہے، ابو حنیفہ، مالک، شافع، احمد بن حنبل، اور ان چاروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے۔

(شرح امام نووی علی مسلم شریف صفحہ: ۴۷۸)

یکدم تین طلاق دینا بُری بات ہے: یک دم تین طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی مگر یہ گناہ کی بات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

Marfat.com

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ أخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قام رجل وقال يارسول الله الا اقتله'

(ترجمہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبری دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک دم دیدیں، آپ سن کر ناراضگی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جاتا ہے؟ یہاں تک کہ ایک صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟

ضروری گذارش: بعض دوستوں کا خیال ہے کہ عورتوں کے مصائب اور ان کی تکالیف دیکھتے ہوئے اس مسئلے میں کچھ لچک اور گنجائش پیدا کرنی چاہیے۔ میں خود شدت سے اس امر کا قائل ہوں کہ فروع میں جہاں تک ممکن ہو اہل حضرات اجتہاد فرمائیں اور مسلمانوں کے لیے راہیں تلاش کریں، لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہوتے ہیں، اگر کوئی مسئلہ نیا ہو تو اس پر کچھ بحث و تمحیص ہو سکتی ہے اور آسان سے آسان راہ تلاش کی جاسکتی ہے لیکن جس مسئلہ کا فیصلہ ہو چکا ہو، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین فیصلہ دے چکے ہوں اور امت مسلمہ کی بڑی اکثریت اس فیصلہ کو تسلیم کر چکی ہو تو اب اس میں مزید کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

رہے وہ مصائب جو طلاق کے بعد طرفین کے لیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ضروری ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت میں پڑنے سے پہلے ہی مطلع کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جب دنیاوی قوانین جو خود انسانوں نے بنائے ہیں، ان کے مطابق سخت سے سخت سزائیں موجود ہیں اور نافذ ہیں، ان پر کچھ اعتراض نہیں ہوتا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قانون سے مجرمین کو تکلیف پہنچتی ہے، اس پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے، اگر یہی رجحان رہا تو اسلام کی بنیادی تعلیمات کا تحفظ بھی ناممکن ہو جائے گا۔

انتباہ: قارئین پر واضح ہو کہ ایک ہی وقت میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاق واقع ہونے کے سلسلے میں علماء دیوبند بھی متفق ہیں۔ ان سے بھی فتویٰ حاصل کر کے شامل اشاعت کر دیا گیا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

سوالات:(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں اگر تین طلاق دے تو کیا حکم ہے آیا طلاق ہوگی یا نہیں؟

(۲) نیز بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں تین طلاق ایک ہی ہوگی۔

برائے کرم مسئلہ کا جواب مدلل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

سائل: سید شاہ تراب الحق قادری، اپریل 1981ء

الجواب باسمہ تعالیٰ:۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت ایک کلمہ میں تین طلاق دے تو تینوں طلاق واقع ہوتی ہیں اور اگر تین طلاق بیک وقت تین کلمات میں دیں تو پھر تینوں واقع ہوں گی اگر بیوی مدخول بہا ہو، اسی پر سلف صالحین کا اجماع ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد نمبر ۹ رمیں اس پر اجماع نقل کیا ہے اور یہی مذہب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جس کو حافظ نے فتح الباری میں نقل فرمایا ہے۔

قرآن کریم سے بھی یہی مفہوم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دو طلاقوں کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" فا تعقیب مع الوصل کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تیسری طلاق اگر دو طلاقوں کے بعد متصل ہو تو تینوں طلاق واقع ہو کر بغیر حلالہ کے کوئی صورت تحلیل کی نہیں ہے۔ قرآن سے یہی مسئلہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور اسی پر امام نووی نے شرح مسلم جلد ۲ ر پر ائمہ اربعہ اور سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے صفحہ: ۴۸۰ ر بخاری شریف کی حدیث ہے "عن عائشة أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"

(بخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، جلد ۲ ر صفحہ ۷۹۱ ر)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی۔ اس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا پہلے خاوند کے لیے حلال ہو سکتی ہے؟ آنحضور نے فرمایا کہ نہیں جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے لطف اندوز نہ ہو، جیسا پہلا خاوند لطف اندوز ہوا تھا۔

اسی قسم کی ایک اور روایت بھی حضرت عائشہ سے موجود ہے۔ سنن کبریٰ میں حضرت عمر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پہلے کے لیے حلال نہیں ہے۔ یہی مذہب عبداللہ بن عباس کا ہے جس کو سنن کبریٰ صفحہ: ۵۴ جلد: ۸ میں نقل کیا ہے۔ مسند امام احمد میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی پھر اسی عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور اس نے اس کو طلاق قبل الدخول دی، تو کیا یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، جب تک شوہر ثانی شوہر اوّل کی طرح مباشرت نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سنن بیہقی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ عائشہ خثمیہ حضرت حسن بن علی کی زوجیت میں تھیں، جب حضرت علی شہید ہوئے تو خثمیہ نے حضرت حسن کو خلافت کی مبارکباد دی، حضرت حسن کو یہ بات ناگوار گذری کہ آپ کو حضرت علی کی شہادت سے خوشی ہوئی۔

فرمانے لگے "اذھبی فانت طالق ثلاثا" حضرت حسن نے اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار درہم بھیج دیئے، عائشہ خثمیہ کو صدمہ ہوا، حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر میں اپنے جد امجد کا یہ قول نہ سنتا تو رجوع کرتا۔ وہ قول یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے حیض کے وقت یا اور کسی طرح تو وہ اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

اور بھی بہت سے روایات ہیں جن کے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

دوسرے مسئلہ میں بعض مدعیان حدیث نے دوسرا مسلک اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ تین طلاق بیک وقت ایک ہوتی ہے جن کا استدلال اس حدیث سے ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کے راوی حضرت طاؤس ہیں، وہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دو سال میں تین طلاق ایک ہوتی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا، حالانکہ ان کو سمجھنے کا وقت حاصل تھا۔ ہم کیوں تینوں کو ان پر نافذ نہ کریں چنانچہ حضرت عمر نے تینوں نافذ کیں۔

Marfat.com

(مسلم شریف)

اس روایت کے بہت سے معقول جوابات دیے گئے ہیں جن میں سب سے آسان جواب یہ ہے کہ یہ غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے جس کو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہا جائے تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے، پھر جب لوگوں نے مدخول بہا کو بھی کہنا شروع کیا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ تینوں نافذ ہوں گی۔ نیز قاضی شوکانی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ طاؤس کی روایت اپنے دوسرے ساتھیوں کے خلاف ہے، کیوں کہ وہ اس کے خلاف نقل کرتے ہیں۔ (نیل الاوطار) یا یہ روایت منسوخ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے یا پہلے زمانے کے لوگ تثلیث تاکید کے لیے کرتے تھے۔ بعد میں تاسیس کرتے ہوئے بھی تاکید ظاہر کی تو حضرت عمر نے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے تاکید کو کالعدم بنایا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ گمان کرنا کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ کیا، نہایت بعید اور حضرت عمر کی شان اتباع سے کوسوں دور ہے۔

فقط والسلام

کتبہ رضاء الحق عفا اللہ عنہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

3 جمادی الثانیہ 1401ھ

الجواب دوم

(تلخیص فتویٰ دار العلوم کراچی)

قرآنی آیات واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق اور اجماع چلا آرہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی، چاہے ایک ہی

Marfat.com

لفظ میں دے۔ (ہر حالت میں تین طلاق واقع ہوں گی) البتہ عورت اگر مدخولہ بہا ہو تو الگ الگ کہنے کی صورت میں صرف پہلی طلاق واقع ہوگی، اور اس سے وہ بائن ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی۔

اس مسئلہ میں چند غیر مقلدین کے علاوہ جن میں حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور ان کے متبعین شامل ہیں۔ جمہور کی کسی نے بھی مخالفت نہیں کی اور مخالفت کیونکر کرتے، جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں تین طلاق کو تین ہی قرار دیا گیا اور آپ کے بعد صحابۂ کرام کا اس پر اجماع رہا ہے۔ جو حضرات ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق ہونے کے قائل ہیں، ان کے پاس ایک بھی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں ہے جو ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک طلاق ہونے پر دلالت کرنے والی ہو، اس کے برخلاف ذخیرۂ احادیث میں عہدِ رسالت کے متعدد واقعات موجود ہیں جن سے ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ہی تین طلاق واقع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جمہورِ امت کے ساتھ منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واللہ اعلم بالصواب
احقر عبدالشکور کشمیری

دارالافتاء دارالعلوم کراچی 13/6/1401ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، دارالافتاء دارالعلوم کراچی

■ ■ ■

Marfat.com

طلاق ثلاثہ کا اسلامی تصور

■ مفتی محمد نظام الدین رضوی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" (سورہ البقرہ ۲۲۹)

طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس کے بعد آیت ۲۳۰ رمیں فرمایا گیا فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ یعنی پھر اگر شوہر نے اسے (تیسری) طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر کے پاس رہے۔

ان آیات میں تینوں طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے:

☆ ایک اور دو طلاق تک شوہر کو رجعت کا اختیار ہے، چاہے تو عورت کو واپس کر لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

☆ تیسری طلاق کے بعد رجعت کا اختیار نہ رہے گا اور عورت بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔

حکم تینوں طلاق کا بیان کر دیا گیا، لیکن کسی بھی طلاق کے ساتھ یہ شرط نہیں ذکر کی گئی کہ وہ الگ مجلس میں ہو، بلکہ ان احکام کو مطلق، بلاشرط وقید رکھا اور قاعدہ یہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ لہذا قرآن حکیم میں ہر طلاق کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ بہر حال جاری ہوگا، خواہ شوہر نے ایک ہی مجلس میں دوسری یا تیسری طلاق دی ہو یا الگ الگ مجلس میں۔ ہاں اگر قرآن پاک میں یہ ہوتا: "فان طلقها فی مجلس اٰخر" (اگر تیسری طلاق

Marfat.com

الگ مجلس میں دے دی) تو مجلس کی شرط قابل اعتناء ہوتی لیکن قرآن حکیم میں ایسا کہیں بھی نہیں اس لیے یہ شرط قرآن پر زیادتی ہے۔

علاوہ ازیں عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ ''فائ'' تعقیب مع الفور کے لیے ہے یعنی جس چیز پر فاء داخل ہوتی ہے وہ چیز فاء کے ماقبل کے بعد فوراً ہوتی ہے، جیسے کسی نے کہا "جاء نی زید فعمرو" آیا زید پھر عمرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو زید کے بعد فوراً آیا اور اگر آنے میں کچھ دیر ہو تو عرب فاء کے جگہ 'ثم' لاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں تیسری طلاق کا ذکر ''ثم'' کے لفظ سے نہیں، بلکہ فاء کے لفظ سے ہے، تو اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ دو طلاق کے بعد اگر اسی مجلس میں فوراً بلا تاخیر تیسری طلاق دے دی تو یہ طلاق بھی نافذ ہو جائے گی کہ ''فوراً'' کا لفظ اسی وقت صادق آئے گا جب کہ مجلس ایک ہو، اصول فقہ کی مشہور کتاب ''منار'' اور ''نور الانوار'' میں ہے:

"والفاء للوصل والتعقيب، اى لكون المعطوف موصولا بالمعطوف عليه متعقبا له بلا مهلة فيتراخى المعطوف عن المعطوف عليه بزمان، و ان قل ذلك الزمان بحيث لا يدرك اذ لو لم يكن الزمان فاصلا اصلا كان مقارنا تستعمل فيه كلمة مع" (صفحه:۱۲۲)

حرف فاء تعقیب مع الوصل کے لیے ہے یعنی یہ بتانے کے لیے ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کے بعد ہے اور ساتھ ہی بلا مہلت اس سے متصل بھی ہے، تو معطوف کا زمانہ معطوف علیہ کے بعد ہوگا، اگر چہ وہ زمانہ اتنا کم ہو کہ اس کا احساس نہ ہو سکے، کیوں کہ اگر زمانہ بالکل ہی فاصل نہ ہو تو مقارن ہوگا اور مقارنت بتانے کے لیے ''مع'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

غیر مقلدوں کے نزدیک بھی حرف فاء کا یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ ان کے امام مجتہد ملا نذیر حسین دہلوی نے اپنی کتاب ''معیار الحق'' کے آخر میں جمع بین الصلاتین کی بحث میں یہ لکھا ہے: ''فاء ترتیب بے مہلت کے لیے ہے۔''

یہ قرآن حکیم کا اعجاز ہے کہ کتاب و سنت کا نام لے کر جو فتنہ قرب قیامت میں اٹھایا

Marfat.com

جانے والا تھا اس کا سد باب اس نے اپنے نظم بیان کے ذریعہ تنزیل کے وقت ہی فرما دیا۔

٭ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ شریف'' میں ایک باب ہے ''باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد'' ایک مجلس میں تین طلاق کا بیان۔

پھر اس کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے: حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ مجھے اپنی طلاق کا واقعہ بتائیں، تو انہوں نے کہا: "طلقنی زوجی ثلاثا، وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم"

(ترجمہ) میرے شوہر نے یمن کے لیے (گھر سے) نکلتے وقت مجھے تین طلاق دے دیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تینوں طلاق نافذ فرما دیں۔
(سنن ابن ماجہ صفحہ: ۱۴۷)

''یمن کو نکلتے وقت تین طلاق دینے'' کے لفظ سے عیاں ہو رہا ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دی تھی، اس کی تائید اسی حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے، جسے حدیث کی مستند کتاب ''دار قطنی'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے "ان حفص بن المغیرہ طلق امرا ته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلث تطلیقات فی کلمة واحدة فابانها منه النبی صلی الله علیه وسلم۔"

(ترجمہ) حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں ایک ہی جملہ میں تین طلاق دے دی، تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ سلم نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ (دار قطنی صفحہ ۴۳۰، جلد: ۲)

حدیث پاک کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں اور ایک ہی جملہ میں دی گئی تین طلاقوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نافذ کر دیا، یہی وجہ ہے کہ محدث ابن ماجہ نے اس حدیث کو ''ایک مجلس میں تین طلاق'' کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔

مشہور صحابیٔ رسول حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ان کے

Marfat.com

...یے انہوں نے قسم بھی کھالی کہ شبہ تہمت کی صورت میں بیانِ نیت کا اعتبار قسم کے ساتھ ہی ...تا ہے اور اس کی مزید توثیق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ قسم لی۔

... صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت رکانہ نے ''طلاق بتہ'' سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ا... کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوتی۔ اگر تین طلاق کے پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو ...ضرت رکانہ، نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم لیتے، ایسی صورت میں لینا اور قسم کھانا دونوں لغو ہوتا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم لی اور حضرت ر...ہ نے قسم کھائی تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو گو کہ وہ لفظ ...ہوں نے ایک مجلس میں اور ایک ہی دفعہ میں کہا تھا، تاہم سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ یہی ...ہوتا: ''ہو علی ما اردت'' طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی، یعنی تین طلاق۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ...ا ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کی کہ ''انہ طلق امراتہ ثلاثا'' اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں تو حضرت ابن عباس خاموش رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ ...سے رجعت کا حکم دیں گے، کچھ دیر بعد فرمایا: تم میں ایک آدمی حماقت کر بیٹھتا ہے، پھر کہتا ...: اے ابن عباس، اے ابن عباس! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: ''ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا'' جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے (گنجائش کی) راہ نکال دیتا ہے۔ اور تم تو اللہ سے ڈرے نہیں، تو میں تمہارے لیے کوئی گنجائش کی راہ نہیں پاتا ''عصیت ربک وبانت منک امراتک'' تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔ (سنن ابی داؤد شریف، صفحہ ۲۹۹، جلد:۱)

حضرت مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطائ، حضرت مالک بن حارث، حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہم نے بھی حضرت ابن عباس کا یہی فتویٰ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں ہے:

روی ہذا الحدیث حمید الاعرج وغیرہ عن مجاہد وعن سعید بن جبیر وعن عطاء ... مالک بن الحارث وعن عمرو بن دینار عن ابن عباس کلہم قالوا فی

Marfat.com

الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك"

اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد، سعید بن جبیر، عطا، مالک ابن حارث اور عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یہ سب حضرات بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے سائل کی تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا اور فرمایا کہ تیری عورت نکاح سے نکل گئی۔ (ابوداؤد شریف صفحہ ۲۹۹ جلد:۱)

اسی نوع کے ایک دوسرے واقعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی فتویٰ صادر کیا۔ چنانچہ حدیث کی مستند کتاب موطا امام مالک میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا "انی طلقت امراتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علی؟" میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے ڈالی ہیں، تو آپ مجھے کیا فرماتے ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت ابن عباس نے فرمایا "طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا رواه في الموطأ" یعنی تیری عورت پر تین طلاق پڑ گئیں اور ستانوے طلاق دے کر تو نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ موطا امام مالک، صفحہ: ۲۸۴)

ان ابن عباس وأبا هريرة وعبدالله بن عمرو بن العاص سئلوا عن البكر يطلقها زوجها ثلاثا؟ فكلهم قالوا: لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره."

حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے سوال کیا گیا کہ دوشیزہ کو اس کا شوہر تین طلاق دے دے تو اس کا حکم کیا ہے؟ تو ان سب حضرات نے فرمایا کہ وہ عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہ رہی، تا وقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔ (طحاوی شریف، صفحہ: ۳۳، جلد: ۲؍ مصنف عبدالرزاق، صفحہ: ۳۳۴ جلد: ۶)

"دوشیزہ" سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ اس کے شوہر نے ابھی جماع نہ کیا ہو نہ خلوت واقع ہوئی ہو اسے فقہاء کی اصطلاح میں "غیر مدخولہ" کہتے ہیں۔ غیر مدخولہ کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اگر اس کا شوہر الگ الگ نشستوں میں اسے تین طلاق دے تو اس پر صرف ایک ہی طلاق پڑے گی، کیوں کہ اس عورت کا رشتۂ نکاح شوہر سے خوب مضبوط نہیں ہوتا، اس لیے ایک ہی طلاق سے وہ نکاح سے نکل جاتی ہے اور بقیہ طلاق لغو

Marfat.com

ہوتی ہیں، بلکہ اگر ایک ہی مجلس میں شوہر اسے طلاق دے لیکن تین بار میں دے تو بھی بالاتفاق ایک ہی طلاق پڑے گی۔ وجہ وہی ہے جو بیان ہوئی، غیر مدخولہ پر تین طلاق پڑنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ:

☆ شوہر اسے ایک ہی مجلس میں طلاق دے۔

☆ ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے، مثلاً یہ کہے کہ میں نے تم کو تین طلاق دیا۔

اس لیے غیر مدخولہ کے بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا درج بالا فتویٰ اس امر کا قطعی و یقینی ثبوت ہے کہ ایک مجلس اور ایک کلمہ میں دی ہوئی تینوں طلاق تین واقع ہوتی ہیں۔

اس حدیث کی دوسری روایت مؤطا امام مالک میں ہے، اس وجہ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو کر ثابت ہو جاتا ہے، اب دوسری روایت بھی ملاحظہ کیجیے:

محمد بن ایاس بن بکیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول سے پہلے اسے تین طلاق دے دی، پھر ان کا خیال اس عورت سے نکاح کا ہوا تو وہ فتویٰ پوچھنے آئے، میں بھی ان کے ساتھ گیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو دونوں حضرات نے فرمایا "لا نری أن تنکحها حتیٰ تنکح زوجا غیره. قال: فانما کان طلاقی ایاها واحدة؟ فقال ابن عباس: انك ارسلت من یدك ما کان لك من فضل."

اس عورت کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں تا آنکہ وہ دوسرے شخص کے پاس رہے، (یعنی حلالہ کرائے) اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اسے صرف ایک دفعہ طلاق دی ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تیرے لیے جو مزید (دو دفعہ طلاق دینے کا) اختیار تھا تو نے اسے بھی اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔ (فتح القدیر صفحہ: ۴۶۹ / ۴۷۰، جلد: ۳)

یعنی ایک ہی دفعہ میں جب تو نے تینوں طلاق دے دی تو تجھے اب مزید طلاق دینے کا اختیار نہ رہا کہ شوہر تین ہی طلاق کا مالک ہوتا ہے۔

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک مجلس اور ایک کلمہ میں

Marfat.com

دی ہوئی تین طلاق تین پڑتی ہیں۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "انی طلقت امراتی تسعا و تسعین فقال له ابن مسعود. ثلاث تبینها و سائرهن عدوان" یعنی میں نے اپنی بیوی کو ننانوے (۹۹) طلاق دی ہیں تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تین طلاقوں سے وہ نکاح سے نکل گئی اور بقیہ طلاق تیری سرکشی ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۳۹۵)

حبیب بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی بن ابو طالب کی خدمت میں آیا اور عرض کی "انی طلقت امرأتی ألفا .فقال له علی :بانت منك بثلاث و اقسم سائرهن علی نسائك"

(ترجمہ) میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار (۱۰۰۰) طلاق دے دی ہے تو حضرت علی نے فرمایا: تین طلاق سے تو تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کردو۔ (مصنف عبدالرزاق ,نقله فی فتح القدیر)

ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا "انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ما قیل لك فقال : قیل لی: "بانت منك" قال صدقوا .هو مثل ما یقولون۔"

(ترجمہ) میں نے اپنی بیوی کو آٹھ (8) طلاق دے دی ہے تو حضرت ابن مسعود نے پوچھا، تمہیں اس کا حکم کیا بتایا گیا؟، سائل نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی، تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا صحابہ نے سچ بتایا، حکم وہی ہے جو وہ بتا رہے ہیں۔

(مؤطا امام مالک)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تصدیق سے ظاہر یہی ہے کہ اس حکم پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

یہ اور اس طرح کے بہت سے آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد امام ابن ہمام کمال الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

Marfat.com

ظاہر ہے، کیوں کہ جس وقت خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تینوں طلاق نافذ فرمائی تھی، کہیں منقول نہیں کہ اس وقت کسی بھی صحابیٔ رسول نے آپ کی مخالفت ہو۔

علاوہ ازیں نقلِ اجماع میں صرف اس نقل کا اعتبار ہے جو مجتہدین سے منقول ہو، اور ایک لاکھ صحابۂ کرام میں فقہا کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں۔ جیسے خلفاء، عبادلہ زید بن ثابت ، معاذ بن جبل، انس، ابو ہریرہ، اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم، باقی صحابہ انہیں کی طرف رجوع کر کے مسائل دریافت کرلیا کرتے تھے اور ہم نے اکثر مجتہدینِ صحابہ سے یہ صریح نقل پیش کردی کہ مجلس واحد کی تین طلاق تین ہی ہوتی ہے اور اس باب میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو حق کے بعد کیا رہا، سوائے گمراہی کے، اسی وجہ سے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی حاکم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ نافذ نہ ہوگا، کیوں کہ اس میں اجتہاد جائز نہیں"۔ (فتح القدیر، صفحہ: ۴۷۰، جلد: ۳)

حجۃ الاسلام امام جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب وسنت وآثارِ صحابہ سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت معصية"۔

حاصل کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاق لازماً ایک ساتھ واقع ہوتی ہیں اگرچہ یہ گناہ ہے۔

(احکام القرآن صفحہ: ۳۸۸، جلد: ۱)

طحاوی شریف میں ہے "لما كان فعل أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جميعا فعلاً يجب به الحجة كان كذلك ايضا. اجماعهم على القول إجماعاً يجب به الحجة"۔

(ترجمہ) جب تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل واجب الحجت ہے تو یوں ہی قول عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ان کا اجماع بھی واجب الحجت ہوگا۔

(صفحہ: ۴۱۹ / ۴۲۰، جلد: ۲)

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے "من أنكر وقوع الثلاث فقد خالف

Marfat.com

الإجماع ولو حکم حاکم بان الثلث تقع واحدۃ لم ینفذ حکمہ لأنہ لا یسوغ فیہ الإجتہاد"

جس نے ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے کا انکار کیا، اس نے اجماع کی مخالفت کی، لہٰذا اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ صادر کردے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیوں کہ اجماعی مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اجماع کی مخالفت جائز نہیں، اس کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ہے "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔" (سورہ نساء: آیت: ۱۱۵)

(ترجمہ) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، اس کی مخالفت جائز نہیں۔

(مدارک شریف)

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

ازالہ شبہ: کتاب وسنت اور اجماع صحابہ کے برخلاف دو روایتوں سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین نہ ہوں گی، بلکہ ان سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، وہ روایتیں یہ ہیں:

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابو رافع کے لڑکوں میں سے بعض نے خبر دیا کہ عکرمہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا "طلّق أبو رکانۃ أمّ رکانۃ...ثم قال: راجع امرأتك أمّ رکانۃ.قال: إنّی طلقتھا ثلاثا یارسول اللہ! قال قد علمت راجعھا"

(ترجمہ) ابو رکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی بیوی ام رکانہ کو لوٹا لو" انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاق دے دی ہے، آپ نے فرمایا "مجھے معلوم ہے، تم اسے (نکاح کرکے) لوٹا لو"

(سنن ابی داؤد صفحہ: ۲۹۸، جلد: ۱)

Marfat.com

حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق ایک مانی جاتی تھی تو حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا ''جس بات میں لوگوں کے لیے ڈھیل تھی اس میں انہوں نے جلد بازی کر دی، ہم اسے ان پر نافذ کر دیں گے پھر آپ نے ان پر اسے نافذ فرما دیا۔ (مسلم شریف صفحہ: ۴۷۷، ۴۷۸، جلد: ۱)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں تین طلاق کو تین قرار دیا گیا۔ اس سے پہلے تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق مانا جاتا تھا لیکن اس استدلال کی حیثیت ایک شبہ ضعیف سے زیادہ نہیں اس کی قدرے تشریح یہ ہے:

(1) حدیث اول ضعیف و منکر ہے، اس کے راوی مجہول لوگ ہیں ''أما الرواية التي رواها المخالفون أنّ ركانة طلّق ثلاثاً فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين''

(ترجمہ) یہ روایت کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھی اور رسول اللہ نے اسے ایک طلاق قرار دیا، ضعیف روایت ہے جس کے راوی مجہول لوگ ہیں۔ (شرح صحیح مسلم صفحہ ۴۷۸، جلد: ۱)

امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ انکشاف فرمایا۔

(2) طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے۔ اس لیے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور گھر کے لوگوں کی روایت یہ ہے کہ رکانہ نے ''طلاقِ بتہ'' دی تھی اور خود رکانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں قسم کھا کر یہ اعتراف کیا تھا کہ ان کی نیت ایک طلاق کی تھی لیکن اس کے برخلاف تین طلاق کی روایت گھر والوں کے علاوہ دوسروں کی ہے تو معاملہ طلاق میں گھر والوں کی روایت کے خلاف دوسروں کی روایت مقبول نہ ہوگی۔ چنانچہ محدث جلیل الشان حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما کی ''طلاقِ بتہ'' والی روایتوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''قال أبو داؤد. وهذا أصحّ من حديث ابن جريج أنّ ركانة طلّق امرأته ثلاثاً لأنهم أهل بيته وهم أعلم به وحديث ابن جريج رواه

Marfat.com

عن بعض بنی أبی رافع" (سنن ابی داؤد شریف، صفحہ: ۳۰۰/۳۰۱ جلد:۱)

(ترجمہ) ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی صحیح ہے، اس لیے کہ "طلاق بتہ" کے راوی رکانہ کے گھر والے ہیں اور گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم زیادہ ہوتا ہے اور ابن جریج کی روایت تو ابورافع کے بعض لڑکوں نے کی ہے۔ (جو رکانہ کے اہل خاندان سے نہیں)۔

محدث ابوداؤد ایک اور مقام پر ابن جریج والی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ابوداؤد نے کہا کہ نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی کی یہ روایت کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رکانہ کو لوٹا دیا تھا صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور اہل وعیال کو اس بات کا خوب علم تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف طلاق بتہ دی ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رکانہ سے قسم لے کر) اسے ایک طلاق قرار دیا۔ (سنن ابی داؤد، صفحہ ۲۹۹، جلد:۱)

امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم شریف میں یہ لکھنے کے بعد کہ تین طلاق والی روایت کے راوی مجہول لوگ ہیں اور وہ روایت ضعیف ہے، صراحت فرماتے ہیں کہ "وإنّما الصحیح منها ما قدّمناه أنّه طلّقها البتة"

صحیح روایت تو صرف وہ روایت ہے جو ہم پہلے نقل کر آئے کہ رکانہ نے "طلاق بتہ" دی تھی۔

(صفحہ: ۴۷۸، جلد:۱)

ایک اور محدث امام ابن حجر شافعی فرماتے ہیں "إنّ أباداؤد رجّح أنّ رکانة إنما طلّق امرأته البتة کما أخرجه هو من طریق اهل بیتِ رکانة وهو تعلیل قویّ لجواز أن یکون بعض رواته حمل "البتة" علی الثلاث، فقال، طلّقها ثلاثا فبهذه النکتة یقف الإستدلال بحدیث ابن عباس۔"

محدث ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو محض "طلاقِ بتہ" دی تھی، کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل وعیال ہیں اور یہ مضبوط دلیل ہے اور ابن جریج والی روایت میں یہ ممکن ہے کہ بعض راویوں نے لفظ "البتة" و تین طلاق

Marfat.com

پر محمول کر کے یہ روایت کر دیا ہو کہ انہوں نے تین طلاق دی تھی تو اس نکتہ کی وجہ سے ابن عباس کی اس روایت سے استدلال ساقط الاعتبار ہوگا۔ (فتح الباری صفحہ: ۳۶۳، جلد: ۹)

مطلب یہ ہے کہ لفظ ''البتۃ'' ایک طلاق کا بھی احتمال رکھتا ہے اور تین طلاق کا بھی جیسے کہ گزرا تو کسی راوی نے اس لفظ کے دوسرے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے ''البتۃ'' کی جگہ ''ثلاثا''، ''تین'' روایت کر دیا، حالانکہ رکانہ نے لفظ ''ثلثا'' سے طلاق نہ دی تھی، بلکہ لفظ ''البتۃ'' سے دی تھی۔

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے مجہول راویوں نے جو حدیث روایت کی ہے کہ رکانہ نے تین طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک قرار دیا، یہ حدیث اس لیے بھی ناقابل عمل اور ساقط الاستدلال ہے کہ حضرت ابن عباس کے فتاوی اس کے برخلاف ہیں جن میں سے چار فتاویٰ ہم نے گذشتہ صفحات میں نقل کیے ہیں۔ صحابۂ کرام میں سے کسی بھی صحابی سے یہ ناممکن ہے کہ وہ رسول اللہ کی حدیث روایت کریں پھر اس کے بعد اس کے خلاف فتویٰ صادر کریں۔ اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی صحابی حدیثِ رسول کی روایت کے بعد اس کے خلاف عمل کرے، یا فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث یا تو بعد میں منسوخ ہوگئی یا کسی کی گڑھی ہوئی ہے، اس لیے قابل عمل نہیں۔ چنانچہ ''نوالانوار'' میں ہے "والمروی عنه اذا عمل بخلافه بعدالرواية مما هو خلاف يقين سقط العمل به لأنها إمّا خالفه للوقوف على نسخه أو موضوعته فقد سقط الاحتجاج به۔"

(نورالانوار صفحہ: ۱۹۵/۱۹۴)

حدیث کا راوی روایت کے بعد جب اس کے خلاف عمل کرے اور یہ عمل حدیث کے خلاف ہونا یقینی ہو تو اس حدیث سے عمل ساقط ہو جائے گا، اس لیے کہ راوی نے اس حدیث کے منسوخ ہونے پر آگاہ ہو کر اس کی مخالفت کی ہے یا وہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال ساقط ہو جائے گا۔ غرض کہ تین طلاق کو ایک قرار دینے والی حدیث تین تین طرح سے ناقابل عمل اور ناقابلِ استدلال ہے:

Marfat.com

(1): اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف و منکر ہے، اس کے راوی مجہول افراد ہیں۔

(2): اس لیے کہ یہ حدیث حضرت رکانہ کے اہل و عیال کی روایت کے خلاف ہے۔

(3): اس لیے کہ راوی حدیث حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

دوسری حدیث جسے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی، یہ بھی دو وجہ سے ناقابل استدلال ہے:

(1) یہ حدیث مطلق ہے، جس کے عموم میں مدخولہ کو تین طلاق دے یا غیر مدخولہ کو، ایک ساتھ ایک کلمہ میں تین طلاق دے یا کئی دفعہ میں اور کئی کلموں میں، ایک مجلس میں تین طلاق دے یا الگ الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی، حالانکہ یہ بلاشبہ قطعاً یقیناً اجماع امت کے خلاف ہے اور امت کا اجماع گمرہی پر نہیں ہوسکتا، اس لیے یہ حدیث اپنے عموم و اطلاق کے لحاظ سے ناقابل حجت ہے۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ اس حدیث کے بھی خلاف ہیں، لہٰذا اس حیثیت سے بھی یہ حدیث اپنے عموم کے ساتھ قابل حجت نہ رہی۔

ان دونوں وجوہ کے پیش نظر اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوئی ہے، کیوں کہ اس حدیث کے عموم میں جیسے ایک مجلس داخل ہے، ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں، ساتھ ہی تین طہر بھی تو شامل ہیں، تو پھر یہ بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ تین مجلس میں اور تین طہر میں اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاق بھی ایک ہی طلاق ہوگی، حالانکہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث مؤول ہے، اسی لیے علمائے امت نے اس کی کئی تاویلیں فرمائیں ان میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے۔ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ ایک ایک طلاق دیتا، اس لیے بعد کی دو طلاق لغو ہو جاتی اور اعتبار صرف پہلی والی طلاق کا ہوتا، لیکن بعد میں

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے۔ اس لیے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری تھا، یہی پوری امت مسلمہ کا موقف بھی ہے۔ اس تاویل کی تائید ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابوالصہباء نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال پوچھتے رہتے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانے میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں، شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو عہد رسالت وعہد صدیقی میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا پھر جب حضرت عمر نے یہ مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تینوں طلاق ان پر نافذ کر دو۔

(صفحہ:۲۹۹، جلد:۱)

مسلم شریف کی حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کے الفاظ ''قد استعجلوا فی أمرٍ کانت لھم أناۃ'' کا بھی مفاد یہی ہے کہ الگ الگ تین طلاق میں ڈھیل تھی، لیکن انہوں نے جلد بازی کر کے ایک ساتھ تینوں طلاق دینا شروع کر دیا۔

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس سے تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے اپنی غیر مدخولہ کو تین بار تین طلاق دی ہو اور اس باب میں ہمارا مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلافت فاروقی میں لوگوں کی عادت تبدیل ہو چکی تھی اور وہ تین بار میں طلاق دینے کے بجائے ایک ساتھ ہی دفعۃً تین طلاق دینے لگے تھے، اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے صحابۂ کرام کی موجودگی میں تین طلاق قرار دیا، کیوں کہ اب صورت مسئلہ بدل چکی تھی اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ چونکہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ شریعت

Marfat.com

اسلامیہ کے عین مطابق تھا، اس لیے صحابہ کرام نے بلا انکار نکیر اسے تسلیم فرمایا جو ان کے اجماع کی دلیل ہے۔

الحاصل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے خواہ ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دے تو بھی تینوں طلاق پڑ جائیں گی، ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں، کئی مرتبہ میں، یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاق دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دو طلاق لغو ہوں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی مذہب صحابۂ کرام کا ہے اور یہی احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی حاکم مسلم یا غیر مسلم فیصلہ دے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا بلکہ کالعدم و باطل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

طلاق ثلاثہ اور مختلف افکار ونظریات

■ مولانا غلام رسول سعیدی ■ تلخیص وتخریج: صابر رضا رہبر مصباحی

بیک وقت تین طلاقوں کا حکم: امام ابوحنیفہ اور امام مالکؒ کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینا بدعت اور گناہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینا ہر چند کہ مستحب کے خلاف ہے تاہم گناہ نہیں ہے اور اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول امام شافعی کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی، امام احمد کے دونوں قولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ حضرت حسن بن علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور شعبی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ کیوں کہ حضرت عویمر عجلانی نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تو کہا، یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میرا اسے تہمت لگانا جھوٹ ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس کو تین طلاق دے دی۔ (بخاری ومسلم)

اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول نہیں ہے، نیز بخاری اور مسلم میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق البتہ (مغلظہ) دے دی اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے خاوند نے پیغام کے ذریعہ ان کو تین طلاقیں بھیجیں، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب طلاق متفرق طور پر دینا جائز ہے تو ایک ساتھ تین طلاق دینا بھی جائز ہے۔

Marfat.com

امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا بدعت اور حرام ہے۔
حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، اور حضرت ابن عمر کا یہی نظریہ ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جو شخص سنت کے مطابق طلاق دے گا وہ نادم نہیں ہوگا اور ایک روایت میں فرمایا، ایک عورت کو طلاق دے کر تین حیض تک چھوڑے رکھو، اس مدت میں جب چاہو، رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہوں تو وہ اس کو خوب پیٹتے تھے۔ مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا۔ ''میرے چچا نے اپنی بیوی کو (بیک وقت) تین طلاق دے دی ہیں۔'' آپ نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا۔ (یعنی اب وہ رجوع نہیں کر سکتا) (المغنی جلد: ۷ صفحہ: ۲۸۱، ۲۸۰، بیروت 1405ھ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں" بیک وقت تین طلاق دے کر عورت کو بذر کر کو دینا نصوص صریحہ کی بناء پر معصیت ہے۔ علماء امت کے درمیان اس مسئلہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس امر میں ہے کہ ایسی تین طلاق ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق مغلظہ کے حکم میں، لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں"

حالانکہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ نہیں، مباح کہتے ہیں اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ (حقوق زوجین، صفحہ ۱۵۰)

سید ابوالاعلیٰ نے مذاہب فقہاء کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا ہے۔

جمہور علماء اہلسنت و جماعت کا موقف: جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ یحیٰ ابن شرف نووی شافعی (متوفی 676ھ) لکھتے ہیں: امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (شرح مسلم جلد 1 صفحہ 478، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی،)

علامہ ابومحمد عبداللہ ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) لکھتے ہیں: جس شخص نے بیک

Marfat.com

وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی، خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس کا یہی نظریہ ہے (رضی اللہ عنہم) اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (المغنی جلد: ۷ صفحہ: ۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ (بدایۃ المجتہد جلد: ۲ صفحہ: ۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی (متوفی ۱۰۸۸) لکھتے ہیں: بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃً اعتبار ہوگا۔ (در مختار علی ھامش رد المختار جلد: ۲ صفحہ: ۶۳۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف: شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاق دی، مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاق، یا تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، یا کہا تم کو تین طلاق، یا دس طلاق، یا سو طلاق، یا ہزار طلاق، اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں اور ایک چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے یہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے۔ یہ قول صحابہ میں سے حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف سے منقول ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس کے دو قول ہیں۔ تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس، خلاص بن عمرو، محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔ داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ چوتھا قول بعض

Marfat.com

معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی۔ سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب وسنت سے دلائل موجود ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ جلد: ۳۳ صفحہ: ۷۰۹، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل سعود)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں:

پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ قول ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہیں کیوں کہ یہ بدعتِ محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے'' اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔

تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے، یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے کہا یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے۔ مدخول بہا کو تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(زاد المعاد جلد: ۴ صفحہ: ۵۴، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۶۹ھ)

علماء شیعہ کا موقف: جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (الشرائع الاسلام جلد: ۲ صفحہ: ۵۷)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (متوفی 1328ھ) روایت

Marfat.com

کرتے ہیں: عن زرارة عن احدهما علیهما السلام قال: سالته عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس واحد (او اکثر) وهی طاهر قال: هی واحدة۔" (الفروع من الکافی جلد: ٦ صفحہ: ۷۰،۷۱ ایران ٦٢ ١٣ھ)

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاق دی درآں حالانکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی۔ انہوں نے کہا یہ ایک طلاق ہوگی۔

دوسری روایت ہے: عن عمر وبن البراء قال: قلت لابی عبدالله علیه السلام ان اصحابنا یقولون: ان الرجل اذا طلق امرأة مرة اومائة مرة فانما هی واحدة وقد کان یبلغنا عنك وعن اٰبائك علیهم السلام انهم کانوا یقولون اذا طلق مرة اومائة مرة فانما هی واحدة فقال کما بلغکم (ایضاً)

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاق دے تو وہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

جمہور علماء کے قرآن مجید سے دلائل: اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد بھی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان طلاقوں سے رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (سورۃ بقرہ: ۲۳۰)

پس اگر اس نے اس کو ایک اور طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے، تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔

اس آیت سے پہلے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد ''فَاِنْ طَلَّقَهَا'' الآیۃ فرمایا، اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تاکید بلا مہلت کے لیے آتا ہے تو اب قواعد عربیہ کی روشنی میں معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاق دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ اس آیت میں اگر حرف ''ثم'' یا اس قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو علی التعین یہ کہا جاتا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی، لیکن قرآن مجید میں ثم کی بجائے فاء کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاق دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید نے ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' فرمایا ہے یعنی دو مرتبہ طلاق دی جائے اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد فورا تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، تو یہ تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ غیر مقلدوں کے مشہور مستند اور ان کے بہت بڑے عالم شیخ ابو محمد علی بن سعید بن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں "فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولا يجوز ان يخص بهذه الاٰية بعض ذالك دون بعض بغير نص" (المحلی جلد:۱۰ صفحہ:۱۷۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)

یہ آیت بیک وقت دی گئی تین طلاقوں اور الگ الگ دی گئی طلاقوں پر صادق آتی ہے اور اس آیت کو بغیر کسی نص کے طلاق کی بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی جمہور فقہاء اسلام کا استدلال ہے:

اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔ (سورہ احزاب: ۴۹)

Marfat.com

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جس کو تم گنو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے اور طلاق دینے کو اس سے عام رکھا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاق دی جائے یا الگ الگ طلاق دی جائیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مطلق اور عام رکھا ہو اس کو اخبار، آحاد اور احادیث صحیحہ سے بھی مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا، چہ جائیکہ ماوشما کی غیر معصوم آراء اور غیر مستند اقوال سے اس کو مقید کیا جا سکے۔

قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات: پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے: دوسری آیت اور سنت نبوی نے ان کے اطلاق کو مقید کر دیا ہے، اور ان کے احکام اور شرائط کو بیان کر دیا ہے، نیز ان آیات میں ایک ساتھ طلاق دینے کی بھی تو کہیں تصریح نہیں۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں، صفحہ 224، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، 1979)

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بیک وقت اجتماعی طور پر دی گئی تین طلاق ایک ہو گی جس کو اس آیت کے عموم کی تخصیص پر قرینہ بنایا جا سکے، نہ کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے اور بدعت اور گناہ ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے اور سنت طریقہ الگ الگ طہروں میں تین طلاق دینا ہے، لیکن اس میں گفتگو نہیں ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف سنت طریقہ سے بیک وقت تین طلاق دے دی تو وہ نافذ ہوں گی یا نہیں۔ البتہ بکثرت احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاق نافذ ہو جائیں گی۔ جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔ غیر مقلدوں کے امام ثانی شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں: ثم طلقتموھن الآیۃ عموم لاباحۃ الثلاث والاثنین والواحدۃ'

(المحلی جلد: ۱۰ صفحہ ۱۷۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

اس آیت میں عموم ہے اور تین، دو اور ایک طلاق دینے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء اسلام نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے: وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ

Marfat.com

بِالْمَعْرُوْفِ" (سورہ بقرہ: ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو رواج کے مطابق متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینا چاہیے۔

شیخ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فلا یخص تعالی مطلقة واحدة من مطلقة اثنین ومن مطلقة ثلاثا"

((المحلی جلد: ۱۰ صفحہ: ۱۷۰ مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیر یہ مصر، ۱۳۵۲ھ))

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو عام رکھا ہے خواہ وہ ایک طلاق سے مطلقہ ہو یا دو سے یا تین سے اور ان میں سے کسی کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا۔

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینے کی ہدایت کی ہے خواہ وہ عورتیں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا دو طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا ایک سے اور کسی ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی تخصیص نہیں فرمائی، یہی چیز شیخ بن حزم نے بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے عموم اور اطلاق کی اور بھی آیات ہیں، لیکن ہم بغرض اختصار انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

جمہور فقہائے اسلام کا احادیث سے دلائل:۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) روایت کرتے ہیں "حدث سهل بن سعد اخی بنی ساعدة ان رجلا من الانصار جاء الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال یا رسول الله ارایت رجلاً وجد مع امراته رجلا ایقتله او کیف یفعل فانزل الله فی شانه ما ذکر فی القرآن من امر التلاعن فقال النبی صلی الله علیه وسلم فقد قضی الله فیك وفی امراتك قال فتلا عنا فی المسجد وانا شاهد فلما فرغا قال کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلثا قبل ان یا مره رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغا من التلاعن ففارقها عند النبی صلی الله علیه وسلم فقال ذاك تفریق بین کل من المتلاعنین قال ابن شهاب فکانت السنة بعدهما ان یفرق بین کل المتلاعنین" (صحیح البخاری جلد: ۲ صفحہ: ۸۰۰)

(ترجمہ) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک

Marfat.com

شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا، اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو خود جھوٹا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ نے فرمایا دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں، اس کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی کی شرح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں "وذلک لانہ ظن ان اللعان لا یحرمھا علیہ فاراد تحریمھا بالطلاق فقال ھی طالق ثلثا"

(فتح الباری جلد: ۹ صفحہ: ۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

اس نے تین طلاق اس لیے دی تھی کہ اس کا گمان یہ تھا کہ اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی تو اس نے کہا "اس کو تین طلاق ہے۔"

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو تین طلاق دی۔ اگر ایک مجلس میں تین طلاق رجعی واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہوگی۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے "قال سھل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما فرغا من تلا

Marfat.com

عنها قال عویمر کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلثا قبل ان یامره رسول الله صلی الله علیه وسلم"

(صحیح البخاری جلد: ۲ صفحہ ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا درآں حالانکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا حضرت عویمر نے کہا یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔ پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم جلد: ا صفحہ: ۴۸۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی جلد 2 صفحہ 181، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ علامہ یحیٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محمد بن ابی صفرہ مالکی نے کہا ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر نفس لعان سے تفریق ہوتی تو حضرت عویمر اس کو تین طلاق نہ دیتے، اور شوافع نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا مباح ہے۔ (شرح صحیح مسلم شریف جلد: ا صفحہ: ۴۸۹)

بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بات بہر حال واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور متفق علیہ تھی کہ تین طلاق سے تفریق اور تحریم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں ہے۔ ورنہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاق نہ دیتے۔

اس واقعہ میں سنن ابوداؤد کی درج ذیل حدیث نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے "عن سهل بن سعد فی هٰذ الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم"

(جلد: ا صفحہ: ۳۰۶، مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ)

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

اس حدیث میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کے لیے اس مسئلہ میں تردد کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔

آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے استدلال: امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں "عن سالم عن ابن عمر قال: من طلق امرأته ثلثا طلقت وعصی ربه"

(جلد: ۶ صفحہ: ۳۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ)

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (صحیح مسلم جلد: ۱ صفحہ: ۴۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

"قال مجاهد عن ابن عباس قال: قال له رجل یا ابا عباس! طلقت امرأتی ثلاثا فقال ابن عباس. یا ابا عباس! یطلق احدکم فیستحمق، ثم یقول. یا ابا عباس! عصیت ربك وفارقت امرأتك" (ایضاً)

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی ہے۔ حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا یا ابا عباس، پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص حماقت سے طلاق دیتا ہے۔ پھر کہتا ہے اے ابوعباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) روایت کرتے ہیں: "عن واقع بن سحبان

Marfat.com

قال سئل عمران بن حصین عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس قال: اثم بربه وحرمت علیه امرأته"

(المصنف جلد: ۵ صفحہ: ۱۱، مطبوعہ ارادرۃ القرآن کراچی،)

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ عن انس قال: کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امراته ثلاثا فی مجلس اوجعه ضربا وفرق بینهما" (ایضا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوں تو آپ اس کو مارتے تھے اور ان کے درمیان تفریق کردیتے تھے۔

"عن الزهری فی رجل طلق امرأته ثلاثا جمیعا قال ان من فعل فقد عصی ربه وبانت منه امراته" (ایضا)

(ترجمہ) زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دی اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔

"عن الشعبی فی رجل اراد ان تبین منه امرأته قال یطلقها ثلاثا" (ایضا)

یعنی شعبی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہے تو انہوں نے کہا اس کو تین طلاق دے دے۔

"عن علقمة عن عبدالله انه سئل عن رجل طلق امراته مائة تطلیقة قال حرمها ثلاث وسبعة وتسعون عدوان"

یعنی علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی۔ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے اس کی بیوی حرام

Marfat.com

ہوگئی اور باقی ستانوے (۹۷) طلاق حد سے تجاوز ہیں۔

"عن حبیب قال: جاء رجل الی علی فقال، انی طلقت امراتی الفا قال: بانت منک بثلاث واقسم سائرھا بین نسائک" (ایضاً)

(ترجمہ) حبیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ایک شخص کہنے لگا، میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہوگئی، باقی طلاق اپنی بیویوں میں تقسیم کردو۔

"عن معاویة بن ابی یحی قال جاء رجل الی عثمان فقال، انی طلقت امراتی مائة فقال ثلاث تحرمها علیک وسبعة وتسعون عدوان"

(ایضاً)

(ترجمہ) معاویہ بن ابی یحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے۔ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور باقی ستانوے (۹۷) طلاق حد سے تجاوز ہے۔

"عن المغیرة بن شعبة انه سئل عن رجل طلق امرأته مائة فقال ثلاث تحرمنها علیه وسبعة وتسعون فضل" (ایضاً)

(ترجمہ) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا تین طلاقوں نے اس پر اس کی بیوی کو حرام کردیا اور ستانوے (۹۷) طلاق زائد ہے۔

"عن الشعبی عن شریح قال رجل انی طلقتها مائة. قال، بانت منک بثلاث وسائرھن اسراف ومعصیة" (ایضاً)

شعبی کہتے ہیں کہ شریح سے کسی نے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے۔ انہوں نے کہا تمہاری بیوی تین طلاق سے علیحدہ ہوگئی اور باقی طلاق اسراف اور معصیت ہیں۔

جاء رجل الی الحسن فقال انی طلقت امرأتی الفا قال: بانت منک

Marfat.com

العجوز" (ایضاً)

حسن بصری سے ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

"عن جابر قال: سمعت ام سلمة سئلت عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فقالت لا تحل له حتى يطأ زوجها" (ایضاً)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، آپ نے فرمایا اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے مقاربت نہ کرلے۔

"عن ابی هريرة وابن عباس وعائشة في الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها قالوا لا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه" (ایضاً)

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ تینوں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

"عن ابراهيم قال اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره" (ایضاً)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

مذکور الصدر تینوں روایات میں غیر مدخولہ پر جن تین طلاق کے واقع کرنے کا حکم کیا گیا ہے، اس سے مراد بیک وقت دی گئی لفظ واحد سے تین طلاقیں ہیں کیوں کہ اگر الفاظ متعددہ سے تین طلاق دی جائے تو پہلی سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بقیہ طلاقوں کا محل نہیں رہتی اور وہ طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ حسب ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے "عن ابن عباس اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لا تحل له حتى

Marfat.com

تنکح زوجا غیرہ ولو قالھا تتری بانت بالاولی۔ (ایضاً)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کوئی شخص دخول سے پہلے تین طلاق دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اور اگر اس نے متفرق الفاظ سے یہ طلاقیں دیں تو عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔

ہم نے مذکور الصدر روایات میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام سلمہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر فقہاء اور امہات المؤمنین کے فتاوے اور تصریحات پیش کی ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہے اور فقہاء تابعین میں سے ابن شہاب زہری، شعبی، شریح، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے فتاوے پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد جمہور فقہاء اسلام کا موقف انہی نفوس قدسیہ کی اتباع پر مبنی ہے۔

■ ■ ■

Marfat.com

حدیث رکانہ کا تحقیقی جائزہ

■ مولانا کوثر امام قادری

اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاق تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یا دور خلافت صدیقی و فاروقی میں بھی تین ہی شمار ہوتی رہی ہیں۔ لہٰذا یہ امت مسلمہ کا اجماعی مسئلہ بن گیا اور اس پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور علماء متقدمین ومتاخرین نے اپنے اپنے زمانے میں فتاوے صادر کیے، جنہیں فقہ اربعہ کی کتابوں میں بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز اس کی صراحت بھی متعدد کتابوں میں مل سکتی ہے۔

امام نووی نے فرمایا: "وقد اختلف العلماء فی من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی و مالك و ابو حنيفه و احمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث." (1)

علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور علمائے سلف وخلف نے فرمایا کہ وہ تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

امام ہمام حنفی نے فرمایا: "ذهب جمهور من الصحابة والتابعين و من بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلاث" (2)

جمہور صحابہ وتابعین اور اس کے بعد کے ائمہ مسلمین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: "مذهب جماهير العلماء من التابعين و من

Marfat.com

بعدهم من الاوزاعي و النخعي والثوري وابوحنيفة و اصحابه و مالك واصحابه والشافعي و اصحابه واحمد و اصحابه واسحاق و ابو ثور و ابو عبيد واخرون كثير على ان من طلق امرأته ثلثا وقعن ولكنه يأثم۔)(3

جمہور علماء، تابعین، تبع تابعین مثلاً امام اوزاعی، امام نخعی، امام ابوسفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اوران کے تلامذہ، امام مالک اوران کے تلامذہ، امام شافعی اوران کے تلامذہ، امام احمد اوران کے تلامذہ، امام اسحق، ابوثور، ابوعبید اور دوسرے کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو تین طلاق دے گا تو وہ تین واقع ہوجائیں گی، ہاں وہ گنہگار ہوگا۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: "جمهور فقهاء الامصار على ان الطلاق بلفظ الثلاث حكمه حكم الطلقة الثالثة۔" (4)

تمام بلاد اسلامیہ کے جمہور فقہاء اس پر ہیں کہ ایک لفظ سے تین طلاق دینے کا وہی حکم ہے جو تیسری طلاق کا حکم ہے۔

مذکورہ عبارات سے یہ تاریخی شہادت حاصل ہوئی کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاق تین ہی شمار ہوتی رہی ہیں، عہد رسالت سے ساتویں وآٹھویں صدی ہجری تک جمہور علماء کا یہی موقف رہا اور اس کے بعد کے علماء فقہاء نے بھی اسی پر فتویٰ جاری فرمایا۔ عقیدہ کے اعتبار سے علماء دیوبند خواہ جو کچھ بھی ہوں لیکن وہ بھی اس مسئلہ میں اہلسنت وجماعت کے مشائخ کے قول پر ہی فتویٰ دیتے رہے ہیں۔

ہندوستان کے مشاہیر علماء وفقہاء مثلاً مفکر اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی گھوسوی، ملک العلماء مولانا ظفرالدین قادری، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری، تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسوی ودیگر فضلائے اسلام کا بھی یہی نظریہ ہے اور اسی کے یہ پابند بھی ہیں۔

خود سعودی حکومت کے سرکاری مفتیان نے بھی بحث وتحقیق، تفتیش وتنقید کے بعد اسی موقف کی تائید کی ہے۔ علمائے سعودیہ عربیہ نے اپنے فقہی سیمینار میں کچھ اسی طرح طے

Marfat.com

کیا: "بعد الاطلاع علی البحث المقدم من الامانة العامة لهیئة کبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء فی موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد. و بعد دراسة المسئلة و تداول الرای واستقراض الاقوال التی قلت فیها و مناقشة ما علی کل قول من ایراد توصل المجلس باکثریته الی اختیار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا". (5)

ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہونے کے موضوع پر مجلس علماء کبار کے سکریٹریٹ کی گذشتہ تحقیق اور مجلس قائمہ برائے تحقیقات وافتاء کے فٹ نوٹ سے مطلع ہونے کے بعد اور مسئلہ کی تحقیق، تبادلہ خیال اور اس بارے میں کہی گئی باتوں کے جائزے اور ہر بات پر وارد ہونے والے اعتراضات پر مباحثے کے بعد مجلس اکثریت رائے کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہونے کا قول مختار ہے اور مجلس کا یہی فیصلہ ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس اجماعی مسئلہ کے خلاف ابن تیمیہ نے راہ اپنائی اور آج ان کے ماننے والوں کی ایک چھوٹی سی ٹولی اسی راہ پر گامزن ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین سیدھے سادھے مسلمانوں کو ضعیف روایتیں سنا کر یہ باور کرانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں کہ تمام مسلمان حدیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں اور پوری دنیا میں صرف اور صرف ہم ہی ہیں جو سنت صحیحہ پر کاربند ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ ان روایتوں کا معیار کیا ہے جن سے اس اہم مسئلہ میں ابن تیمیہ کے پیروکار استدلال کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال طلق رکانه بن عبد یزید اخو بنی مطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیه حزناً شدیداً. قال. فساله رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف طلقها قال طلقتها ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال انما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها". (6)

Marfat.com

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالی، پھر آپ کو سخت غم لاحق ہوا، دربار رسول ﷺ میں حاضر ہوئے، سرکار نے فرمایا کس طرح طلاق دیے؟ عرض گذار ہوئے: میں نے اسے تین طلاقیں دی، فرمایا: ایک ہی مجلس میں؟ عرض کیا: ہاں، فرمایا: وہ ایک ہی طلاق ہے، چاہو تو رجوع کر سکتے ہو، تو انہوں نے رجوع کر لیا"۔ اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: "ھذا حدیث لا یصح ابن اسحاق مجروح و داؤد اشد منہ ضعفاً" یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

امام ابن حبان نے کہا: "فیجب مجانبۃ روایتہ" (7)
یعنی اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

امام نسائی نے فرمایا "محمد بن اسحاق لیس بالقوی" (8)
یعنی ابن اسحاق قوی نہیں۔

داؤد بن حصین کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں: "قال الساجی منکر الحدیث یتھم برای الخوارج"
یعنی وہ فرقۂ خارجیہ کا داعی ہے۔

ابن المدینی نے کہا: "ما روی عن عکرمۃ فمنکر" ان کی عکرمہ سے مرویات سب کے سب منکر ہیں۔

امام ابن حاتم نے کہا "لو لا ان مالکاً روی عنہ لترک حدیثہ" اگر امام مالک نے ان سے روایت نہ لی ہوتی تو ان سے روایت لینا ترک کر دیا جاتا۔

ابن عیینہ کہتے ہیں: "کنا نتقی حدیث داؤد" ہم ان کی حدیثوں سے پرہیز کرتے تھے۔

ابو زرعہ کہتے ہیں: "لین الحدیث" (9) یعنی حدیث میں کمزور ہیں۔

مذکورہ حدیث تو مسند امام احمد میں بھی ہے جس کی سند کی حقیقت آپ کے سامنے ہے لیکن

Marfat.com

یہی حدیث امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں لی ہے جس کی سند میں بعض بنورافع ہے چونکہ راوی کا نام نہیں ہے۔ اس لیے اس کی حدیث، حدیث مجہول کے درجہ میں ائمہ نے شمار کیا ہے۔

جماعت غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: "ما نعلم له شيئا احتجوا به غير هذا و هذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بنى ابى رافع ولا حجة فى مجهول" (10)

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابو رافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا۔

ہاں! بعض محدثین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ راوی مجہول نہیں، معلوم ہے اور وہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے۔ اس لیے اس صورت میں یہ حدیث مجہول نہیں ہو سکتی تو اب ہم اس راوی کے بارے میں بھی معلوم کر لیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں: "قال البخاری منکر الحدیث" امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے۔

"قال ابن معین لیس بشئی" ابن معین نے کہا یہ کوئی چیز نہیں۔

"قال ابو حاتم ضعیف الحدیث منکر الحدیث جدا ذاهب."

یعنی ابو حاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔

"قال ابن عدی هو فی عدا شیعة الکوفة ویروی من الفضائل اشیاء لا یتابع علیها." (11)

(ترجمہ) ابن عدی نے کہا یہ کوفہ کے شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے۔

برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے۔ یہی وہ نقائص ہیں جن کی بناء پر حدیث رکانہ (یعنی مذکورہ حدیث) کو اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں: "اما الروایة التی رواها المخالفون ان

Marfat.com

رکانۃ طلق ثلاثا فجعلها واحدۃ فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجھولین۔"(12)

رہی وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو حضور نے ایک ہی نافذ فرمائی، یہ روایت ضعیف ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا:"و حدیث رکانۃ ضعیف عند ائمۃ الحدیث ضعفہ احمد والبخاری وابو عبید وابن حزم بان رواتہ لیسوا موصوفین بالعدل والضبط۔"(13)

حدیث رکانہ ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔اس کو ضعیف کہنے والوں میں امام احمد، امام بخاری، ابوعبید، اورابن حزم ہیں کیونکہ اس کے راوی عدل وضبط والے نہیں تھے۔

غیر مقلدین اپنے مسلک کی تائید میں جو حدیث پیش کرتے ہیں، اس کی سند کی حقیقت سامنے آگئی۔ اب اس کے متن پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ متن میں بھی کچھ الٹ پھیر ہے۔اس لیے کہ یہی محترم رکانہ کی حدیث جودوسری صحیح سند کے ساتھ آئی ہے۔اس میں طلق ثلاثا کی جگہ البتہ کا لفظ آیا ہے، یعنی انہوں نے طلاق نہیں دیا تھا بلکہ طلاق بتہ دی تھی۔

طلاقِ بتہ والی حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے۔امام ترمذی نے اس کو ذیل کی سندوں کے ساتھ استخراج فرمایا ہے۔سند ومتن ملاحظہ کیجیے:"حدثنا ھناد، ناقبیصۃ، عن جریر بن حازم، عن الزبیر بن سعد، عن عبد اللہ بن یزید بن رکانۃ،عن ابیہ، عن جدہ،قال: آتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انی طلقت امرأتی البتۃ، فقال: ما اردت بھا؟ قلت: واحدۃ،قال: واللہ؟ قلت: واللہ فھو ما اردت۔"(14)

اس سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ فن کہتے ہیں:

(1) ہناد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھاہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا تم ہناد کو لازم رکھو۔امام ابوحاتم نے کہا وہ بہت سچے ہیں۔قتیبہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ وکیع ہناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

(2) قبیصہ کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "سئل ابو زرعة عن قبیصة و ابي نعيم فقال كان قبيصة افضل الرجلين۔" حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اورابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔

"قال ابن ابي حاتم سألت ابى عن قبيصة فقال قبيصة اعلى عندى وهو صدوق" ابن حاتم کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، قبیصہ بہت سچے ہیں۔

"قال اسحاق بن سيار ،ما رايت احفظ منه من الشيوخ" یعنی اسحاق بن سیار نے کہا۔ میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا۔

قال النسائی لیس بہ بأس' امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔

"ذکرہ ابن حبان فی "الثقات"

امام ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔(16)

(3) جریر بن حازم کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "قال موسیٰ ما رایت حماداً یعظم احدا تعظیمہ جریر بن حازم۔"

موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے "قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقة" عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔

"قال الدوری سألت یحیٰ عن جریر بن حازم و ابی الاشهب فقال جریر احسن حدیثا منه و اسند" دوری کہتے ہیں میں نے یحیٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے، تو فرمایا کہ جریر کی روایت احسن واسند ہے۔

"قال ابو حاتم صدوق صالح" ابوحاتم نے کہا یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔(17)

(4) زبیر بن سعید کے بارے میں حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں: "قال الدوری عن ابن معین ثقة ،قال الدار قطنی یعتبر بہ ،و ذکرہ ابن حبان فی ثقات"(18)

Marfat.com

دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔ دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں۔ امام ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا۔

(5) عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ۔ یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں، امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے (19)

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ طلاق بتہ والی حدیث کے جملہ راوی صحیح وثقہ ہیں۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔ مولانا حبیب الرحمن اعظمی اس عنوان پر نفیس بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: "اثبت ما روی فی قصة رکانة انه طلقها البتة لا ثلاثا" (20)

سب سے زیادہ صحیح بات روایت رکانہ کے قصے میں یہ ہے کہ انہوں نے لفظ بتہ سے طلاق دی نہ کہ ثلاثا سے۔

اور حافظ ابن حجر نے مسند احمد کی یہی روایت ذکر کرکے بلوغ المرام میں لکھا ہے: "وقد روی ابو داؤد من وجه آخر احسن منه ان رکانة طلق امرأته سهيمة البتة" (22)

امام ابوداؤد نے ایک دوسرے طریقے سے جو مسند احمد کے طریقہ سے بہتر ہے، روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو لفظ بتہ سے طلاق دی۔ یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور طنافسی نے بتہ والی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (23)

اب آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ جمہور علماء اسلام کا موقف صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ جبکہ غیروں کے موقف کی بنیاد ضعیف حدیث پر ہے اور چونکہ یہ مسئلہ باب حلال وحرام سے متعلق ہے، اس لئے اس باب میں صحیح حدیث کی موجودگی میں ضعیف ومخالف حدیث سے استدلال جائز نہیں۔

■ ■ ■

Marfat.com

حوالے جات

1۔ شرح مسلم، جلداول ص 478

2۔ فتح القدیر جلد:3/صفحہ 25

3۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد20/صفحہ 33

4۔ بدایۃ المجتہد جلد:۲/صفحہ 57

5۔ ابحاث ہیئۃ کبار العلماء جلداول ص:408

6۔ مسند امام احمد جلداول ص:408

7۔ العلل المتناہیۃ، بیروت جلددوم ص:640

8۔ الضعفاء والمتروکین ص:230

9۔ تہذیب التہذیب جلددوم ص:349

10۔ المحلی جلددہم ص:168

11۔ تہذیب التہذیب جلد:5/ص:724

12۔ شرح مسلم نووی جلداول 478

13۔ توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام جلد:5/ص:20

14۔ ترمذی جلد:اول ص:140

15۔ تہذیب التہذیب ج:11 ص:71

16۔ تہذیب التہذیب ج:5/ص:323,24

17۔ تہذیب التہذیب جلد1/ص:18545۔ تہذیب التہذیب جلد2/ت جلد:7/ص:15

22,21,20 الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ ص:40

14۔ ترمذی جلد:اول ص:140

15۔ تہذیب التہذیب ج:11 ص:71

16۔ تہذیب التہذیب ج:5/ص:323,24

17۔ تہذیب التہذیب جلد1/ص:18545۔ تہذیب التہذیب جلد2/ص:468

19۔ کتاب الثقات جلد:7/ص:15

23,22,21,20 الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ ص:40

■ ■ ■

Marfat.com

حدیث رکانہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

■ مولانا غلام رسول سعیدی ■ تلخیص وتخریج: صابر رضا رہبر مصباحی

شیخ ابن تیمیہ نے حدیث رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت مسند احمد کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق قرار دیا اور انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کی اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد کی مذکورہ روایت پر ترجیح دی ہے، لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل وانصاف سے سخت بعید ہے۔ کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ مسند احمد میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، اس میں ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں۔ برخلاف جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے کیوں کہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے لیکن انہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے:

"هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به." (سنن ابوداؤد جلد 1 صفحہ 301، مطبوعہ مجتبائی لاہور)

یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیوں کہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت

Marfat.com

سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔“

امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے، اس کے برخلاف امام احمد نے مسند احمد میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیے بغیر لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابوعبید اور ابو محمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ (مجموع الفتاوی جلد 33، صفحہ 15 بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان کی توثیق بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا، شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے سنن ابوداؤد کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ انہوں نے البتہ والی روایت کی توثیق کی ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے مسند احمد والی روایت کو مضطرب اور معلّل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر (متوفی 854ء) نے لکھا ہے۔ (التلخیص الحبر جلد 3 صفحہ 213، مطبوعہ مصر)

اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو تمہید میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی (متوفی 597ھ) مسند احمد والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور مسند

Marfat.com

احمد راں روایت میں راویوں کی غلطی ہے"۔ (العلل المتناهية فی الاحادیث الواهية جلد 2، صفحہ 151 مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

علامہ ابوبکر رازی جصاص (متوفی 370ھ) نے مسند احمد کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (احکام القرآن جلد 1 صفحہ 388، سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ کمال الدین ابن ہمام (متوفی 861ھ) نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی۔ (فتح القدیر جلد 3 صفحہ 331، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

حدیث رکانہ اور صحاح ستہ: شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔"

شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل وانصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے۔ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے اور امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں:۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد، از قبیصہ، از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا تم ھناد کو لازم رکھو، ابو حاتم نے کہا وہ بہت سچے ہیں۔ قتیبہ نے کہا میں نے دیکھا کہ وکیع ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے

(تہذیب التہذیب جلد 11 صفحہ 71، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند،)

اس سند کے دوسرے راوی قبیصہ ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا

Marfat.com

تو انہوں نے کہا وہ بہت سچے ہیں۔ اسحٰق بن سیار نے کہا میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ایضاً جلد 8 صفحہ 349, 348)

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں جریر بن حازم، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے۔ عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے؟ انہوں نے کہا جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔ (ایضاً جلد 2 صفحہ 70)

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ایضاً جلد 3 صفحہ 315)

اس حدیث کے پانچویں راوی عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ ہیں یہ خود حضرت رکانہ کے اہلِ بیت سے ہیں۔ امام محمد ابن حبان تمیمی (متوفی 354ھ) نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات جلد 7 صفحہ 15، مطبوعہ دارالفکر بیروت، 1401ھ)

اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 325، ہند)

حدیث رکانہ اور ابوداؤد کی روایت کا ضعف: پیر کرم شاہ صاحب نے سنن ابوداؤد کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کرلو!

(سنن ابوداؤد جلد 1 صفحہ 298-299، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، 1405ھ)

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بنی ابی رافع موجود ہیں، جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی

Marfat.com

سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (شیخ ابن تیمیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

"قال ابو محمد اما نعلم لهم شيئا احتجوا به غير هذا وهذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بنى ابى رافع ولا حجة فى مجهول"

(المحلی جلد 10 صفحہ 168، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ، 1352ھ)

(ترجمہ) ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیوں کہ ابو رافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا، اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مستدرک کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر حدیث ہے۔ ابن معین نے کہا یہ لیس بشئی ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا یہ کوفے کے شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے۔ ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے۔

(تہذیب التہذیب ج:9 صفحہ 321، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، 1326ھ)

یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے، جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے۔ خصوصاً جب کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو، اور ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

Marfat.com

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں۔ ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے۔ دوسری مسند احمد کی روایت جو مضطرب منکر، معلّل اور ضعیف روایت ہے۔ تیسری سنن ابوداؤد کی یہ روایت جو مجہول، منکر اور متروک کی روایت ہے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ شاذ روایت، ضعیف روایت اور متروک کسی بھی صحیح حدیث و روایت پر فوقیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا صحیح روایت کے ہوتے ہوئے ضعیف و شاذ اور متروک ناقابل عمل ہے۔

■ ■ ■

Marfat.com

باب سوم

تعقبات

Marfat.com

خیارِ طلاق پر سوالیہ نشان

■ مولانا یسین اختر مصباحی

کچھ طاقت اور فسادی عناصر بڑی باریک بینی و منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی کے ذریعہ اسلام و مسلمین کو ہر شعبۂ زندگی میں اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ زبان و قلم سے نہیں مگر عمل سے اس کا واضح اعلان بار بار ہو چکا ہے کہ اسرائیل کی موساد، امریکہ کی C.I.A اور بھارت کی R.S.S کے باہمی رشتے کافی مضبوط ہیں اور عالم اسلام کا محاصرہ کرنے میں ایک دوسرے کے تجربات کا ان کے درمیان اچھا خاصا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ اسلام کو ان سب نے اپنا مشترکہ دشمن بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مدت سے بڑی تیزی اور سرگرمی کے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کی چبائی ہوئی ہڈیاں ہندوستان کے اندر سپلائی کی جا رہی ہیں اور ان کے قدیم و جدید سوالات و اعتراضات اور سازشوں و حملوں کے نمونے اور ٹیسٹ شہر شہر اور گاؤں گاؤں بکھیرنے کی لیے سنگھ پریوار (آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، بھاجپا وغیرہ) کا نیٹ ورک خصوصی طور پر اپنے انداز سے اپنا کام کر رہا ہے۔

کچھ دہریے، کچھ کمیونسٹ، کچھ نام نہاد دانش ور اور کچھ خلل دماغ افراد کی مسلسل روش عام طور پر اسلام مخالف ہوا کرتی ہے، لیکن سنگھ پریوار اس وقت ان سب پر سبقت لے جا چکا ہے اور اس کی درجنوں شاخیں ہندوتو کے نام پر مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ اور کمر بستہ رہتی ہیں۔

سماج، سیاست، صحافت، تعلیم، ملازمت، تجارت غرض کہ ہر شعبۂ زندگی میں مسلم دشمن عناصر کا یکساں سلوک و کردار ہے۔ ان کی نظر ہمیشہ اس پہلو پر رہتی ہے کہ اسلام کو کس طرح نشانۂ طعن و تشنیع بنایا جائے اور مسلمانوں کو کس طرح پریشان اور ہراساں کیا جائے۔

Marfat.com

اردو اور عربی زبان میں صدیوں پہلے نکاح وطلاق پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، لیکن بعض لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ بار بار ایک ہی طرح کی بات دہرائے جاتے ہیں کہ طلاق کا حق شوہر ہی کو کیوں حاصل ہے؟ بیوی کو کیوں نہیں؟ تین طلاق کو ایک کیوں نہیں مانا جاتا ہے؟ حلالہ کی سزا سابقہ بیوی کیوں جھیلتی ہے؟ شوہر جب چاہتا ہے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دے دیتا ہے؟ اور اس طرح کی باتیں شریعت کیوں مان لیتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

جس نکاح سے عورت اپنے شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہا جاتا ہے۔ کبھی طلاق سے بیوی نکاح سے فوراً باہر ہو جاتی ہے۔ اس صورت کو طلاقِ بائن کہا جاتا ہے۔ کبھی عدت گذرنے کے بعد باہر ہوتی ہے۔ اس صورت کو طلاق رجعی کہا جاتا ہے۔

طلاق رجعی میں اپنے کسی قول یا عمل سے عدت کے اندر رجوع کر لینا کافی ہوتا ہے اور طلاق بائن میں نکاح جدید کی ضرورت پڑتی ہے اور بیک وقت یا الگ الگ تین طلاقیں دے دی ہیں اور طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے تو پھر وہ مطلقہ اپنے سابق شوہر کے حق میں ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔ ہاں! اگر اس نے بعد عدت کسی دوسرے مرد سے کبھی نکاح کر لیا اور اس کے پاس رہ چکی ہو اور کسی وجہ سے اس نے طلاق دے دی ہو تو بعد انقضاءِ عدت جس طرح وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اسی طرح اپنے سابق شوہر سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔

شراب یا بھنگ وغیرہ کے نشہ میں کسی نے طلاق دی، مذاق، دل لگی میں طلاق دی، غصہ میں طلاق دی، زبان سے یا تحریر کے ذریعہ طلاق دی تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ نیند یا غصہ کی حالت میں زوال عقل ہو جائے تو اس کیفیت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

اگر شوہر کسی وقت لاپتہ ہو جائے اور اس کے بارے میں یقین سے کچھ نہ معلوم ہو سکے کہ زندہ ہے یا مردہ تو بیوی اپنا مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کر سکتی ہے۔ مقدمہ پیش کیے جانے کے بعد قاضی اس مفقود الخبر شوہر کی تلاش و انتظار کا حکم دے گا۔ حضرت امام مالک

Marfat.com

کے مسلک کے مطابق اس تلاش وانتظار کی مدت چار سال تک ہے۔ اگر اس مدت میں شوہر کا کچھ پتہ نہ چل سکے تو قاضی فسخ نکاح کر سکتا ہے۔ قاضی کے پاس اپنا معاملہ ومقدمہ پیش کیے بغیر یوں ہی اس بیوی نے دس بیس سال بھی گذار دیا تب بھی وہ اپنا نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔

تین طلاق کے سلسلے میں پہلے چند حدیثیں ملاحظہ فرمالیں۔ پھر آگے کچھ باتوں پر غور وخوض کیا جائے۔

ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ سہل بن سعد ساعدی نے انہیں بتایا کہ عویمر عجلانی ایک بار عاصم بن عدی انصاری کے پاس آئے اور ان سے کہا: اگر کوئی شخص کسی اجنبی کو اپنی زوجہ کے پاس پائے تو بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہوگا؟ آپ برائے کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو دریافت کریں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے اور حضرت عویمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کے بارے میں بتایا تو عویمر نے کہا کہ بخدا میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو دریافت کروں گا۔ پھر حضرت عویمر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے اور تمہاری زوجہ کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے۔ (یعنی حکم لعان) جاؤ اپنی زوجہ کو بلا لاؤ۔

سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا۔ پھر عویمر نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر اب بھی میں اسے اپنی زوجیت میں رکھوں گا تو گویا میں جھوٹا رہوں گا۔

پھر حضرت عویمر نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم دینے سے قبل ہی تین طلاقیں یک بارگی دے دیں۔ (بخاری ومسلم)

Marfat.com

نافع رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عورت کو اس حیض کی حالت میں ایک طلاق دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رجعت کر لو۔ پھر جب طہر آئے پھر حیض تو پھر اتنی مدت چھوڑے رکھو کہ طہر آجائے۔ پھر اگر اس کے بعد چاہو تو اس طہر میں طلاق دے سکتے ہو جس میں وطی نہ کی ہے۔

جب کوئی شخص عبداللہ بن عمر سے اس بارے میں سوال کرتا تو آپ فرماتے۔ اگر کسی نے ایک یا دو مرتبہ طلاق دی ہے تو رجعت کر سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے۔ ہاں اگر تین طلاقیں دی ہیں تو عورت حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ زوج ثانی سے نکاح و وطی کے بغیر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس صورت میں وہ شخص خدا کا نافرمان بندہ ٹھہرے گا۔ (مسلم)

محمود بن لبید نے بیان کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اللہ کی کتاب سے مذاق کرتا ہے جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کر دوں؟

(سبل السلام للصنعانی)

رکانہ نے اپنی زوجہ کو طلاق البتہ دی پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے دریافت کرنے پر کہا کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف لیا۔ (ابو داؤد و ابن ماجہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریافت کرنے کے بعد کہ ایک ہی مراد لی ہے۔ فرمایا: وہی واقع ہوگی جو مراد لی ہے۔ (ترمذی)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے جد امجد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے جد نے خدا کا خوف نہیں کیا اس لیے تین تو واقع ہوں گی، باقی نو سو ستانوے (997)

Marfat.com

کو ظلم وعدوان شمار کیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالی چاہے تو اسے عذاب دے گا۔ چاہے تو مغفرت فرمائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق)

ایک دوسری روایت میں ہے۔ تمہارے باپ نے خدا کا خوف نہیں کیا۔ لہذا اس کی بیوی تین میں بائنہ ہو جائے گی اور باقی کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ (نیل الاوطار)

عہد فاروقی میں ہی صحابۂ کرام کا اجماع ہو گیا تھا کہ حکم و مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے کہ جو شخص جتنی طلاقیں دے گا اتنی ہی واقع و نافذ ہوں گی اور اہلسنت کے ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد بن ادریس شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی اسی پر اجماع ہے کہ ایک طلاق ایک، دو طلاق دو، اور تین طلاق تین ہی شمار ہوں گی۔

بعد کے ادوار میں ابن تیمیہ نے اس مسلک سے اختلاف کرتے ہوئے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک شمار کیا۔ جب کہ نجد کے متبعین شیخ محمد بن عبدالوہاب نے بہت پہلے ریاض (نجد) کے ایک فقہی سمینار میں کافی بحث و مباحثہ کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ تین طلاقیں تین ہی سمجھی جائیں گی۔ البتہ ہندوستان کے غیر مقلدین بڑے شد و مد کے ساتھ تین طلاق کو ایک طلاق ماننے پر مصر ہیں اور انہیں کی آڑ لے کر ہندوستان کا نیشنل میڈیا جمہور امت مسلمہ کے مسلک پر طرح طرح کی لب کشائی اور انگشت نمائی کرتا رہتا ہے۔

کتاب وسنت میں صراحت سے بتلایا گیا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر ہی کو حاصل ہے۔ اس کی وجہ اور اس کا سبب بیان کرتے ہوئے علماء اسلام کہتے ہیں کہ عورت جذباتی اور جلد باز ہوتی ہے، جسے طلاق کا مکمل اختیار دیا جاتا تو معمولی باتوں پر آئے دن طلاق کی گرم بازاری سے خاندان کے تانے بانے بکھرتے اور ٹوٹتے رہتے۔

ہاں! علماء کرام نے ایک صورت ضرور بتائی ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا تجھے اختیار ہے یا کہا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اور اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہے تو بیوی اس مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ چاہے وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو، اور مجلس بدلنے کے بعد کچھ نہیں کرسکتی اور شوہر نے بیوی کو طلاق کا اختیار دیتے ہوئے یہ

Marfat.com

بھی کہا کہ تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اس کو تفویض طلاق کہا جاتا ہے اور ہر صورت میں شوہر کا اپنا اختیار طلاق باقی اور برقرار رہتا ہے۔ (درمختار وبہار شریعت وغیرہ)

اسی طرح خلع کی صورت ہے کہ عورت کچھ مال وغیرہ کے بدلے میں شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے مسائل بھی مشہور اور فقہی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

شریعت اسلامیہ نے حلالہ کا حکم نہ دیا ہے اور نہ اس کی ترغیب دی ہے۔ بلکہ حدیث رسول میں وارد ہے کہ ''لعن اللہ المحللین و المحللات۔''

شوقیہ حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کرانے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے، جو اسے ایک پیشہ اور کاروبار بنالیں ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔

شریعت صرف یہ کہتی ہے کہ مطلقہ عورت بعد انقضائے عدت جس طرح کسی بھی ایسے مرد سے نکاح کر سکتی ہے جس سے اس کا نکاح جائز ہے، اسی طرح وہ اپنے سابق شوہر سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ براہِ راست دوسروں کی طرح اپنے سابق شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔ ہاں کسی مرد سے اس کا نکاح ہو چکا ہے اور وہ اس کے پاس رہ بھی چکی ہے اور پھر کسی وجہ سے اس سے طلاق پا جاتی ہے یا طلاق حاصل کر لیتی ہے یا اس شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے تو بعد انقضائے عدت اپنے سابق شوہر سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ شریعت نے سابقہ شوہر و بیوی کے باہمی نکاح ثانی پر کوئی جبر نہیں کیا ہے۔ یہ تو ان کے اپنے حالات اور اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ دوبارہ نکاح کریں یا نہ کریں۔

طلاق کو حدیث میں ''ابغض المباحات الی اللہ الطلاق'' کہا گیا ہے کہ اللہ کے یہاں طلاق جائز چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے اور بلا کسی ضروری سبب کے طلاق دینا سخت ممنوع اور اللہ کی ناراضگی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اختیار طلاق کا ناجائز استعمال اور بیک وقت کئی طلاقیں دینا ممنوع و گناہ ہونے کے باوجود نافذ اس لیے ہوتا ہے کہ طلاق ایک تلوار جیسی چیز ہے۔ وہ تلوار ہر حال میں اپنا اثر دکھائے گی۔ چاہے اس سے کسی بے گناہ کو مارا جائے۔ چاہے کسی مجرم و غدار پر اس سے

Marfat.com

وار کیا جائے۔

رہ گئی بات اس کے غلط استعمال کے سزا کی تو یقینا سزا ملے گی لیکن اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال کی سزا دنیا میں اور کچھ اعمال کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ہر سزا دنیا میں ہی مل جائے یہ کوئی ضروری نہیں۔

تین طلاق کو ایک طلاق ماننے پر اصرار سے بھی بات کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھتی ہے۔ طلاق تو واقع ہو ہی جاتی ہے۔ دو یا تین نہیں تو ایک ہی سہی، اور پھر عدت گذر جائے تو میاں بیوی کا رشتہ ٹوٹ ہی جاتا ہے۔

اسی طرح عمومی رواج اگرچہ یہی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ بیوی کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا رواج نہیں ہے، لیکن اگر کسی بیوی نے یہ اختیار اپنے شوہر کی رضامندی سے پالیا اور پھر اس نے اس اختیار کا ناجائز استعمال کیا تو پھر بات پلٹ کر وہیں آجاتی ہے جہاں آج ہے اور جس کے خلاف اس وقت شب و روز ہنگامہ کیا جارہا ہے۔

اصل نشانہ تین طلاق نہیں بلکہ مرد کا اختیارِ طلاق ہے جس کا کبھی کبھی دبی زبان سے اظہار بھی کر دیا جاتا ہے۔ چوں کہ اختیارِ طلاق کے مسئلہ میں کسی مسلم حلقہ وفرقہ کی طرف سے کوئی تائید و حمایت نہیں مل پاتی ہے۔ اس لیے اسے چھیڑنے سے پرہیز کیا جاتا ہے اور تین طلاق کے مسئلہ میں کچھ مسلم دانشوروں اور غیر مقلدین کی طرف سے تائید و حمایت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس لیے اسے سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو اہل بصیرت خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

نکاح وطلاق کے احکام و مسائل فقہی کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں جن کا لوگ عموماً مطالعہ نہیں کرتے۔ البتہ تبصرہ کرنے سے نہیں چوکتے کہ نکاح وطلاق کے احکام و مسائل کو مدون مرتب کر دینا چاہیے۔ انہیں کون سمجھائے کہ صدیوں پہلے ان کی ترتیب و تدوین کا کام ہو چکا ہے تو اب انہیں کیا مرتب و مدون کیا جائے؟

شریعت اسلامیہ نے جس صراحت و وضاحت سے احکام و مسائل نکاح وطلاق بتلائے ہیں ان کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب و دھرم میں نہیں ملتا۔ اس کا اعتراف دنیا کے ہر خطہ

Marfat.com

کے وہ انصاف پسند اصحاب علم کرتے ہیں جنہوں نے فقہی کتابوں کا کچھ بھی مطالعہ کرلیا ہے۔

علمائے کرام کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ وہ مسلمانوں کو شریعت کے مسائل سے آگاہ کرتے رہیں۔ ساتھ ہی دیگر خواص وعوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مسائل شریعت کو مذہبی کتابوں میں پڑھتے اوران پر عمل کرتے رہیں۔ زندگی کے بیشمار کاموں کو دیکھنے سننے کے لیے ان کے پاس وقت ہے اور مذہبی کتابیں پڑھنے یا علمائے کرام سے پوچھنے کا وقت نہیں۔ یہ کوئی معقول بات نہیں اور نہ ہی اسے کوئی عذر مانا جاسکتا ہے۔

مسلم دانشوروں کو چاہیے کہ اپنی عقل وفکر کو اپنے قابو میں رکھیں اور اسلام دشمن عناصر کے پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں۔ ان کو ذہنی وفکری سکون دائرۂ شریعت میں رہ کر ہی حاصل ہوگا۔ آوارہ فکری وآزادخیالی، ان کے کسی درد کا کوئی علاج اور کوئی مداوانہ اس وقت ہے اور نہ آئندہ ہوسکتی ہے۔

ذہن وفکر میں وسوسے وخطرات کا پیدا ہونا قابل فہم بات سمجھی جاسکتی ہے مگران کا اطمینان بخش جواب اور حل پیش کیے جانے کے بعد بھی اپنی بات پر بضد رہنا، یہ منفی طرزفکراور کج فہمی بلکہ بدنیتی کی علامت ہے اور جس کے اندر بھی ایسی علامت پائی جائے ،اسے اپنے آپ پر، اپنے خیال پر، اپنے شعور پراور اپنے پورے رویہ پرنظر ثانی کرنی چاہیے اوراپنے علاج واصلاح کی بھی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔

(2) "عن ثوبان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایما امراۃ سألت زوجھا طلاقا من غیر باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ.

(سنن ترمذی صفحہ 310 حدیث 1187 بیروت)

(ترجمہ) جوعورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

■■■

Marfat.com

عورتوں کو طلاق کا اختیار کیوں نہیں؟

■ مولانا ممتاز عالم مصباحی

یہ سوال ہے ان یورپین دانشوروں کا جو مذہب اسلام کے دیگر بہت سارے قوانین کی طرح ''طلاق'' کو بھی تنقید و ملامت کا نشانہ بناتے ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں کہ مذہب اسلام نے جب مساوات کا درس دیا ہے تو پھر عورتوں کو طلاق کا اختیار کیوں نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے مسئلہ طلاق کے متعلق صحیح اسلامی نقطۂ نظر کو واضح کیا جا رہا ہے تا کہ عام قارئین اس مسئلہ کو بخوبی سمجھ سکیں۔

طلاق کی تعریف: لغت میں طلاق پابندی ختم کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں مخصوص الفاظ میں سے کسی لفظ کا استعمال کر کے نکاح کو فوراً یا کچھ وقفہ کے بعد ختم کر دینا طلاق ہے، چاہے ان الفاظ کو شوہر خود استعمال کرے یا اس کا وکیل یا قاضی جسے شرع نے بعض خاص حالات میں شوہر کا نائب قرار دے کر اس کی رضا مندی کے بغیر طلاق دے دینے کا اختیار دیا ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، صفحہ ۵۶۹، ۵۷۱)

طلاق اور اسلامی نقطۂ نظر: دو اجنبی مرد و عورت کے درمیان ''نکاح'' کے ذریعہ جو رشتہ قائم ہوتا ہے وہ دائمی اور پوری زندگی کے لئے ہوتا ہے اور نکاح سے متعلق احکام میں اس کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔ وقتی اور عارضی رشتوں کا کہیں کوئی رواج بھی تھا تو مذہب اسلام نے اسے یکسر منسوخ کر دیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ اس لئے کوئی ضروری نہیں کہ میاں بیوی کی طبیعتیں یکساں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وقت حالات پچھ اس طرح نازک ہو جاتے ہیں کہ صحیح وقت پر دونوں کے مابین اگر علیحدگی نہ کی جائے تو حالات سدھرنے کی بجائے اور بگڑ جائیں گے۔ ایسے ہی مواقع کے لئے شریعت اسلامیہ نے ''طلاق

Marfat.com

"کو مشروع کیا ہے۔ البتہ اس کے بے جا استعمال پر سخت وعیدیں بھی آئیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "طلاق" کو تمام جائز چیزوں میں سخت برا (ابغض المباحات) سمجھا جاتا ہے۔

طلاق کے متعلق مذہب اسلام نے ایک ترتیب بھی مقرر کی ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے والا گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہوگا۔ اس ترتیب کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔

(1) طلاق سنت (2) طلاق بدعت۔

طلاق سنت: جو طلاق طہر یعنی ایسے زمانے میں دی جائے جس میں شوہر نے اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو تو وہ طلاق سنت ہے۔

طلاق بدعت: جو حالت حیض میں دی جائے اس کو طلاق بدعت کہا جاتا ہے۔

طلاق سنت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (1) احسن، (2) حسن۔

اگر ایک طہر میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ عدت گزر گئی تو اسے احسن کہا جاتا ہے۔ اگر ہر طہر میں ایک طلاق دی گئی تو یہ طلاق حسن کہلاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شریعت نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ احسن طریقہ یہی ہے کہ ایک طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے۔ یک بارگی تین طلاقیں نہ دی جائیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں میاں بیوی کو غور و فکر کرنے کے لئے کافی وقت ہوتا ہے کہ بعد میں اگر حالات بدل جائیں اور دونوں متفقہ طور پر اس نتیجہ پر پہنچیں کہ علاحدہ رہنا مناسب نہیں تو تین طلاق پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیں اور رشتہ ہموار کر لیں اور اگر مدت گزر چکی ہے تو تین طلاق سے پہلے دونوں باہمی رضا مندی کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کو طلاق بدعت اور ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ فلاں شخص نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہو گئے اور یہ فرمایا "اللہ کے حکم کے ساتھ کھلواڑ کیا جا رہا ہے حالانکہ میں زندہ ہوں"۔

طلاق کے لئے دو طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں (1) الفاظ صریح (2) الفاظ کنایہ۔

Marfat.com

الفاظ صریح: جو صرف طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہوں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی ہو تو وہ متروک ہو چکا ہو۔ الفاظ صریح کے ذریعہ جو طلاق دی جائے اس کا حکم یہ ہے کہ نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

الفاظ کنایہ: ان الفاظ کو کہتے ہیں جو اصلاً طلاق کے لئے نہ ہوں بلکہ وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتے ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے حق میں الفاظ کنایہ استعمال کرے تو طلاق اس وقت واقع ہوگی جب کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو، یا ایسا کوئی قرینہ ہو جس سے طلاق دینا معلوم ہوتا ہو۔ جن الفاظ کنایہ کا غالب استعمال طلاق کے لئے ہو ان سے بغیر نیت اور قرینہ کے بھی طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ جیسے ''تو مجھ پر حرام ہے۔'' الفاظ کنایہ کا استعمال کرتے ہوئے اگر ایک یا دو طلاق کی نیت کی گئی ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی گئی ہو تو طلاق مغلظہ واقع ہوگی۔ (کتب فقہ)

طلاق کے واقع ہونے کے لئے شریعت اسلامی نے کچھ شرائط بھی مقرر کی ہے جن میں اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والا عاقل و بالغ اور طلاق دیتے وقت ہوش و حواس میں ہو اور بے دار ہو کہ مجنوں، بچے، بیہوش اور سورہے شخص کے طلاق کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں، یونہی حالت جبر کا طلاق بھی غیر معتبر ہے۔ جبر سے مراد یہ ہے کہ جان دینے یا کسی عضو کو کاٹ دینے یا بے کار کر دینے اور قید کر دینے وغیرہ کی دھمکی دی گئی ہو۔ نیز دھمکی دینے والا اس پر قدرت بھی رکھتا ہو۔ دوست واحباب کا اصرار اور معمولی مار پیٹ اور دھمکی شرعاً جبر نہیں۔

مذکورہ بالا سوال کا جواب: اہل یورپ کے متذکرہ سوال کا جواب تو کافی تفصیلی بحث کا طالب ہے جو اس مختصر تحریر میں مناسب نہیں۔ تاہم اجمالی طور پر یہ جواب کافی ہونا چاہئے کہ بعض عورت مرد کے مقابلہ میں زود رنج، ذکی الحس اور معمولی بات پر بھی بغیر کچھ سوچے سمجھے فیصلہ کر لیتی ہے، جب کہ مرد نسبتاً معاملہ شناس، صاحب الرائے، اور کافی غور وخوض کے بعد کسی قسم کا اقدام کرتا ہے۔ اس لئے مذہب اسلام نے عورتوں کو طلاق کا اختیار نہیں دیا کہ طلاق کا اختیار دینے کی صورت میں یہ خطرہ تھا کہ اگر عورتوں کو یہ اختیار دیا جائے تو آئے دن

Marfat.com

میاں بیوی علیحدہ ہوتے رہیں گے۔

عورتوں کی زود رنجی: عورتوں کی زود رنجی اور ذرا سی بات بھی خلاف طبیعت آ جانے کے بعد سارے احسانات کو بھول جانے کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو احسنت احداهن الدهر ثم رأت منك شيئا قالت ما رأيت منك خيرا قط"

(ترجمہ) تم عمر بھر عورت کے ساتھ احسانات سے بھرپور اور بہتر سے بہتر برتاؤ کرتے ہو، اس کے باوجود بھی اتفاقاً اگر اس نے کسی وقت معمولی سی بات بھی اپنی مرضی کے خلاف تم سے سرزد ہوتے ہوئے دیکھ لی تو بس فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے آج تک تیرے یہاں بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری شریف جلد دوم)

مغربی محققین کی تائیدات: قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ ان شرعی حقائق کی تائید عصر حاضر کے ریسرچ اسکالرز اور مغربی محققین کے بیانات سے بھی ہوتی ہیں جیسا کہ دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) میں ہے: "علم التشریح کی رو سے یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ مرد؛ عورت کے مقابلہ ہر لحاظ سے خاصہ قوی ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر دوفارینی کہتے ہیں کہ "عورت جسمانی طور پر 1/3 کے مقدار مرد سے کمزور ہوتی ہے اور اس کی حرکات میں بھی چستی اور توازن کی کمی ہوتی ہے۔ اس کا قلب بھی جو کہ زندگی کا مرکز ومحور ہے، 60 گرام کے مقدار مرد سے چھوٹا ہوتا ہے اور ہلکا ہوتا ہے اور اس کے سانس کا نظام بھی مرد سے کمزور ہوتا ہے اور حرارت بھی مرد سے کم ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرد کی ایک گھنٹہ میں 11 گرام حرارت غزیری کم ہوتی ہے اور عورت کی 6 ر گرام سے کچھ زائد۔"

ڈاکٹر دوفارینی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: "یہ جسمانی فرق ہر خطہ کے مرد وعوت کے درمیان ہوتا ہے۔ امریکہ کے وحشی لوگوں اور پیرس کے ترقی یافتہ اور متمدن لوگوں کے درمیان یکساں طور پر موجود ہے۔"

مزید تحریر کرتے ہیں کہ علم النفس نے یہ بات ثابت کر دیا ہے کہ عورت کا دماغ مرد

Marfat.com

کے دماغ سے اوسطاً ایک سوگرام کی مقدار کم ہوتا ہے اور دفاعی وجسمانی تناسب بھی کم ہوتا ہے۔ یعنی مرد کے دماغ اور جسم میں 1/4 کی نسبت ہوتی ہے اور عوت کے دماغ و جسم میں 1/44 کی۔ اس لئے مرد زیادہ ذکی اور ذہین ہوتا ہے۔ ایک اور نفسیاتی فرق بھی قدرتی قوتوں کے فرق کی بناء پر ان دونوں کے مابین یہ ہے کہ عورت جلد متاثر ہو جاتی ہے اور زود رنج ہوتی ہے اور دونوں کا یہ فرق تمدن کی ترقی سے برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ (دائرۃ المعارف از فرید وجدی، جلد: ہشتم)

اب ذرا طلاق کے اس پہلو پر بھی غور کرتے چلیں کہ اگر طلاق کا اختیار عورتوں کو بھی دیا جائے تو اس کے کیا نتائج سامنے آئیں گے۔ اس سلسلے میں برطانیہ کے دس سالہ معاشرتی رجحانات (1961 تا 1971) کی ایک رپورٹ کو بیان کر دینا کافی ہوگا جس کے مطابق برطانیہ میں 1961 میں طلاق کی تعداد 10,000 تھی جو کہ 1971ء میں 550,000 تک پہنچ گئی۔

کبھی کبھار ایسی ایسی مضحکہ خیز باتوں پر بھی مغربی خواتین کی جانب سے طلاق کا مطالبہ کر دیا جاتا ہے کہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے ایک مرتبہ اخبارات میں ایسے ہی ایک واقعہ کا چرچا ہوا کہ ایک عورت نے محض اس وجہ سے اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لئے عدالت میں درخواست پیش کی کہ اس کے پاس ایک پیارا سا کتا تھا جس کو اس کا شوہر پسند نہیں کرتا تھا۔ (معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں)

اب ذرا غور کریں کہ عورتوں کو طلاق کے سلسلے میں معمولی سا اختیار دینے کی وجہ سے اہل یورپ کو اتنی سزا بھگتنی پڑ رہی ہے تو اگر ان کو طلاق کا اختیار مل جائے تو پھر کیا نتائج سامنے آئیں گے؟ ویسے دیگر پریشانیوں کی صورت میں انہیں خلع کا اختیار دیا گیا تا کہ اس کو استعمال کر کے ایک عمدہ اور لائق تقلید زندگی گزار سکے۔

■ ■ ■

Marfat.com

طلاق کی تفہیم اور ہماری عدالت

■ عبدالرحیم قریشی

طلاق سے پہلے تحکیم کے مرحلے سے گزرے بغیر طلاق دی جائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس پر جس فیصلہ کے نتیجہ میں انتہائی پیچیدہ اور تشویشناک صورت حال یہ سامنے آتی ہے کہ عورت جو طلاق کے بعد بیوی کی حیثیت کھو چکی ہے، قانونی اعتبار سے وہ طلاق دینے والے شخص کی بیوی ہے۔ یہ فیصلہ جسٹس بحرالاسلام کا ہے جو انہوں نے 1978ء میں دیا تھا اور جو 1981ء کے گوہاٹی لا رپورٹس میں شائع ہوا۔

جسٹس بحرالاسلام اس وقت آسام گوہاٹی کے جج تھے، بعد میں سپریم کورٹ کے بھی جج بنے۔ انہوں نے اپنے اس فیصلے میں لکھا ہے کہ ''طلاق کے مسئلہ پر قرآن مجید کی متعلقہ آیات کا حوالہ ضروری ہے کہ قرآن مجید اسلامی قانون کا بنیادی سرچشمہ ہے اور یہ آیتیں شوہر اور بیوی کے درمیان تعلق کی نوعیت اور شوہر کی جانب سے بیوی کو طلاق دینے سے متعلق ہیں''۔ اس کے بعد اس فیصلے میں قرآن کی مختلف آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے جو یوسف علی کے ترجمۃ القرآن سے لیا گیا ہے۔ ذیل میں ان آیات کا اردو ترجمہ کیا جا رہا ہے۔
(سورہ نساء آیات 128 تا 130)

آیت: 128، اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں۔ اور صلح خوب چیز ہے، اور طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم نیکو کاری اور پرہیزگاری کرو گے تو خدا تمہارے کاموں سے واقف ہے۔

Marfat.com

آیت: 129 اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو ایسی حالت میں چھوڑ دو کہ گویا ادھر میں لٹک رہی ہو اور اگر آپس میں موافقت کر لو اور پرہیز گاری کرو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت: 130 اور اگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہو سکے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو خدا ہر ایک کو اپنی دولت سے غنی کر دے گا اور خدا بڑی کشائش والا اور حکمت والا ہے۔ (سورہ بقرہ آیات 229 تا 232)

آیت: 229 طلاق صرف دو بار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر عورتوں کو یا تو طریقہ شائستہ نکاح میں رہنے دینا یہ یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو اور یہ جائز نہیں ہے کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں واپس لے لو۔ (یہاں عبداللہ یوسف علی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم نے جو بھی تحفے دیے ہوں ان میں سے کچھ واپس لو) ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدوں کو قائم نہیں رہ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، ان سے باہر نہ نکلو اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گناہ گار ہوں گے۔

آیت: 230 پھر اگر شوہر (دو طلاق کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اس سے پہلے شوہر پر حلال نہ ہو گی۔ ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں یقین کریں کہ خدا کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ خدا کی حدیں ہیں، ان کو وہ لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔

آیت: 231 اور جب تم عورتوں کو دو دفعہ طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں یا تو حسن سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بہ طریق شائستہ رخصت کر دو اور اس نیت سے ان کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہیے کہ انہیں تکلیف دو اور ان پر زیادتی

Marfat.com

کرو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کے احکام کو ہنسی اور کھیل نہ بنالو اور خدا نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور جو تم پر کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تم سے نصیحت فرماتا ہے، ان کو یاد رکھنا اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

آیت:232 اور جب عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو دوسرے شوہر کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔ اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں خدا اور آخرت کے روز یقین رکھتا ہے یہ تمہارے لیے نہایت خوب اور پاکیزگی کی بات ہے اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جسٹس بحر الاسلام کے فیصلے میں ان آیات کے بعد عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ میں دیئے گئے فٹ نوٹس موجود ہیں۔ یہ فٹ نوٹس درج ذیل ہیں: ''دو طلاق کے بعد ملاپ کی اجازت ہے۔'' تیسری دفعہ کی طلاق ناقابل تنسیخ ہے تا آنکہ عورت کسی مرد سے شادی کرے اور وہ اس کو طلاق دے دے، یہ تقریباً ممکن نوعیت کی شرط ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ایک مرد عورت سے محبت کرتا ہے تو وہ زود رنجی، تنگ مزاجی اور اچانک غصہ کو یہ اجازت نہ دے کر وہ عجلت میں یہ قدم اٹھائے۔ اگر دو طلاق کے بعد ایک مرد اپنی بیوی واپس لیتا ہے تو یہ عمل بھی عادلانہ انداز میں ہونا چاہیے۔ مثلاً اس کو عورت پر اپنے کسی حق کو کسی انداز میں چھوڑنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے اور ان کو ایک دوسرے کی شخصیت کا احترام کرتے ہوئے پاکیزہ اور باعزت زندگی گزارنا چاہیے۔''

''رشتۂ مناکحت کا ٹوٹنا خاندان اور سماجی زندگی کے لیے ایک انتہائی اہم معاملہ ہے۔ ہر جائز طریقہ کو مستحسن قرار دیا گیا ہے جو عادلانہ طریقے پر ان کو واپس لے آئے جو پہلے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار چکے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں مناہمت محبت ہو اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ باعزت شرائط پر زندگی گزار سکیں، اگر ان شرائط کی تکمیل ہوتی ہے تو کسی باہر والے کو دوبارہ ملاپ کو روکنے میں رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ (مخالفت کرنے پر) جائیداد کی وجہ سے

Marfat.com

یا کسی دوسرے احساسات کی بنا پر مائل ہو سکتے ہیں۔"

عبداللہ یوسف علی کے ان حاشیوں کے بعد جسٹس بحر الاسلام نے سورۂ نساء کی 35 ویں آیت کا حوالہ دیا ہے: آیت: 35 "اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلاح کرا دینا چاہیں گے تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا، کچھ شک نہیں کہ خدا سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔"

اس آیت پر عبداللہ یوسف علی کا حاشیہ درج ذیل ہے: "یہ حکم خاندانی تنازعات کو زیادہ تشہیر، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے اور قانونی موشگافیوں کا سہارا لیے بغیر طے کرنے کا ایک عمدہ منصوبہ ہے۔ لاطینی ممالک نے اس منصوبے کو اپنے قانونی نظام میں تسلیم کیا ہے۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے جس طرح قبول کرنا چاہیے تھا عام طور پر قبول نہیں کیا۔ کیا ہر خاندان کا حکم فریقین کی طبیعت اور مزاج کی خصوصیات سے واقف ہوگا اور اللہ کی مدد سے صحیح مفاہمت کرا سکے گا۔"

جسٹس بحر الاسلام نے ان کے بعد شقاق اور طلاق کے موضوع پر مولانا محمد علی جسٹس عبدالرحیم اے، اے فیضی کے حوالے دینے کے بعد جسٹس کرشنا ایر کے ایک فیصلے کا حوالہ بھی دیا ہے جو انہوں نے کیرالا ہائیکورٹ کے جج کی حیثیت میں دیا ہے۔

اس فیصلے میں جسٹس کرشنا ایر نے بھی قرآن کی شقاق والی آیت اور اس کی تشریح نقل کی ہے۔

جسٹس بحر الاسلام نے بحیثیت چیف جسٹس گوہاٹی ہائی کورٹ طلاق کے مسئلہ پر قرآن کی سورۂ نساء کی آیت نمبر 35 کا ترجمہ ایک اور کیس میں دیا اور آیت شقاق کو بنیاد بناتے ہوئے یہ اصول اخذ کیا کہ طلاق دینے کے لیے کوئی معقول سبب ہونا چاہیے اور طلاق سے پہلے تحکیم یا مفاہمت ضروری ہے، اس کے بغیر طلاق کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

سپریم کورٹ نے شمیم آرا بنام ریاست اتر پردیش و دیگر میں یہی فیصلہ دیا۔ جسٹس آر، سی، لاہوٹی نے اپنے فیصلے میں مسلم پرسنل لاء پر ملا اور ڈاکٹر طاہر محمود کی کتابوں کے حوالوں کے بعد جسٹس کرشنا ایر اور جسٹس بحر الاسلام کے متذکرہ صدر فیصلوں کو بنیاد بنایا ہے اور یہ فیصلہ دیا ہے

Marfat.com

کہ طلاق کسی معقول سبب کی بنیاد پر دی جائے۔

اور طلاق سے پہلے بیوی اور شوہر کے درمیان دو حکم صاحبان کے ذریعہ تحکیم یا مفاہمت کو تسلیم کیا جائے گا اور طلاق موثر ہوگی۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد ملک کی ہر عدالت قانون کی اسی تشریح کی روشنی میں فیصلے دینے کی پابند ہے۔ طلاق کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ عدالتوں میں زیر بحث آتا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیوی کی جانب سے نفقہ دلانے کے لیے عدالت میں پیش کی گئی درخواست کے جواب میں شوہروں کی طرف سے یہ عذر دیا جاتا رہا ہے کہ وہ کچھ عرصہ پہلے کسی گذری ہوئی تاریخ پر طلاق دے چکا ہے اور اس لیے وہ عورت بیوی باقی نہ رہی۔ اس لیے وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے۔ بیوی کی طرف سے قطعاً لاعلمی کا اظہار کیا جاتا رہا اور یہ کہا جاتا رہا کہ نہ طلاق دی گئی اور نہ طلاق دینے کی کوئی اطلاع ملی۔ اس تعلق سے ہائی کورٹ کا کئی فیصلوں میں یہ رجحان رہا کہ مرد کی جانب سے طلاق دیئے جانے کی بات کو اس تاریخ سے تسلیم کیا جائے گا جس تاریخ پر طلاق دینے کا اس نے ادعا پیش کیا ہے مگر اس کے جواب کی نقل بیوی کو ملنے کی تاریخ سے یا جواب کی تاریخ سے طلاق کو تسلیم کیا جائے گا۔ ہائی کورٹ نے بعض فیصلوں میں جواب دعوے کی تاریخ کو بھی تاریخ طلاق تسلیم کرنے سے انکار کیا اور یہ فیصلہ دے دیا کہ جب تک مرد معتبر شہادت کے ذریعہ طلاق دینے کے اعلان کو ثابت نہ کرے، طلاق کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا اور متعلقہ عورت اس شخص کی زوجہ رہے گی اور بحیثیت زوجہ تمام حقوق کی مستحق رہے گی۔ ایسا ہی فیصلہ بمبئی ہائی کورٹ کی اورنگ آباد بنچ کے اجلاس کاملہ نے گٹر و پٹھان بنام رحیم بی پٹھان و دیگر میں دیا ہے۔ سپریم کورٹ کے متذکرہ صدر شمیم آراء کیس میں بھی یہ نکتہ زیر بحث آیا اور عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ طلاق کا اعلان ضروری ہے اور اس اعلان کو عدالت میں ثابت کرنا بھی ضروری ہے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد ہندوستان کا کوئی ہائی کورٹ اور تحت کی عدالت شوہر کی طرف سے اس کے خلاف نفقہ کی کاروائی میں ماضی کی کسی تاریخ پر طلاق دینے کے عذر کو تسلیم نہیں کرے گی اور یہی فیصلہ دے گی کہ طلاق نہیں ہوگی اور اگر طلاق کا اعلان کیا گیا تھا تو اس کو عدالت کے سامنے ثابت کیا جائے۔

Marfat.com

ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ان فیصلوں کی روشنی میں کچھ سوالات ابھرتے ہیں جن کے بارے میں علمائے کرام کو غور کرکے بورڈ کے لیگل سیل اور اس کے کنوینز کی رہنمائی کرنی ہوگی۔

(1) کیا طلاق دینے کی وجہ یا سبب کا ظاہر کرنا اور اس سبب کا معقول ہونا ضروری نہیں ہے؟ (اس سوال کا حضرات علما جو جواب دیں گے ان کے علاوہ ایک معقول جواب جو ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت اسلامی مطلقہ عورت کی آئندہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی کا دروازہ بند نہیں کرتی۔ شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات اتنے گہرے اور اتنے قریبی نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کے کئی پہلو سے کوئی تیسرا شخص واقف نہیں ہوسکتا۔ زن و شوہر کے تعلقات کی کسی ایسی بات کا اظہار عورت کے مستقبل کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے اور اس کے دوسرے نکاح کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس لیے طلاق کے سبب کا ظاہر نہ کرنا عورت ہی کے مفاد میں ہے۔)

(2) کیا طلاق شقاق کے بغیر بھی واقع ہوتی ہے۔ یا شقاق کے سلسلہ میں قرآن کی سورۂ نساء کی آیت نمبر 35 میں جو حکم ہے اس کی تعمیل ضروری کیوں نہیں ہے؟

(4) شریعت اسلامی کا اور کوئی حکم ایسا موجود ہے جس میں قرآن کریم کے کسی واضح حکم کو نظر انداز کردیا گیا ہے؟

(5) کیا طلاق کا اعلان ضروری ہے۔ متعلقہ عورت کو طلاق بغیر اطلاع دی جائے تو کیا طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

(6) اگر عورت کو طلاق دینے کی اطلاع دینا ضروری نہیں ہے تو اس کی شریعت اسلامی میں کیا مصلحتیں بتائی گئی ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس سے اس عورت کی حیثیت اور حقوق ختم ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں معقولیت تو اس میں یہ نظر آتی ہے کہ اس سے واقف کرایا جائے اور اس کی اطلاع دی جائے۔

شریعت اسلامی کے ان موضوعات پر احکامات کو بیان کرنے کے سلسلے میں یہ بات بھی سامنے رہے کہ سپریم کورٹ اس اصول کو تسلیم کرچکا ہے کہ کسی مسئلہ پر کسی پرسنل لاء کے اطلاق کے بارے میں کسی جج کو جدید دور کے اپنے تصورات کو داخل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس

Marfat.com

پرسنل لاء کے اصل ذرائع وسرچشموں سے جو قانون ہے وہ اخذ کرنا چاہیے بلکہ اس پرسنل لاء کے اصل ذرائع وسرچشموں سے جو قانون اخذ ہوتا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ بہت ہی مشہور کیس کرشنا بنام متھرا آ بیر و دیگر میں دیا ہے۔ اس فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ "فریقین کے پرسنل لاء کے اطلاق میں کوئی جج ماڈرن زمانے کے اپنے تصورات کو داخل نہیں کر سکتا، مگر اس کو اس قانون کا نفاذ کرنا چاہیے جو مسلمہ اور مستند منابع سے اخذ کیا گیا ہو۔ جیسے ہندو لاء میں شرو تیوں اور ان کی تفسیریں جن کی تشریح مختلف ہائی کورٹ میں فیصلوں میں کی ہے۔ بجز ان معاملات کے جہاں ایسے قانون کو عمل درآمد یا رواج نے تبدیل کر دیا ہو یا ملکی قانون نے بدل دیا ہو یا منسوخ کر دیا ہو۔"

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی روشنی میں شریعت کے احکامات کی ان بنیادوں کو واضح کرنا ضروری ہوگا جو قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ پر مبنی ہیں، اس کے علاوہ ان احکامات کی معقولیت اور مصلحتوں کی وضاحت ضروری ہے کیوں کہ جس میں معقولیت نظر نہ آئے، ان کو عدالت کی جانب سے تسلیم کیا جانا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ مثلاً یہ کہ طلاق دے دی گئی اور مطلقہ عورت کو اس کی اطلاع نہیں پہنچائی گئی، یہ بات معقولیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے اور اگر اس میں کوئی شرعی مصلحت ہے تو اس مصلحت کی معقولیت کو واضح کرنا ضروری ہوگا۔

علمائے کرام ان مسائل پر غور کرتے وقت یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ ہمارے مختلف احکامات اس دور میں مستنبط ہوئے ہیں جب کہ خلافت عباسیہ دنیا کے نقشے پر ایک طاقتور ترین حکومت کے طور پر ابھر چکی تھی اور اس مسلم معاشرے میں طلاق عورت کے لیے عیب تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ کوئی بالغ عورت بے شوہر نہیں رہتی تھی، مطلقہ ہو کہ بیوہ، عدت کے ختم ہوتے ہی دوسرا شوہر مل جاتا تھا۔ اس طرح کوئی عورت بے سہارا نہیں رہتی تھی۔ آج کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ طلاق کو عیب سمجھا جاتا ہے، ایک مطلقہ عورت کے لیے دوسرا نکاح بہت شوار ہو جاتا ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غریب اور مفلس خاندانوں کی

Marfat.com

مطلقہ لڑکیاں واقعی بے سہارا ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں وہ احکامات جنہیں ہمارے فقہائے کرام نے زمانے کی رعایت کرتے ہوئے مرتب کیا ہے، ان پر غور کرتے وقت اس پہلو کو پیش نظر رکھا جائے کیوں کہ سپریم کورٹ کے محولہ بالا فیصلے کی روشنی میں ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ شریعت کے احکام کو قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر عدالتوں کے سامنے پیش کریں۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ علمائے کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو سوالات کا معقول انداز میں جواب مرتب کرے تاکہ اگر ماہرین قانون شریعت سے متصادم فیصلوں پر مکرر غور کے لیے کسی عدالتی چارہ کار کی شکل نکالتے ہیں تو ان کو ہمارا مقصد پیش کرنے میں مواد اور مدد مل سکے گی۔

دوسرا مسئلہ مطلقہ کے نفقہ کا ہے جس میں سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کے اجلاس نے فیصلہ کیا کہ نادار مطلقہ، عقد ثانی یا تاحیات نفقہ پانے کی مستحق ہے۔ عدالت کا یہ فیصلہ قانونی اعتبار سے بھی درست نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ مسلم مطلقہ خاتون کے حقوق کا قانون بابت 1984 ایک نادار مطلقہ کی کفالت کا انتظام کرتا ہے اور آخری صورت میں عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ایسی عورت کے گزارہ کا انتظام وقف بورڈ کرے۔ اس فیصلے کو دوبارہ زیر بحث لانے کے لیے اب کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ کسی ہائی کورٹ نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی بنیاد پر اپنا فیصلہ دیا ہو تو اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل داخل کرائی جائے اور اس میں سپریم کورٹ کے دانیال لطیفی کیس کے فیصلے کو زیر بحث لانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے علاوہ اور طریقہ کار کیا ہو سکتے ہیں اس کے لیے ماہرین قانون سے رائے لینا بہتر ہوگا۔

■ ■ ■

Marfat.com

مغربی ممالک میں طلاق کا تصور

■ نیاز فتحپوری

شادی اسی وقت صحیح معنی میں شادی رہتی ہے جب تک میاں بیوی دونوں میں اتفاق قائم رہے اور جب نااتفاقی پیدا ہو تو دونوں کو علیحدہ ہو جانا چاہیے اور اس علیحدگی کو ''طلاق'' کہتے ہیں۔ اگر شوہر بیوی سے ناخوش ہو اور موافقت کی صورت باقی نہ رہے تو مرد بیوی کو علیحدہ کر دیتا ہے، یہ طلاق ہے۔ اگر مرد آوارہ ہو اور اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہو اور بیوی مجبور ہو کر مفارقت اختیار کرے تو اسے اصطلاح میں ''خلع'' کہتے ہیں۔

ہندو دھرم شاستر میں اس قسم کا کوئی قاعدہ نہیں رکھا گیا میاں بیوی کے تعلقات تازیست قائم رہتے ہیں پہلے مسیحی اقوام میں بھی طلاق و خلع کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ میاں بیوی کے تعلقات تازیست ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ طلاق کا قاعدہ بنالیا گیا مگر یہ قاعدہ صرف اس قدر اثر رکھتا تھا کہ میاں اور بیوی دونوں میں مفارقت کرادے، لیکن دونوں میں سے کوئی تاحین حیات دوسری شادی نہیں سکتا تھا اور چونکہ اس کے نتائج اور بھی زیادہ خراب نکلے، اس لیے رفتہ رفتہ اب تقریباً عام اقوام و ممالک میں طلاق و خلع دونوں کا قانون بن گیا ہے۔

طلاق قدیم روم میں: قدیم روم میں دو قسم کی شادیاں ہوا کرتی تھیں:

(۱) عارضی (۲) مستقل

عارضی: شادی کی مدت صرف ایک سال ہوتی تھی جسے اصطلاح میں (Marriage by uses) کہتے تھے۔ اس میں مرد و عورت بغیر کسی تقریب یا رسم کے تعلقات پیدا کر لیتے تھے اور یہ تعلقات سال بھر تک رہتے تھے، اگر اس دوران میں مرد و عورت کی زندگی لطف و محبت کے ساتھ بسر ہوئی تو وہ بعد انقضائے میعاد مستقل شادی کر لیتے تھے، ورنہ

Marfat.com

بغیر کسی عدالت یا پنچایت کی مداخلت کے فریقین میں خود بخود علیحدگی ہو جاتی تھی۔ (یہ طریقہ آج بھی مغربی ممالک میں رائج ہے)

قدیم ویلز میں: قدیم ویلز کو عورتوں کی شادی سے قبل و بعد بہت زیادہ آزادی حاصل ہوتی تھی۔ رہائس و برائمور جونس (Rhys & Brymor Jones) نے لکھا ہے کہ "یہاں یہ دستور عام ہے کہ جب کبھی مرد یا عورت فسخ تعلقات کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود فریقین کی رضامندی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ یہی حال آئرلینڈ میں تھا اور تعلقات نکاح کا منقطع کر دینا بہت آسان تھا۔ جب عورت اپنی درخواست پر خلع حاصل کر لیتی تھی تو وہ اپنا تمام مال خواہ میکہ سے لائی ہو یا شوہر نے دیا ہو سب اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔

قدیم چین میں: چین میں طریقہ طلاق قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے اگر میاں بیوی کے مزاج میں موافقت نہیں ہوتی، اور دونوں علیحدہ ہونا چاہتے ہیں تو باہمی رضامندی سے تعلقات منقطع کر دیتے ہیں، لیکن یہ ضرور ہے کہ وہاں طلاق و خلع کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ اگر بیوی غیر وفادار ثابت ہو یا فریقین میں سے کوئی کسی کو ضرر شدید پہنچائے تو طلاق لازمی ہو جاتی ہے۔

جاپان میں: جاپان میں جدید قانون دیوانی کے مطابق شادی کی اطلاع رجسٹرار کو دیدی جاتی ہے، لیکن شادی ہمیشہ فریقین کی رضامندی اور والدین یا بزرگوں کی اجازت سے ہوتی ہے۔ شادی کے سلسلہ میں احباب وغیرہ کو بھی دعوت دی جاتی ہے، لیکن قانون اس پر مجبور نہیں کرتا۔ ایسا کرنا یا نہ کرنا فریقین کی خوشی پر منحصر ہے۔

طلاق کا قاعدہ بھی وہی ہے، جو شادی کا ہے، یعنی رجسٹرار کو نوٹس دے دیا جاتا ہے کہ نکاح فسخ کر دیا جائے، لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اور بیوی کی عمر پچیس سال سے زیادہ ہو، اگر فریقین کی عمر اس سے کم ہے یا کہ فسخ نکاح کے لیے باہمی رضامندی حاصل نہیں ہو سکتی ہے تو اس کے لیے قانونی علیحدگی (Judicial Divorcy) کا قاعدہ موجود ہے۔ قانونی طلاق مختلف اسباب کی بناء پر حاصل کیا جا سکتی ہے۔

اسکیمو قوم میں: علاقہ قطب شمال کی اسکیمو (Eskimo) قوم میں معاشرتی و تمدنی لحاظ سے مرد و زن دونوں برابر ہیں۔ شادی بیاہ میں قطعی آزادی ہے اور اسی طرح فریقین میں

Marfat.com

کبھی بدمزگی پیدا نہیں ہونے پاتی۔

فرانس میں: فرانس میں جب قانونی طلاق ہوتی ہے، تو عورت کو درجہ مساوات دیا جاتا ہے، سخت تکلیف کی صورت میں طلاق باسانی حاصل ہو جاتی ہے۔ (لیکن ناموافقت کا عذر بہت کم سنا جاتا ہے۔) علاوہ ازیں جج کو اختیار ہے کہ فریقین کو علیحدگی میں لے جا کر سمجھا ئے اور اگر فریقین رضامند نہ ہو تو عدالت میں کھلم کھلا سماعت مقدمہ کیے بغیر طلاق کی ڈگری دیدے، لیکن اب فرانس میں زیادہ تر رجحان یہ ہو رہا ہے کہ باہمی رضامندی سے طلاق ہو جایا کرے اور عدالت میں رسوائی نہ ہو۔

جرمنی میں: ریاست پروشیا میں 1900ء سے بیشتر طلاق کے متعلق یہ قاعدہ جاری تھا کہ فریقین خود خاموشی سے قطع تعلق کر لیا کرتے تھے، لیکن 1900ء میں جدید قانون جاری ہوا۔ اس کی رو سے اگر شوہر یا بیوی ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگ جائے یا فریقین میں سے کوئی پاگل ہو جائے تو طلاق بآسانی مل جاتی ہو، لیکن دوسری صورتوں میں بہت مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں۔

روس میں: 1907ء سے پہلے روس میں طلاق کا حاصل کرنا سخت دشوار تھا، لیکن بعدازاں فریقین کے لیے یہ سہولت کر دی گئی کہ اگر نباہ نہ ہو سکے تو دونوں باہمی رضامندی سے علیحدہ ہو جائیں، اگر سال بھر علیحدہ رہ کر وہ پھر رضامند ہو جائیں تو دوبارہ نکاح کر لیں، لیکن جب سے روس میں بالشویت قائم ہوئی ہے، شادی اور علیحدگی دونوں بہت آسان ہو گئی ہیں۔

انگلستان میں: ازدواج وطلاق کے مسئلہ میں انگلستان کا قانون فرانس اور امریکہ سے بہت گرا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں ایک قانون پاس ہوا تھا، جس میں زن و مرد کو برابر کا درجہ نہیں دیا گیا تھا، یعنی عورت اگر غیر وفادار ثابت ہو تو شوہر طلاق حاصل کر سکتا تھا، لیکن اگر شوہر اسی جرم کا مرتکب ہو تو بیوی طلاق حاصل نہ کر سکتی تھی۔ عورت اسی صورت میں طلاق حاصل کر سکتی تھی کہ شوہر اس پر ظلم وستم کرے یا اسے چھوڑ کر بھاگ جائے۔ ابتداء میں لفظ ''ظلم وستم'' کا مفہوم محض ضرر جسمانی تک محدود تھا، لیکن بعد میں اسے وسعت دیدی گئی، یعنی اب اس میں ایسی باتیں بھی شامل ہیں جن سے بیوی کی طبیعت کو رنج یا صدمہ پہنچے۔ علاوہ ازیں شوہر کی سرد مہری اور غفلت بھی ''ظلم'' میں داخل سمجھی جاتی ہیں۔

Marfat.com

امریکہ: امریکہ میں خواہ مدعی خاوند ہو یا بیوی، بدسلوکی کی عذر فسخ نکاح کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ جن باتوں کو ''بدسلوکی یا خلاف انسانیت'' کہا جاتا ہے ، وہ نہایت ہی معمولی باتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر بیوی شوہر کے کوٹ یا کسی اور کپڑے میں بٹن نہ ٹانکے تو یہ بھی بدسلوکی سمجھی جائے گی یا میاں اگر اپنے پاؤں کے ناخن نہ تراشے تو اس عذر کو بھی کافی سمجھا جائے گا، اور طلاق ہو جائے گی۔ ایک بار کسی عورت نے دعوی کیا کہ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے اس وقت سے اب تک میرا شوہر کبھی گاڑی میں بٹھا کر سیر کو نہیں لے گیا۔ چنانچہ اس کا یہ فعل خلاف انسانیت قرار دیا گیا اور طلاق کی ڈگری دیدی گئی۔

سوئٹزرلینڈ: میں اگر میاں بیوی کے درمیان ناموافقت ہو جائے تو دو سال کے لیے طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔

ناروے: میں بھی قانون طلاق بہت آسان ہے۔

رومانیہ: میں بھی باہمی رضامندی کے ساتھ علیحدگی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ ماں باپ اپنے مال کا نصف حصہ بچوں کو دیدیں۔

■ ■ ■

Marfat.com

مسلم پرسنل لا، دستور ہند اور ہندی مسلمان

غلام مصطفی نعیمی۔ مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی

تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے، آج سے تقریباً 30 سال پہلے شاید پہلی بار ملک کی سب سے بڑی عدالت نے شاہ بانو کیس کا سہارا لے کر شریعت مطہرہ کی حدود میں زبردستی داخل ہونے کی جسارت کی تھی۔ کانگریس نے چور دروازے سے سنگھ پریوار کے اس خفیہ منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا جس کو مسلمانوں کے اس ازلی دشمن کی شہ رگ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس وقت تک مسلمانوں کا خون اتنا ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ عدلیہ و پارلیمنٹ جیسے انسانی اداروں کا تسلط خدا و رسول کے دین کے معاملے میں برداشت کر لیتے۔ وہ سینہ سپر ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کا شیش محل ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا۔

اس تاریخی ہزیمت کے بعد کانگریس تو خیر شریعت اسلامیہ کے حوالے سے کسی براہِ راست حملے کی پوزیشن میں نہیں رہی مگر اس کی ہمنوا دیگر جماعتوں نے اپنی اپنی نام نہاد غیر سیاسی تنظیموں (N,G,O,s) کے ذریعے اس سازش کو پروان چڑھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ہمارے ملک میں کوئی ایک ایسی سیاسی یا غیر سیاسی جماعت موجود نہیں ہے جو زندگی کے کسی بھی شعبے میں دین کی مداخلت کو برداشت کر سکتی ہو؟ لہٰذا ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا، پھر ایک دن نام نہاد سیکولر طاقتوں کو دھول چٹاتے ہوئے سنگھ پریوار کی منظور نظر بھاجپا ملک کی گردن پر سوار ہو گئی۔

بھاجپا اور اس کا سیاسی منشور

بھاجپا آر ایس ایس کی سیاسی جماعت ہے اور آر ایس ایس کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی

Marfat.com

چھپی چیز نہیں ہے بھاجپا پہلے جن سنگھ کے نام سے ہندوستان کے سیاسی افق پر آئی اور بعد میں بی جے پی یعنی بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام سے آگے بڑھی۔ ایک طویل زمانے تک بھاجپا کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر پائی لیکن بعد میں کچھ ''سیکولر پارٹیوں'' کی مہربانی سے اس جماعت نے حیرت انگیز ترقی کرتے ہوئے لوک سبھا میں اپنی سیٹوں کی تعداد دو [۲] سے بڑھا اٹھاسی [۸۸] تک پہنچا دی جس کے کھلے ذمہ دار وہ سیاسی لیڈران تھے جنہیں ''دانشور مسلمانوں'' نے مسلمانانِ ہند کا سب سے بڑا مسیحا مان لیا تھا اور آج بھی اسی جماعت ''جنتا دل'' کے لیڈران الگ الگ پارٹیاں بنا کر مسلمانوں کے ووٹوں سے تخت و تاج کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

بی جے پی کا خمیر جس مسلم دشمنی کے جذبے کے تحت تیار ہوا تھا، اس کا اثر نہ کبھی ختم ہوا، نہ ہی کبھی کمی واقع ہوئی۔ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بی جے پی نے کبھی کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں رکھا۔ انہوں نے اپنے منشور کا اعلان کھلے عام کیا، اس کے لیڈروں نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا، ہر موقع پر کہا کہ وہ اقتدار میں آئے تو ان کے منشور کا سب سے اہم حصہ یہ تین نکات ہوں گے۔

(1) اقتدار میں آتے ہی اجودھیا میں عالی شان رام مندر بنائیں گے۔

(۲) کشمیر کو ہندوستان سے جوڑنے والی دفعہ 370 کو دستور سے خارج کریں گے۔

(3) پورے ملک میں یونیفارم سِوِل کوڈ (Uniform sivil code) نافذ کریں گے۔

یہ تین بڑے مطالبات تھے جو بھاجپا والے دیگر سیاسی جماعتوں سے کرتے رہتے تھے۔ پچھلی حکومتوں نے، جن میں کانگریس وہ جماعت ہے جس نے سب سے زیادہ عرصے تک ملک پر حکومت کی ہے۔ اگر بی جے پی کے مطالبے پر کان نہیں دھرے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ ان مطالبات کے خلاف تھے بلکہ بعض سیاسی مجبوریوں کے باعث وہ ایسا سمجھتے تھے کہ ان پر عمل کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ بہر حال بی جے پی نے ''انصاف و ترقی'' کے نام پر الیکشن لڑ کر تمام سیاسی جماعتوں کو بیک فٹ پر دھکیل دیا اور آسانی کے ساتھ اقتدار پر قابض ہوگئی۔ حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی بھاجپا اپنے اصلی رنگ میں آگئی اور ''انصاف و ترقی'' کا نعرہ ایک طرف پھینک کر اس نے پورے ملک کو بھگوا رنگ میں رنگنے کے لیے ضروری اقدامات شروع کر دیے۔

Marfat.com

اسی حکمت عملی کے تحت تین طلاق کے بہانے انہوں نے دستورِ ہند کے ''رہنما ہدایات'' کے باب میں درج دفعہ 44 کے حوالے سے یکساں سول کوڈ کا معاملہ گرم کردیا اور اس بار لگتا یہی ہے کہ اگر ہم نے اس مصیبت سے بند کمروں میں رہ کر نپٹنے کی کوشش کی تو اس ملک میں صرف نام کے مسلمان بچیں گے اصل اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ خدا نہ کرے۔

دستور ہند کے رہنما اصول اور یکساں سول کوڈ

ہندوستان کا دستور تین اہم چیزوں پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

(1) سوشلسٹ (Socialist) یعنی دستور عوامی ہوگا کسی کے لیے کوئی تخصیص نہیں ہوگی دستور کی نگاہ میں امیر وغریب سب برابر ہوں گے۔

(2) سیکولر (Secular) یعنی ملک کا دستور غیر مذہبی ہوگا یعنی کسی خاص مذہب کا اس پر غلبہ نہیں ہوگا۔

(3) ڈیموکریٹک (Democratic) یعنی سبھی فیصلے عوامی اور جمہوری ہوں گے، جمہوریت ہی ہر فیصلے کی اصل وبنیاد ہوگی۔

دستور ہند کا ایک باب ہے ''رہنما اصول'' جسے آئین کی زبان میں Directive Principle ڈائریکٹو پرنسپل کہا جاتا ہے۔ اس باب میں ایک دفعہ آرٹیکل 44 جس میں کہا گیا ہے کہ ''حکومت مملکت ہندوستان کے سارے علاقوں میں تمام شہریوں کے لیے یونیفارم سول کوڈ ترتیب دینے کی کوشش کرے گی۔''

دستور کے اسی رہنما اصول کی آڑ لے کر بی جے پی پورے ملک میں یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کی تیاری میں ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دستور کے Directive Principle میں بہت سارے ایسے اصول بھی درج ہیں جن کا حصول کسی طور ممکن نہیں۔ اسی لیے دستور کی دفعہ 37 کے ذریعے یہ وضاحت کردی گئی کہ ''اس حصے میں درج رہنما اصول عدالتوں کے ذریعے قابل قبول نہیں۔'' یعنی کوئی بھی انسان عدلیہ سے یہ حکم حاصل نہیں

Marfat.com

کر سکتا کہ فلاں اصول کو نافذ کیا جائے اور نہ ہی کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود سے کسی رہنما اصول کو نافذ کرنے کا حکم جاری کرے۔

کچھ اہم رہنما اصول اور حکومتوں کا رویہ

دستور میں تحریر کچھ ایسے اہم رہنما اصول بھی ہیں جنہیں اگر نافذ کر دیا جائے تو ملک کی عوام کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا مگر حکومتوں نے ان کے نفاذ میں کبھی دل چسپی نہیں دکھائی لیکن اپنی مسلم دشمن پالیسی یا ووٹوں کی حرص میں آئے دن ''مسلم پرسنل لا'' کے خلاف آوازیں اٹھاتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی نیتیں صاف ہیں تو وہ دیگر رہنما اصولوں کے بارے میں کیوں عملی اقدامات نہیں کرتے؟ ملاحظہ کریں دستور کے ایسے ہی چند رہنما اصول جو ملک کے عوام کے لیے حد درجہ فائدہ مند ہیں مگر ان سے ہر حکومت صرف نظر کرتی ہے۔

رہنما اصول جو نفاذ کی راہ دیکھ رہے ہیں

(۱) آرٹیکل 47 میں نشہ آور چیزوں پر مکمل پابندی کا اصول درج ہے لیکن آج تک کسی بھی حکومت نے اس اصول کو نافذ کرنے کی جرأت نہیں دکھائی۔ حالانکہ ہر سال نشہ سے مرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، گاڑیوں کے ایکسی ڈینٹ ہوتے ہیں، جھگڑے مار پیٹ، قتل و غارت گری کا ایک اہم سبب نشہ آور چیزوں کا استعمال ہوتا ہے کتنے گھر اسی نشہ کی نحوست کی وجہ سے اجڑ جاتے ہیں، کتنی بیٹیاں نشہ کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہیں مگر کبھی کسی حکومت نے نشہ پر مکمل پابندی کی بات نہیں کی۔ ہاں نشہ کے کاروبار سے ٹیکس وصول کر خزانہ اکٹھا کرنے کے لیے ''محکمہ آبکاری'' ضرور بنا دیا ہے۔

(۲) دستور کے آرٹیکل 39,A میں کہا گیا ہے کہ نظام قانون کو اس طرح پروان چڑھایا جائے گا کہ ہر شہری کو انصاف حاصل کرنے کے مساوی مواقع ملیں گے۔

کیا آزادی کے بعد سے اب تک کوئی ایسا میکانزم بنایا گیا کہ جس سے امیر و غریب کو انصاف کے حصول کے لیے یکساں مواقع مل سکیں؟ کیا آج ایک غریب انسان حصول

Marfat.com

انصاف کی خاطر ملک کی عدالت عظمی سپریم کورٹ میں جانے کی ہمت جٹا سکتا ہے؟ سپریم کورٹ کے وکیلوں کی فیس ادا کرنے کی ہمت ایک غریب تو کیا ایک مڈل کلاس انسان بھی دکھ سکتا ہے؟ کہاں ہے اس رہنما اصول کا نفاذ جس سے سبھی کو حصول انصاف کا یکساں موقع مل سکے؟ کسی بھی حکومت نے اس سلسلے میں کبھی کوئی سنجیدہ اقدام نہیں کیا۔

(۳) آرٹیکل 39,E میں کہا گیا ہے کہ پیٹ کی آگ بجھانے اور دو وقت کی روٹی کمانے کے لیے کسی کو ایسا کام نہ کرنا پڑے جو اس کی عمر اور اس کی طاقت سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔

کسی حکومت کو شہر کی گلیوں میں پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر ضعیف العمر بوڑھے رکشا چلاتے نظر نہیں آتے؟ اپنے گھروں کا خرچ چلانے کی خاطر اپنے بچپن کی امنگوں کو بھول کر کوڑا کرکٹ چنتے چھوٹے چھوٹے بچے حکومت کو دکھائی نہیں دیتے؟ آزادی کے 70 سال بعد بھی اس رہنما اصول پر آج تک کوئی عمل نہیں کیا گیا، کتنے بزرگوں کا بڑھاپا حکومت کی سرد مہری کی وجہ سے اپنی بے بسی کا رونا روتا ہے، کتنے بچوں کا بچپن حکومت کی بے رخی کی داستان کہتا ہے لیکن آج تک حکومتوں نے کبھی نہ بوڑھوں کے بڑھاپے پر رحم کھایا اور نہ ہی کسی حکومت کو بچوں کی امنگوں کا خیال رہا۔

ہاں اپنی مسلم دشمن پالیسی کی وجہ سے یکساں سول کوڈ کا شگوفہ ضرور چھیڑا جاتا رہا اور موجودہ حکومت کا یہ اقدام بھی اسی کا ایک نمونہ ہے۔

موجودہ تنازع اور تفصیلات

اس وقت جس بات کو لے کر سنگھی میڈیا اور غیروں کے آلہ کار شور مچا رہے ہیں اس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے:

کچھ نام نہاد مسلم عورتیں جن میں زیادہ تر دین و مذہب سے بیزار ہیں، انہوں نے سپریم کورٹ میں اس بات کو لیکر کیس کیا ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق، ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کی جائے اور عورت کو بھی طلاق دینے کا اختیار دیا جائے۔ اسی مسئلے کو

Marfat.com

لیکر سپریم کورٹ کی دورکنی بینچ نے جو جسٹس وکرم جیت سنگھ اور شیوا کیرتی سنگھ پر مشتمل ہے۔ اسی بینچ نے حکومت سے حلف نامہ داخل کر اپنا موقف پیش کرنے کا حکم دیا جس پر مودی حکومت نے حلف نامہ دیتے ہوئے طلاق ثلاثہ اور ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کرنے پر زور دیا ہے۔

بی جے پی مسلمانوں کے تعلق سے پہلے ہی کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتی ہے اس لیے اس مسئلے پر بھی اس نے آر پار کی لڑائی کی ٹھان لی ہے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اس کے کئی بڑے وزیر روی شنکر پرشاد، ارون جیٹلی، وینکیا نائڈو صاف کہہ چکے ہیں کہ ہم اس مسئلے پر جھکنے والے نہیں اور اب طلاق ثلاثہ و تعدد ازواج کے خاتمہ کا وقت آ گیا ہے۔ خود وزیر اعظم نے ایک سیاسی ریلی میں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ اس مسئلے میں کھل کر ان نام نہاد مسلم عورتوں کے ساتھ ہیں جو دراصل حکومت کے ہی اشارے پر یہ کھیل کھیل رہی ہیں۔ اب چونکہ حکومت کا موقف بہت کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ یہ بات بھی بہت صاف ہے کہ کسی بھی سیاسی پارٹی کو "مسلم پرسنل لا" سے کوئی خاص ہمدردی نہیں، کیوں کہ یہ ان کے لیے کوئی بہت بڑا اہم مسئلہ نہیں، اس لیے اب جو کچھ کرنا ہے وہ ہمیں خود ہی کرنا ہوگا۔

کیا ہے پرسنل لا؟

دستور ہند سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے افراد یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں رائج قانون کی دو اہم قسمیں:

سول کوڈ (Civil Code) اور کریمنل کوڈ (Criminal Code) کہلاتی ہیں۔ کریمنل کوڈ کے اندر جرائم کی سزائیں اور بعض انتظامی امور آتے ہیں۔ یہ سارے قوانین تمام اہالیان وطن پر یکساں طریقے پر نافذ ہوتے ہیں۔ اس میں کسی طرح کی تفریق نسل و مذہب یا علاقہ کی بنیاد پر نہیں کی گئی ہے۔

سول کوڈ کے دائرے میں وہ قوانین آتے ہیں جن کا تعلق انسانی معاشرے اور اس کے تمدنی و معاملاتی مسائل سے ہے۔ اس میں بھی زیادہ تر قوانین سبھی افراد کے لیے یکساں

Marfat.com

ہیں، ہاں! سول کوڈ کے ایک حصے میں ملک کی بعض اقلیتوں کو ان کے مذہب کے مطابق کچھ مخصوص معاملات میں ان کے مذہبی قوانین پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی اور دستور میں اس کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ اسی کو ''پرسنل لا'' کی آزادی کا نام دیا گیا ہے۔ دستور کی اسی آزادی کے تحت مسلمانوں کو بھی شریعت اپلی کیشن ایکٹ میں یہ حق دیا گیا ہے۔

مسلم پرسنل لا

اسلامی قوانین کا وہ حصہ جس کا تعلق مسلمانوں کی معاشرتی اور ان کی عائلی زندگی سے ہے جس کو ''خاندانی تعلقات'' بھی کہا جاتا ہے جس میں نکاح، طلاق، وراثت، ہبہ، خلع، حضانت، متبنیٰ، ولایت، وصیت اور وقف جیسے اہم قوانین آتے ہیں انہیں کو دستور کی زبان میں مسلم پرسنل لا (Muslim Personal Law) کہا جاتا ہے۔ کسی کے ذہن میں یہ وہم وگمان نہ رہے کہ ملک میں مسلمانوں کے لیے شرعی قوانین نافذ ہے، یہ تو صرف شدت پسندوں کا پروپگنڈہ ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ شریعت کا صرف بمشکل دو فیصد حصہ ہی دستور میں مسلمانوں کے لیے منظور کیا گیا ہے جس کو ''مسلم پرسنل لا'' کہا جاتا ہے اور اس معمولی سے اسلامی حصہ کو بھی شدت پسند برداشت نہیں کر پا رہے ہیں۔

دستورِ ہند اور پرسنل لاز

یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ وطن عزیز میں صرف مسلمانوں کو ہی ان مذہبی عائلی قوانین پر عمل کی اجازت نہیں دی گئی ہے بلکہ ملک کی دیگر مذہبی قوموں کو بھی ان کے پرسنل لاز پر عمل کی اجازت دی گئی ہے۔ دستور میں آرٹیکل [25] اور [26] کے تحت باضابطہ اس کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

وطن عزیز ہندوستان میں انگریزوں کے دور سے ہی ہر مذہبی کمیونٹی کو ان کے پرسنل لا پر عمل کی اجازت تھی۔ جس وقت انگریزوں نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی تھی تو اس

Marfat.com

ملک میں مسلمانوں کی حکومت ہونے کی وجہ سے نظام شرعیہ نافذ تھا جسے انگریزوں نے آہستہ آہستہ ختم کردیا۔ اسلامی قوانین کو منسوخ کرنے کی مہم میں انہوں نے سب سے پہلے 1866ء میں فوجداری کا اسلامی قانون ختم کیا۔ اس کے بعد انہوں نے قانون شہادت کو ختم کیا، اس کے بعد قانونِ معاہدات کو بھی انہوں نے ختم کردیا۔ اسلامی قوانین کی منسوخی کا یہ عمل ہوتے ہوتے "عائلی قوانین" تک آن پہنچا جس کا تعلق معاشرتی وخاندانی امور سے تھا۔ معاشرتی امور میں نکاح، طلاق اور وراثت جیسے اہم قوانین تھے۔

انگریزوں نے عائلی قوانین کا جائزہ لینے اور اس کے منسوخ کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی پینل بنایا جسے رائل کمیشن (Royal Commission) کا نام دیا گیا۔

اس کمیشن نے ملک کی مختلف قوموں کے افراد، ان کے مخصوص رسوم ورواج اور معاشرتی شناخت کے حوالے سے اپنی تحقیق مکمل کی اور حکومت کو بتایا کہ معاشرت مذہب کا ایک حصہ ہے، اگر اس کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف غم وغصہ کی آگ پھیل جائے گی اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہر قوم کو اس کے مذہبی عائلی قوانین پر عمل کی اجازت دی جائے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کے بعد حکومت نے اپنا ارادہ ترک کردیا اور اس طرح انگریزی دورِ حکومت میں کسی بھی قوم کے عائلی قوانین کو بدلنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

ملک میں دیگر اقوام کے پرسنل لاز

وطن عزیز میں شدت پسند افراد اور سنگھی میڈیا مسلسل یہ شور مچاتا ہے کہ ملک سے شرعی قانون کو منسوخ کیا جائے۔ ابھی حال ہی میں پوری پیٹھ کے شنکراچاریہ نے حکومت سے یہ اپیل کی ہے کہ ملک سے شریعت قانون کو ختم کیا جائے۔ ابھی گروجی چپ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آر ایس ایس کے اہم لیڈر نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر کچھ قومیں اپنے پرسنل لاز پر عمل کرنا چاہیں تو ان سے ووٹ دینے کا حق چھین لیا جائے۔

سب جانتے ہیں کہ ان دونوں مذہبی لیڈروں کا اشارہ کس کی جانب تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ اس ملک میں صرف مسلمانوں کے لیے

Marfat.com

ہی کوئی ’’پرسنل لا‘‘ نہیں بلکہ ملک میں بسنے والی دیگر قوموں کے لیے بھی دستور میں پرسنل لا کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کے علاوہ اور کتنی قوموں کے پرسنل لاز ہیں لیکن ان پر کبھی کسی نے نہ تو غور کیا اور نہ اعتراض۔ ملاحظہ کریں پرسنل لاز کی فہرست:

(۱) کرناٹک، تمناڈو، میں برہمن اپنی سگی بھانجی سے شادی کر سکتا ہے جبکہ دیگر اقوام میں اس شادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) بینک میں کوئی بھی شخص کسی دھاردار ہتھیار یہاں تک کہ شیونگ بلیڈ بھی نہیں لے جا سکتا لیکن سکھ قوم کو اس سے چھوٹ ملی ہوئی ہے اور وہ اپنے ہتھیار کے ساتھ بینک میں جا سکتے ہیں۔

(۳) ٹو ویلر گاڑی پر مرد وعورت دونوں کے لیے حکومت ہند نے ہیلمیٹ پہننا لازم کر دیا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں جرمانہ بھرنا پڑتا ہے مگر سکھوں کے مذہبی اعتقاد کی وجہ سے انہیں اس قانون سے الگ رکھا گیا ہے اور وہ بغیر ہیلمیٹ کے گاڑی چلا سکتے ہیں۔

(۴) کسی بھی عوامی مقام پر ننگا گھومنا پھرنا قانوناً جرم ہے لیکن جین دھرم کے عقیدے کا لحاظ کرتے ہوئے ناگا سادھوؤں کو عوامی مقامات پر ننگے جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۵) سوم ناتھ اور پشو پتی ناتھ مندر میں غیر ہندوؤں کا داخلہ منع ہے۔

(۶) کیرل میں شراب بیچنے کا لائسنس صرف کرسچین کو مل سکتا ہے کسی ہندو کو نہیں۔

(۷) آسام کے چار اضلاع میں صرف قبائلی ہی زمین خرید سکتے ہیں باقی کسی بھی ہندوستانی کو وہاں زمین خریدنے کی اجازت نہیں۔

(۸) انڈین آرمی میں ایک سکھ تو داڑھی رکھ سکتا ہے لیکن ایک مسلمان کو آرمی میں داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں۔

(۹) انڈین ائیر لائنس میں ایک سکھ پائلٹ تو پگڑی باندھ سکتا ہے لیکن غیر سکھ کو اس کی اجازت نہیں۔

(۱۰) ناگا قوم جس کا تعلق ناگالینڈ سے ہے۔ وہاں کے باشندے حکومت ہند سے

Marfat.com

مسلسل برسرِ پیکار رہتے تھے اور کسی طور پر حکومت کے ساتھ چلنے کے روادار نہ تھے۔ اخیر میں انہوں نے دستور میں اپنے پرسنل لا کو منظور کرایا پھر ملک کی مین اسٹریم میں داخل ہوئے۔ ناگا قوم سے جو معاہدہ حکومت ہند نے کیا، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دستور میں ترمیم کرتے ہوئے آرٹیکل [371] کے تحت ناگا قوم کو یہ ضمانت دی گئی کہ

(۱) ناگاؤں کے مذہبی وسماجی رسوم

(۲) ناگا قوم کے مروجہ قوانین اور ضوابط

(۳) ناگاؤں کے رواجی قانون کے مطابق سول اور فوجداری مقدمات کی سماعت اور فیصلوں کے نظام کے متعلق پارلیمنٹ کے کسی قانون کا اطلاق ناگا ریاست پر نافذ نہیں ہوگا۔

(۱۱) ناگا قوم کے بعد میزو قوم نے بھی آزاد میزو ریاست کے لیے حکومت ہند کے خلاف بغاوت کردی اور مسلح ہوکر حکومت کے خلاف اتر آئے۔ حکومت نے پہلے تو ان کو طاقت کے ذریعے دبانا چاہا لیکن جب طاقت کا حربہ کامیاب نہ ہوا تو ان کو مذاکرات کی میز پر بلایا۔ چند شرائط کی بنیاد پر میزو قوم نے معاہدہ کیا اور اس کے بعد ہندوستانی شہریت قبول کی اور تبھی انہوں نے ہندوستان کا حصہ بنا قبول کیا۔ میزو قوم کے مطالبات کو مانتے ہوئے دستور میں ایک بار پھر ترمیم کی گئی اور دفعہ [371,G] کے تحت میزو قوم کے پرسنل لا کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

یہ فہرست تو صرف ایک نمونہ ہے ورنہ اس ملک میں قدم قدم پر اتنے الگ الگ رسم ورواج پائے جاتے ہیں کہ آپ ان پر پابندی لگانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے لیکن اس کے باوجود کہ ملک میں ہر قوم وقبیلہ کا اپنا اپنا پرسنل لا ہے کوئی کچھ نہیں بولتا مگر مسلمانوں کے پرسنل لا پر سب کی نگاہیں ٹیڑھی ہوتی ہیں، کیا یہ واضح طور پر مسلمانوں سے تعصب برتنا نہیں ہے؟

لا کمیشن کا سوال نامہ یا تعصب کا پٹارا؟

لا کمیشن نے تمام شہریوں کے لیے ایک سوال نامہ جاری کیا ہے جس میں یکساں سول

Marfat.com

کوڈ(Comman Civil code) کے بارے میں لوگوں کی رائے طلب کی ہے۔
اس سوال نامہ میں کل 16 سوالات کیے گئے ہیں جن میں گیارہ سوال تو ایسے ہیں جن کا جواب ہاں یا نا میں طلب کیا گیا ہے، یعنی آپ ہاں کہیں یا نا کہیں دونوں صورتوں میں حکومت کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ان سوالات میں اکثر کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ یہاں لاکمیشن کی بددیانتی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ایک طرف کہا جاتا ہے کہ سوال نامہ تمام شہریوں کے لیے ہے لیکن سوالات پوچھے جاتے صرف مسلم پرسنل لا کے متعلق۔ سوال نامہ میں بمشکل ایک دو سوال ہی ہندو اور عیسائی کمیونٹی سے پوچھے گئے ہیں۔ سوالات کو پڑھتے ہوئے پہلی ہی نظر میں لاکمیشن کا تعصب صاف نظر آتا ہے جیسا کہ ایک سوال میں پوچھا گیا ہے:

مسلم سماج سے تین طلاق کا خاتمہ کر دیا جائے؟

اس میں مناسب ترمیم کی جائے؟ یا پرانے قوانین کو باقی رکھا جائے؟

لاکمیشن کی نیت کا فتور پہلی ہی نظر میں دکھائی پڑتا ہے۔ حکومت کی شہ پر لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ کا مدعا اٹھا کر ملک میں بسنے والی دوسری سب سے بڑی اکثریت اور پہلی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی ہے اس سے پہلے بھی لاکمیشن ایسی حرکتیں کرتا رہا ہے جو سراسر مسلم دشمنی کو بیان کرتا ہے۔

لاکمیشن کی نیت کا فتور

لاکمیشن پہلے سے ہی اس تاک میں ہے کہ کسی نہ کسی طرح سول کوڈ کو نافذ کر کے مسلمانوں کو پریشان کیا جائے اور مذہبی تشخص کو مٹا دیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ لاکمیشن کا تعصب ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں بنگلور میں منعقد ایک پروگرام میں بولتے ہوئے لاکمیشن کے سابق چیرمین مسٹر گجندر گڈکر سابق جسٹس آف انڈیا نے کہا تھا:

''مسلمانوں کو یکساں سول کوڈ کو قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کر لینا

Marfat.com

چاہیے۔ اگر انہوں نے خوش دلی کے ساتھ یہ تجویز منظور نہیں کی تو قوت کے ذریعے یہ قانون نافذ کیا جائے گا۔'' (مسلم پرسنل لا کا مسئلہ نئے مرحلہ میں)

لاکمیشن کے سابق چیرمین کا یہ بیان ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ لاکمیشن کا مقصد صرف سول کوڈ کے نفاذ کی راہیں ہموار کرنا اور مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اس کے لیے راضی کرنا ہے۔ موجودہ سوال نامہ بھی اسی نظریے کی عکاسی کرتا ہے جس کا اظہار مسٹر گجندر گڈکر نے کیا تھا۔

تحفظ شریعت کے لیے ہماری ذمہ داریاں

یہ بات ملک کا ہر خاص و عام جان چکا ہے کہ موجودہ حکومت جو بڑے بڑے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ اقتدار میں آئی تھی۔ صرف ڈھائی سال کی مدت میں ہی عوام کے سامنے ایکس پوز ہو چکی ہے اور سب لوگ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ اس حکومت کے پاس ترقی کے لیے کوئی واضح نظریہ نہیں۔ ملک کی ترقی کی رفتار دھیمی پڑتی جارہی ہے، کسان بدحالی کا شکار ہیں، لاقانونیت بڑھتی جارہی ہے، کاروباری اچھے دنوں کی تلاش میں پریشان ہیں، ایک عام آدمی کے لیے روزی روٹی کا حصول مشکل سے مشکل ہوتا جارہا ہے۔ ایسے میں اپنی کمزوریوں کا چھپانے اور عوام الناس کو اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے حکومت اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے۔

کبھی لو جہاد، کبھی دادری، کبھی سرجیکل اسٹرائک، کبھی گورکشا، کبھی یوگا کے نام پر عوامی ذہنوں کو بھٹکانے کی پوری کوشش ہو رہی ہے۔ اسی کوشش کی تازہ کڑی میں یکساں سول کوڈ کا مدعا اٹھا کر مذہبی کشیدگی کو بڑھا کر اپنی ناکامیوں کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اس موقع پر ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم اس معاملے کو اتنا ہلکا نہ سمجھیں کہ معاملہ یوں ہی ختم ہو جائے گا بلکہ حکومت کے ارادوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل نہیں کہ حکومت آسانی اس مسئلے میں دبنے کے موڈ میں نظر نہیں آتی، ویسے بھی یکساں سول کوڈ کا نفاذ بی جے پی کے انتخابی منشور کا ایک حصہ ہے۔ ایسے میں بہت دانائی اور حکمت کے ساتھ ''تحفظ شریعت'' کی مہم چلانی ہے۔

Marfat.com

حکومتی مداخلت کے خلاف ہمارا ردِّعمل

جب سے یہ معاملہ سامنے آیا ہے تب سے ملک کے اندر تمام مذہبی حلقوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ہر طرف احتجاجی مظاہرے، دھرنے جلسہ وجلوس کے ذریعے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا جارہا ہے اور اگر خود ستائی کو بھی کسی سنجیدہ تحریک کے لیے جز ولاینفک تسلیم کرلیا جائے تو بہت کچھ ہورہا ہے۔ بیانات داغے جارہے ہیں، کانفرنسیں ہورہی ہیں، وارننگ دی جارہی ہے مگر حکومت پوری شان بے نیازی کے ساتھ اپنے راستے پر مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔ کوئی بھی دانا بینا شخص جس کی نظر افقِ سیاست پر اٹھنے والے گرد وغبار اور دیکھتے ہی دیکھتے چھا جانے والے طوفانوں پر ہے، یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ہمارے اربابِ علم ودانش بہت جلد اپنی خوش فہمیوں کے خول سے باہر نہ نکلے تو ان کا دامن صرف داغدار نہیں ہوگا بلکہ وہ مع اپنے حواریوں کے تاریخ کا گمنام حصہ بن جائیں گے۔

ہمارے پاس نہ تو جماعتوں کی کمی ہے اور نہ ہی قائدین کی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ قائدین کی کثرت ہی ہمارے اچھی خاصی پریشانیوں کی وجہ ہے تو بے جا نہ ہوگا لیکن محض نام سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ناموں سے ہی کچھ کام چلنے والا ہوتا تو اب تک ارشد مدنی ایوان کے درو دیوار اکھاڑ کر پھینک چکے ہوتے، منت اللہ رحمانی کے بیٹے ولی رحمانی صاحب بہت کچھ کر چکے ہوتے مگر یہاں عوام پر اثر انداز ہونے کے لیے جس درجے کے اعتبار کی ضرورت ہے اس کا فقدان نام نہاد قائدین کے یہاں صاف نظر آتا ہے۔ ارشد مدنی مع رابع حسنی ندوی مع جلال الدین عمری اور ولی رحمانی ظاہری طور پر سیاسی وملی امور میں بڑے نام مانے جاتے ہیں مگر خود ان کی جماعت کے افراد ان پر کتنا اعتبار کرتے ہیں سب پر ظاہر ہے۔ ''قائدین کے اسی اعتبار'' کی وجہ سے ان کی جماعتوں سے دس ہزار ایسے جاں نثار ڈھونڈ نکالنا مشکل ہے جو سڑکوں پر اتر کر حکومت وقت کے دیرینہ خواب کو زمیں دوز کرنے کی عزیمت کے حامل ہوں۔

Marfat.com

ہاں! اسی سرزمین پر ایک ایسی شخصیت بھی ہے جسے اپنوں کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ویسے بھی ہندوستانی مسلمان مزاجاً سنی بریلوی زیادہ ہیں۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری بریلوی ایک مقناطیسی شخصیت کے مالک ہیں، اصول پسند ہیں، سیاست سے دور رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت کے خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، سنیوں کے مردِ خاموش ہیں، بہت کم بولتے ہیں مگر جب بولتے ہیں تو ایوانوں میں زلزلہ آجاتا ہے۔ انہوں نے اس حساس مسئلے میں اپنا سکوت توڑتے ہوئے مردانہ وار حکومت کا نام لیکر اسے للکارا اور شریعت میں مداخلت سے باز رہنے کی تاکید کی۔ ضرورت ہے کہ بغیر کسی تعصب کے ''تحفظ شریعت'' کے لیے ان کے دست و باز و کو مضبوط کیا جائے اور ان کے قدم سے قدم ملاکر مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے۔

حکومت نے جو یہ تاثر دے رکھا ہے کہ کچھ ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی طرح پوری سنی جماعت بھی ان کی جیب میں ہے، تو حکومت کسی مغالطے میں نہ رہے۔ سنی حنفی صوفی مسلمان کسی سرکاری پلاننگ کے زرخرید نہیں بلکہ غلامانِ غریب نواز ہیں اور غریب نواز کی زندگی اس بات کا بانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ ظلم و جبر کے آگے جھکا نہیں جاتا بلکہ اسے اپنی نعلین سے زمین دوز کیا جاتا ہے۔

آیئے قدم اٹھائیں، شانہ سے شانہ ملائیں، اپنے قائد کے دست و باز و کو مضبوط کریں اور حکومت کو بتادیں کہ جس دستور کو اب تک سو سے زیادہ بار بدلا جاچکا ہے اس کے نفاذ کے لیے اس شریعت کو نہیں بدلا جاسکتا جو چودہ سو سال سے غیر متبدل ہے اور قیامت تک غیر متبدل رہے گی۔ اگر اس کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بدلنے والے خود تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیے جائیں۔

■■■

Marfat.com

باب چہارم

کثرت طلاق اسباب و تدارک

Marfat.com

معاشرے میں طلاق کی کثرت
اسباب وعلاج

مولانا شبنم کمالی

آپ شہر یا قصبہ کے کسی محلہ میں رہتے ہوں یا کسی گاؤں اور دیہات میں جہاں نکاح یا عقد کی مجلسوں سے آپ کا واسطہ پڑتا ہوگا وہیں طلاق کے بعد صلح اور معاملہ کی صفائی کے لیے پنچائتوں سے بھی آپ کو واقفیت ضرور ہوتی ہوگی۔ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ خود بھی ان دونوں مجلسوں میں شریک رہتے ہوں۔ ایک میں رضا ورغبت کے ساتھ اور دوسری مجلس میں ناگواری اور ناپسندیدگی کے ساتھ، بہر کیف! معاملہ جو بھی ہو مگر نکاح اور طلاق کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچتی رہتی ہے اور جب تک آپ کی زندگی ہے اس سے سابقہ پڑتا ہی رہے گا۔

مدارس اسلامیہ کے علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی تو پوچھئے ہی نہیں، روزانہ عجیب وغریب نت نئے مسائل ان کے سامنے آتے ہی رہتے ہیں۔ ایسے مسئلے بھی پیش نظر ہوتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے عقل وفہم دریائے حیرت میں غرق ہوجائے اور تعجب کے سمندر میں ڈبکیاں لگانے لگے۔ چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا نمونہ: میں اپنے مدرسہ میں تعلیم کے اوقات سے فارغ ہوکر بیٹھا تھا کہ تین کلومیٹر فاصلہ کے ایک گاؤں سے دو مسلمان ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ پوچھنے والے نے پوچھا میرے گاؤں میں ایک آدمی ہے جس کی بیوی زیادہ تر بیمار رہتی ہے اس کی سالی یعنی بیوی کی حقیقی بہن ہی کھانے پکانے کا کام انجام دیتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی سالی سے شادی کرے، کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ میں نے کہا دو سگی بہنوں کا بہ یک وقت نکاح میں جمع کرنا

Marfat.com

حرام ہے اس لیے یہ نکاح جائز نہیں ہوگا۔ آنے والے نے کہا حضور! اس کی بیوی بھی کہتی ہے کہ میری بہن سے نکاح کرلو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ طلاق بائن دیدے، اس سے تعلق ختم کرلے، اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرلے۔ سائل نے کہا کہ نہ بیوی طلاق لینے کے لئے تیار ہے نہ وہ آدمی اس کو چھوڑنے پر آمادہ ہے۔ چاہتا ہے کہ پہلی بیوی بھی رہے اور اس کی بہن سے نکاح بھی کرے اور وہ بھی اس کی زوجیت میں رہے۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا۔ سائل نے کہا غصہ مت ہوں کوئی صورت نکال دیں۔ میں نے کہا تم دونوں یہاں سے گھر چلے جاؤ اور پورے راستہ یہ کہتے رہنا کہ حرام ہے، حرام ہے۔ پورے گاؤں کا چکّر لگانا اور یہی کہتے رہنا، لوگ پوچھیں گے کہ کیا حرام ہے تو سب سے کہنا کہ دو حقیقی سگی بہنوں کا کسی مرد کے لیے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ ایک بیوی کے رہتے ہوئے اس کی اپنی حقیقی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، حرام ہے۔ وہ دونوں میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ایک نام نہاد مولوی نے بیوی کو طلاق دی بغیر اس کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح پڑھا دیا۔ معمول کے خلاف زیادہ رقم قاضیانہ میں لے کر ایک حرام نکاح کو بہ قول خود جائز کر دیا۔ میں نے عرض کیا کہ نکاح تو خیر کسی بھی صورت سے جائز نہیں ہوا، بلکہ اس پر اضافہ یہ ہوا کہ جو مولوی جان بوجھ کر اس جرم عظیم کا مرتکب ہوا، اس کا ایمان بھی رخصت ہوگیا اور اس کی بیوی بھی نکاح سے نکل گئی۔ اس پر تجدید نکاح اور تجدید ایمان لازم ہے۔ پہلے ایمان تب نکاح، ورنہ وہ بھی ہمیشہ دنیا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا۔

دوسرا نمونہ: تجدید نکاح میں لفظ تجدید کا بھی ایک روح فرسا واقعہ ملاحظہ کیجئے:!

یہ واقعہ قریب ہی کے ایک گاؤں کا ہے۔ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ چند مدارس کے مفتیوں سے الگ الگ اسی مسئلے کے لیے فتویٰ پوچھا گیا۔ ہر ایک کا جواب ایک ہی تھا کہ طلاق بائن ہوگئی اس لیے نکاح جدید کرنا ہوگا۔ کسی مفتی صاحب نے تجدید نکاح لکھا، بات ایک ہی تھی۔ لوگ اس کو لے کر گاؤں کی مسجد کے ایک امام صاحب کے پاس پہنچے۔ امام صاحب خیر سے نرے جاہل تھے۔ قرآن کی چند سورتیں یاد تھیں اور نماز کے موٹے موٹے مسائل اردو کی ابتدائی کتابوں میں پڑھے ہوئے تھے۔ اس فتویٰ کو دیکھنے کے بعد جو مسئلہ امام

Marfat.com

صاحب نے بتایا اور عمل کرایا وہ غور کرنے کے لائق ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہر مفتی صاحب نے ایک ہی طرح کا فتویٰ دیا ہے۔ اس لیے اب یہی کرنا ہوگا کہ دوسرے مرد سے اس کا نکاح پڑھا دیا جائے پھر وہ طلاق دیدے پھر عورت عدت گذارے، اس کے بعد پہلے شوہر سے نکاح پڑھا دیا جائے تب بیوی اس کی طرف لوٹے گی۔ لوگ ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لے کر امام صاحب کے پاس پہنچے، اس سے مطلقہ عورت کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ جاہلانہ دستور کے مطابق نکاح تو ضرور پڑھا دیا گیا مگر اس عورت نے دوسرے شوہر سے کوئی رابطہ کسی قسم کا نہیں رکھا، اس طرح دو ماہ کے قریب گزر گئے۔ اتفاق سے اسی گاؤں میں ایک مفتی صاحب کسی مجلس میں تشریف لے گئے۔ اسی فتویٰ اور اس پر عمل کا ذکر کیا گیا۔ امام صاحب کے فیصلہ اور نکاح کی بات بھی سامنے آئی۔ مفتی صاحب سخت ناراض ہوئے۔ امام صاحب نے نکاح جدید یا تجدید نکاح کا معنیٰ ''حلالہ'' سمجھا تھا جو طلاقِ مغلظہ کی صورت میں پہلے شوہر کی طرف لوٹنے میں ضروری ہوتا ہے۔ جاہل امام نے جدید اور تجدید کا معنیٰ نہیں سمجھا پھر حلالہ کی منزل میں لا کر جس جرم عظیم کا ارتکاب کیا وہ قابلِ گردن زنی ہے۔ صاف بات تھی وہ کہہ دیتا کہ اس کا مطلب نہیں سمجھتا، کسی عالم دین سے پوچھئے بات یہاں تک نہیں بڑھتی۔ معنیٰ صرف یہ تھا کہ طلاق دینے والے شوہر سے دوبارہ نکاح پڑھا دیا جائے۔ طلاقِ بائن کا مسئلہ یہی ہے کہ اگر شوہر اپنی مطلقہ بیوی کو لوٹانا چاہے تو اپنی بیوی کی رضامندی کے بعد پھر متعین کردہ دین مہر پر دوبارہ نکاح کرے، اسی کو تجدید نکاح کہتے ہیں۔

چونکہ جاہل امام کے غیر مرد سے نکاح پڑھانے کے باوجود اس سے زن و شوہر کے تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے اور رواج حلالہ کے مطابق ایک دن کے بعد اس نے طلاق بھی دے دی تھی۔ اس لیے انتہائی تحقیق و تفتیش کے بعد مفتی صاحب نے پوری بات سمجھا دی پھر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح پڑھا دیا گیا۔ خیر یہ تو جہاں تک ہونی تھی، ہوئی، لیکن مفتیانِ کرام کے لیے بھی لازم ہے کہ جواب آسان الفاظ میں اس طرح عطا فرمائیں کہ معمولی علم والا بھی اچھی طرح سمجھ جائے۔ ویسے جدید یا تجدید بھی کوئی بھاری لفظ نہیں تھا مگر جاہل امام نے اپنے علم سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بھی اس کیلئے دشوار اور بھاری لفظ تھا۔

Marfat.com

تیسرا نمونہ: یہ دلچسپ واقعہ بھی میری تجرباتی زندگی سے متعلق ہے۔ گاؤں کا ایک آدمی میرے پاس حواس باختہ حاضر ہوا۔ اس نے کہا مولانا صاحب! ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ میں نے کہا پوچھئے۔ اس آدمی نے کہا کہ ایک آدمی نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیا، میں نے تجھے طلاق دیا، دومرتبہ یہ جملہ زبان پر لایا، اس مسئلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے۔ اس واقعہ کو چار مہینے ہوگئے۔ میں نے کہا طلاق رجعی ہوئی مگر عدت گزرنے کے بعد بائن ہوگئی۔ اس نے کہا اس کی وضاحت کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ طلاق تو ہوہی گئی مگر یہ ایسی طلاق ہوئی کہ بیوی کی مرضی معلوم کرنے کے بعد پھر دوبارہ اسی سے نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ نکاح کے بغیر اس سے میاں بیوی کے تعلقات قائم کرنا درست نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔ میں نے کہا کہ پاگل اور دیوانہ تو نہیں ہوگیا تھا۔ اس نے کہا کہ نہیں! میں نے اسے سمجھایا کہ طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے، پیار اور محبت میں نہیں۔ اس لئے طلاق واقع ہوگئی پھر اس شخص نے کہا کہ اس کی بیوی حمل سے ہے۔ میں نے کہا کہ اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت حمل کے وضع ہوتے ہی پوری ہو جائیگی لیکن یہ سمجھنا کہ حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی یہ بات بالکل ہی غلط ہے، طلاق واقع ہوگئی۔ وہ شخص اتنی بات پر بھی خاموش نہیں ہوا، اور ترکش کا آخری تیر اس طرح چھوڑا کہ حضور جس شخص نے اپنی بیوی کو وہ جملے کہے اس نے ''ط'' سے طلاق نہیں دی تھی بلکہ ''ت'' سے تلاق دی تھی۔ اس کی نیت صرف ڈرانے اور دھمکانے کی تھی۔ جدا کرنے اور چھوڑنے کی ہرگز نہیں تھی۔ میں نے کہا کیا اس شخص نے یہ جملہ استعمال کرنے سے پہلے دو تین آدمیوں کو اس کے لئے گواہ بنالیا تھا کہ میں اپنی بیوی کو ''ت'' سے تلاق دوں گا اور میری نیت صرف ڈرانے اور دھمکانے کی ہے۔ اس نے کہا کہ ایسا تو نہیں کیا۔ میں نے جواباً کہا کہ شریعت کا فتوی ظاہری الفاظ میں ظاہر پر ہوتا ہے۔ یہ کوئی کنایہ کا مسئلہ نہیں جس کے لئے نیت معلوم کی جائے۔ اس لئے تلاق اگرچہ ملنا کے معنی میں ہے مگر یہاں چونکہ پہلے سے کوئی شاہد تقریری یا تحریری طور پر نہیں، اس لئے منھ سے بولے ہوئے کو طلاق ہی سمجھا جائے گا۔ یہ جواب سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مجرم کوئی دوسرا نہیں

Marfat.com

تھا وہ خود ہی تھا۔ طلاق دیدینے کے بعد لغات کشوری میں طلاق اور تلاق کا معنی دیکھ کر آیا تھا اور کسی طرح دوسرا نکاح کئے بغیر بیوی کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ بیوی اور اس کے متعلقین اس کی شرارتوں کی بنا پر اس سے گلوخلاصی چاہتے تھے جس کا موقع خود اس شخص نے آسانی سے دیدیا تھا۔

چوتھا نمونہ: ایک اور حادثہ اسی قسم کا میرے ذہن میں محفوظ ہے اگرچہ یہ میرے دور طالب علمی کا واقعہ ہے۔ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں استاذ محترم حضرت مولانا مقبول احمد صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں زیر درس تھا۔ ایک نوگرفتار بلا طلاق کا مسئلہ لے کر اسی عالم میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ مولانا صاحب میں نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں طلاق دے دیا ہے۔ حضرت نے پوچھا تم نے کتنی مرتبہ طلاق دی۔ اس نے کہا سات آٹھ مرتبہ طلاق کا لفظ کہا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا تین مرتبہ ہی طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور تمہاری بیوی تمہارے لئے حرام ہوگئی۔ جا، مردود یہاں سے چلا جا۔ بھاگ، جلدی بھاگ۔ اس نے کہا ذرا سنئے تو میں شراب پی کر نشہ میں تھا۔ حضرت نے کہا تب اور بھی حرام ہوگئی۔ جلدی یہاں سے بھاگ۔ اتنا کہنے پر بھی جب وہ آدمی نہیں اٹھ رہا تھا تو استاذ محترم نے ہم لوگوں سے کہا کہ کمرہ سے میری لاٹھی جلدی لاؤ، یہ ایسے نہیں بھاگے گا۔ حکم کی تعمیل میں کوئی لاٹھی لانے کے لئے کمرہ میں داخل ہوا اور وہ شخص اٹھ کر تیز قدم سے گیٹ کی طرف روانہ ہوگیا لیکن پیچھے مڑمڑ کر دیکھتا بھی تھا کہ کہیں لاٹھی لے کر مولانا صاحب آ نہ رہے ہوں۔ خیریت یہ ہوئی کہ مولانا صاحب علیہ الرحمہ لاٹھی ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شخص اس وقت بھی شراب پئے ہوئے تھا۔ اسی لئے حضرت جلال میں آگئے تھے۔ استاذ محترم نے بعد میں مسئلہ واضح کیا کہ شراب جو نشہ آور ہو اس کا پینا قطعی حرام ہے، لیکن یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ جب آدمی کے دماغ پر نشہ چڑھ جاتا ہے تو پھر اسے کسی بات کی تمیز نہیں رہتی بلکہ وہ اس کے بعد کھڑا بھی نہیں رہ سکتا، زمین پر گر جاتا ہے اس لئے نشہ میں طلاق دینے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی نشہ آور چیز کو استعمال کر کے کچھ بولتا ہے تو وہ بہر حال ہوش میں رہتا ہے اور اپنی غلطی یا شرارت کے

Marfat.com

بعد نشہ کو بہانہ بناتا ہے۔ جب تک ہوش میں رہے گا تمیز بھی کرے گا اور کچھ بولے گا بھی۔ جب ہوش کھودے گا پھر وہ کچھ نہیں بول پائے گا اور اگر کچھ بولے گا تو اول فول بولے گا۔ طلاق طلاق ہی کیوں بولے گا۔ اس لئے ایسا بہانہ کرنے والوں کی کسی بات کو بھی تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے تقریب فہم کے لئے چند مثالیں پیش کر دیں۔ ان مثالوں کے ذریعہ اپنے گاؤں، قصبہ، محلہ اور ماحول کا جائزہ لیجئے۔ خدا کرے آپ کو ایسی صورت نظر نہ آئے اور ایسے معاملات آپ کے سامنے نہ آئیں، مگر چونکہ میرا ایک ادارہ سے تعلق ہے۔ پھر ایک مقرر کی حیثیت سے زیادہ تر قریبی، کبھی دور دراز علاقوں میں سفر کرنے کے مواقع اکثر و بیشتر ملتے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے حادثوں اور واقعوں سے واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے، بلکہ تجربات کی بنا پر میں یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوں کہ اس دور پر فتن میں طلاق کی وبا زوروں سے بڑھتی جا رہی ہے اور پورا معاشرہ متاثر دکھائی دے رہا ہے۔

طلاق کی زیادتی کے اسباب کیا ہیں؟ اس میں سب سے پہلا قصور احکام الٰہیہ اور فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یا تو عدم واقفیت کا ہے یا جان بوجھ کر بے عملی اور بے راہ روی کا ہے۔ جب دلوں سے خوف خدا دور ہو جائے، آخرت کے عذاب کو فراموش کر دیا جائے۔ گمراہی اور عیاشی کو زندگی کا منشا سمجھ لیا جائے تو یہ برائی دوسری بہت سی برائیوں کے ساتھ ماحول اور معاشرہ میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ عریانی، فحاشی اور بے پردگی کو جب انسان فیشن سمجھنے لگے تو اس فیشن کی گود میں ''طلاق'' کا روگ جنم لے گا ہی۔

تلک اور جہیز کی پیش کش یا اس کا مطالبہ اس قدر عام ہوتا گیا کہ عورتیں بے قدر ہوتی چلی گئیں۔ سستی اور بے قیمت چیزوں کی اہمیت ہی کیا ہے۔ کہاں تو یہ ہونا چاہئے کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق نکاح کے لئے عورتوں کے ولی کو رقم ملنی چاہئے۔ خواہ وہ مہر کی شکل میں ہو یا اس کے گھر جانے والے مہمانوں کے خرچ کو پورا کرنے کی صورت میں ہو، مگر اس کے برعکس ہوتا یہ ہے کہ لڑکی والے ہی لڑکوں کو (دلہن والے ہی دولہا کو) منہ مانگی رقم دیتے ہیں، یا اپنی امیری اور شان دکھانے کے لئے پیش کش کرتے ہیں۔

Marfat.com

صاحب دولت اور اہل ثروت تو اپنی ریاست اور ناموری کے لئے بہت کچھ دے دیتے ہیں لیکن اوسط طبقہ کا آدمی اپنی عزت اور ناداری کی چکی کے دو پاٹ کے درمیان پس کر رہ جاتا ہے۔ جب ایک معمولی حیثیت والا انسان جو شرافت، نجابت، علم و ادب اور اخلاق میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہو لیکن دنیاوی دولت کے اعتبار سے وہ کم ترین لوگوں کے زمرہ میں آتا ہو۔ اپنی بچی کے عقد نکاح اور رخصتی کے متعلق سوچتا ہے تو ہر وقت اسے یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ دولہا والوں کی خواہشات اور مطالبات میں کمی کے باعث میری بیٹی ظلم وزیادتی کی شکار نہ بنا دی جائے۔ گویا طلاق کی زیادتی میں تلک اور جہیز کی کثرت کا بھی مکمل دخل ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ زیادتی میں سارا قصور مردوں ہی کا ہے، عورتیں بالکل ہی بے دوش ہیں۔ قصور اور فتور کا سبب کہیں کہیں عورتوں میں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن مردوں کی بہ نسبت ان کی تعداد کم ہے۔ ہاں میں اتنا ضرور ہی کہہ سکتا ہوں کہ عورتوں کو اس راستہ پر لانے میں زیادہ تر مردوں ہی کا ہاتھ پایا جاتا ہے۔ یعنی بے پردگی، غیر محرموں سے بے حجابی، دین سے عدم واقفیت، غیر اسلامی ماحول، تربیت کا فقدان اور جہالت، یہ تمام خرابیاں عورتوں کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وہ جراثیم ہیں جنہوں نے معاشرہ کو تباہ کر رکھا ہے۔ عورتیں خاص کر اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ مندرجہ ذیل امور پر خصوصی توجہ دی جائے:

قابل اصلاح امور: (۱) ہر مسلمان گھرانے میں خواہ وہ امیر گھر کا ہو یا فقیر کا، صاحب اقتدار کا ہو یا کسی عاجز ونادار کا، بچوں کو ابتدا میں دینی تعلیم ضرور دی جائے۔ لڑکا ہو یا لڑکی اس کے لئے دینی معلومات اس قدر بے حد ضروری ہے کہ وہ فرائض دینیہ کو اچھی طرح سمجھ جائے۔ اسلامی اخلاق وکردار کی چھاپ اس پر پوری طرح لگ جائے۔ پھر جو بھی تعلیم حاصل کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔ بہ قول اکبر الہ آبادی ؎

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

یہ تو لڑکیوں کی بات ہوئی۔ لڑکوں کے متعلق بھی اکبر الہ آبادی کا یہ شعر پیش نظر رہے ؎

Marfat.com

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

(2) گھر کا ماحول بہر حال اسلامی رہنے دیا جائے۔ والدین اور سرپرست حضرات نماز کے پابند ہوں۔ بول چال، رہن سہن، اور لباس میں تو اس کا خیال رکھیں ہی، ساتھ ہی نئی تہذیب کے مہلک جراثیم سے اپنے وجود کو اور اپنی نسل کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ بہ قول اقبال ۔

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

غیر مردوں سے بے حجابی، لباس میں عریانیت، کافرانہ اور مشرکانہ تہذیب کو رقص وسرور، اور عیاشی وفحاشی کی صورت میں اپنے گھر میں جگہ دینا انتہائی خطرناک حادثہ ہے جس سے اپنے کو بچانا ہر حال میں لازمی سمجھیں۔

(3) نکاح کے لئے رشتہ کی تلاش میں ایسے گھر کو ترجیح دیں جہاں کا ماحول مذہبی اور شریفانہ ہو، خواہ وہ غریب کا گھر ہی کیوں نہ ہو، زراعت، ملازمت، تجارت یا صنعت وحرفت کے ذریعہ کھاتا پیتا گھرانہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ لڑکا اگر شریف، مذہبی، صحت مند اور ضرورت کے مطابق بھی تعلیم یافتہ ہو تو کافی ہے۔ اس طرح لڑکی کے ضمن میں بھی شرافت، دیانت، صحت، سلیقہ اور مذہبی تعلیم ہی کو انتخاب کے لئے درجہ اول میں رکھیں۔ دولت معیار شرافت نہیں اور ازدواجی زندگی کو پائیدار بنانے کے لئے مطالبۂ زر یا جہیز کا حرص کرنے والے لوگوں سے قطعی اجتناب کریں۔ اگر اس کے لئے آپ کو مالی حیثیت سے اپنے سے کم والا گھرانہ بھی ملے تو اسے ترجیح دیں۔

تقدیر اور قسمت کا خالق اللہ عزوجل ہے۔ ایک فقیر دولت مند ہو سکتا ہے اور صاحب دولت محتاج ونادار ہو سکتا ہے، لیکن شرافت ونجابت، خلوص ودیانت، مذہبی رواداری اور جذبۂ اخلاق وہ انمول دولت ہے جس کے مقابلہ میں تمام دولت، تمام عہدے تمام ڈگریاں اور تمام دنیاوی شان وشوکت بیکار ہے۔ اس لئے آپ کی نگاہ بہر حال اسی پر ہونی چاہئے۔

Marfat.com

(4) تقریب نکاح میں انتہائی سادگی اور کفایت کو عمل میں لائیں۔ دونوں طرف کے اخراجات انتہائی کم ہوں۔ اتنے کم کہ ان کا کوئی وقتی اثر بھی نہ پڑ سکے۔ بے جا تکلفات، ریاکاری اور نام و نمود سے کلی طور پر اجتناب کریں۔ اگر ایسا کیا گیا تو انشاء اللہ مستقبل فتنہ وفساد سے محفوظ رہ سکے گا اور طلاق جیسے جرم کا ارتکاب کم کرنے میں یہ فعل معاون ثابت ہوگا۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ظاہری شان و شوکت دکھانے والے افراد معاشی حیثیت سے تباہ و برباد ہو گئے۔ صاحب مال و دولت پیسہ پیسہ اور دانہ دانہ کے محتاج بن گئے۔

(5) اگر شوہروں کو اپنی رفیقہ حیات کے ضمن میں بدکرداری کے علاوہ کوئی اور دوسری شکایت ہو تو اصلاح کے لئے یہ تدبیر بتادی گئی ہے کہ پہلے آپ اسے نرمی اور محبت سے سمجھائیں۔ اگر اس پر وہ نہ سمجھے تو اپنا بستر اور کمرہ الگ کر کے اس سے کچھ دنوں کے لئے بات چیت بند کر دیں۔ اس پر بھی اگر اصلاح نہ ہو تو پھر اس کے میکہ کے لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے یا تو ان کے ذریعہ سمجھائیں یا اتنے دنوں کے لئے ان کے ہمراہ میکہ لے جانے کو کہیں جب تک حالت مناسب اور قابل قبول نہ ہو جائے۔ اس عمل کے بعد بھی اگر نباہ کی صورت پیدا نہ ہو سکے تو دونوں فریقوں کے رشتہ داروں کے درمیان گفتگو کے بعد اسے طلاق دے دیں۔ اس صورت میں بھی ایک ہی طلاق کافی ہے کیونکہ عدت گزرنے کے بعد اگر بیوی پہلے شوہر کی طرف لوٹنا چاہے تو نکاح جدید کے بعد لوٹ سکتی ہے، ورنہ اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، لیکن بیک وقت تین مرتبہ طلاق دے دینے سے رشتہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جاتا ہے۔ پھر پہلے شوہر کی طرف منسوب ہونے میں حلالہ جیسے مذموم فعل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

میری اس تحریر کا مقصد محض یہ ہے کہ اپنے معاشرہ اور ماحول کو پاکیزہ بنایئے۔ اسلامی ضابطہ اور دستور کو جان و دل سے عزیز رکھئے۔ نکاح میں رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اسلاف صالحین کی سنت کو نمونہ عمل بنایئے اور طلاق کی بدترین وبا سے اپنے وجود اپنے گھر اور اپنے سماج کو دور رکھئے۔ ورنہ معاشرہ کی تباہی و بربادی کے ساتھ ساتھ حلال اور حرام کا فرق اٹھ جائے گا اور پوری نسل ہی برباد ہو جائے گی۔

Marfat.com

سماج میں کثرت طلاق کے اسباب

ایک معروضی جائزہ

▪ مولانا مبارک حسین مصباحی

اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بے جا اعتراضات اور ناروا میڈیائی حملے اب کوئی نئی بات نہیں رہے، اہل علم ودانش اب ان اعتراضات کے مضمرات سے بھی واقف ہونے لگے ہیں، لیکن دراصل ان کا نشانہ یہ ہے کہ ہم اپنی باتوں کو اتنی بار دہرائیں کہ دنیا انہیں حق جان کر اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنے لگے اور متلاشیان حق ایک مذہب کی حیثیت سے بھی اسلام کے مطالعہ سے گریز کریں۔ آج کل مسلمانوں کی ازدواجی زندگی اور مسئلہ طلاق کو لے کر بڑا واویلا مچایا جارہا ہے۔ میڈیا میں مختلف جہتوں سے مسئلہ طلاق کو اس تأثر کے ساتھ اچھالا جارہا ہے گویا کہ اسلام نے مرد کو طلاق کا اختیار دے کر کوئی ظلم کا ہتھیار دے دیا ہے، جس سے وہ صنف نازک کو مسلسل ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا ہے، اور مظلوم خواتین اسلام کے حال زار پر علما اور مسلم دانشوروں کی حیثیت خاموش تماشائیوں کی ہے، جنہیں مسلم خواتین کے تعلق سے نہ کوئی غم ہے اور نہ ہمدردی۔

معاشرے میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح یقیناً تشویشناک ہے۔ ذیل میں ہم اس کے اسباب اور تدارک پر گفتگو کریں گے، اس سے پہلے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ طلاق کی وارداتیں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ دیگر قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ عائلی زندگی میں قتل وغارت گری سے جلنے جلانے تک کے حادثات سے ہر روز اخبارات بھرے رہتے ہیں۔ کسی نئی نویلی دلہن کو نذر آتش کرنے سے ہزار درجہ بہتر تو یہی ہے کہ طلاق دے کر اسے

Marfat.com

اس کے خاندان میں لوٹا دیا جائے۔ معاشرے میں طلاق کی کثرت کے اسباب میں ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے شادی بیاہ کی رسموں کو غیروں سے مستعار لے لیا ہے اور شادی کی تقریبات و معاملات میں مغربی اقوام کے آزادانہ رسم و رواج کو اختیار کر لیا ہے۔ ان حالات میں زوجین کے درمیان اختلافات اور طلاق کی شکل میں نتائج کا برآمد ہونا لازمی امر ہے۔

اسلام کا عطا کردہ نظامِ زندگی ایک کامل دستورِ حیات ہے۔ اسی طرح اس کا عائلی نظام بے پناہ خوبیوں اور حکمتوں سے لبریز ہے، دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال نہیں پیش کر سکتی، اگر مسلمان آج بھی اسلام کے معاشرتی اور خاندانی نظام پر عمل پیرا ہو جائیں تو دیکھتے ہی دیکھتے ہواؤں کا رخ سوئے حرم پھیر سکتے ہیں اور مسلم معاشرہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز تصویر بن کر ابھر سکتا ہے۔ رشتۂ ازدواج کے اصول و آداب کو نظر انداز کر کے آپ لاکھ تدبیریں کریں، نتائج غیر متوازن ہی سامنے آئیں گے۔ دراصل اسلام کے عائلی نظام میں بجائے خود ان تدابیر اور حکمتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے جن سے میاں بیوی کے کاروانِ حیات میں خزاں نہ آئے، سدا موسمِ بہار رہے، مگر افسوس بعض علماء اور مسلم دانشور، مخالفین کے پروپیگنڈے سے اتنے متاثر ہو جاتے ہیں کہ وہ اسلامی نظام کی بالادستی کی تفہیم کی بجائے فکری انفعالیت کا شکار ہو کر مسائلِ اسلام پر ہی نظرِ ثانی کی بات کرنے لگتے ہیں اور میڈیا کے سامنے اسلام کے تعلق سے معذرت خواہانہ طرزِ فکر اختیار کر کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے رسوائی کا سامان ہو جاتے ہیں۔ جب علماء اور مسلم دانشور مختلف الخیال ہو کر میڈیا کے روبرو ہوتے ہیں تو، اس سے ایک طرف مسلم عوام فکری و عملی طور پر انتشار کا شکار ہوتی ہے اور دوسری طرف مخالفین کو مضحکہ خیزی کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر مسئلۂ طلاق کو اس شدت سے اچھالا جا رہا ہے، کہ لفظ طلاق برقعہ پوش خاتون کے لیے ظلم کا استعارہ بن گیا ہے۔ انسانی فکر کو مثبت یا منفی بنانے میں بلاشبہ میڈیائی پروپیگنڈے کا بڑا مؤثر رول ہوتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اب ہمارے مسلم معاشرے کو بھی یہ احساس ستانے لگا ہے کہ طلاق کی کثرت پر قابو

Marfat.com

پانے کے لیے مسلم پرسنل لا کے کچھ گوشوں میں تبدیلی کرنا چاہئے۔ یہ منفی سوچ اس لیے پیدا ہوئی کہ ان لوگوں نے اسلام کے عائلی نظام کا گہرائی سے مطالعہ نہیں کیا اور نہ مسلم معاشرہ میں کثرت طلاق کا گہری نظر سے جائزہ لیا ہے۔ ورنہ سچی بات یہی ہے کہ اگر آپ مسلم معاشرہ کی واردات طلاق کا جائزہ لیں تو آپ اس حقیقت کا اعلان کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ 90 رفیصد طلاقیں صرف اس لیے واقع ہوتی ہیں کہ زوجین یا ان کے اہل خاندان نے اسلام کے عائلی نظام کی پاسداری نہیں کی، یا زوجین اسلامی زندگی کے اصول وآداب سے ناواقف تھے۔ قانون شکنی یا قانون سے لاعلمی یہ قانون کی کمزوری نہیں بلکہ اس شخص کی مجرمانہ کوتاہی ہے جس نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ اب عقلمندی یہ نہیں ہے کہ مجرمین کو سزا سے بچنے کی تدابیر کی جائیں بلکہ دور اندیشی یہ ہے کہ لوگوں کو قانون اور اس کے احترام وادب سے آشنا کرایا جائے۔ اب ذرا سنجیدگی سے اسلام کے نظام نکاح وطلاق کا سرسری جائزہ لیں کہ رشتۂ ازدواج کو مستحکم بنانے کے لیے منزل بہ منزل کتنی فکرانگیز تدابیر کو اختیار کیا گیا ہے۔ حکمتوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں عقلیں ورطۂ حیرت میں ڈوبتی چلی جاتی ہیں۔

دنیا کے دیگر اہل مذاہب یا اہل حکومت نے شادی کا جو بھی مفہوم متعین کیا ہے، ہم سردست اس بحث میں نہیں جانا چاہتے۔ اسلام اسے (شادی کو) میثاق غلیظ اور ایک انتہائی عہد تصور کرتا ہے، شادی خود زندگی، زوجین کے باہمی ارتباط، سماجی فلاح اور نسل انسانی کی بقا کا جس طرح ایک باوقار اور بامقصد معاہدہ ہے، اس سے کہیں زیادہ اللہ ورسول کے ساتھ عہد وپیمان ہے۔ اس عقد نکاح میں معاہدوں کی باہمی تکمیل، وفاشعاری، خود افروزی، پیار ومحبت، امن وشانتی، باہمی اعتماد، دوامی اطمینان، دردمندی، عزم تازہ اور استقامت وثبات قدمی کا بھی غیر متزلزل عقد شامل ہوتا ہے۔ اس عقد میں شک وارتیاب، بے اطمینانی اور بے اعتمادی کا کوئی گزر نہیں ہوتا، اسلام میں شادی کا تصور خیر مسلسل سے عبارت ہے، جس میں وقت نکاح شکست وریخت کا دھندلا سا خیال بھی گناہ بردوش معلوم ہوتا ہے۔

جامعۃ الازہر کے استاذ ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی لکھتے ہیں: ''اسلام شادی کو بہت ہی سنجیدہ معاہدہ سمجھتا ہے، اس لیے اس نے چند تدابیر ایسی تجویز کردیں کہ جن سے ازدواجی بندھن کو

Marfat.com

جتنا مضبوط بنانا انسان کے بس میں ہے وہ بن جائے، متعلقہ فریقین کو کوشش کرنی چاہئے کہ مناسب عمر، عمومی توافق و ہم آہنگی، معقول مہر اور دیگر تحائف جو شوہر بیوی کو دیتا ہے، بہی خواہی، آزدانہ رضا مندی، بے غرضانہ سرپرستی، معزز اور موقر عزائم اور مدبرانہ قوت فیصلہ کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ موافقت پائی جاتی ہو، اور پیدا کی جائے، جب فریقین ازدواجی معاہدے میں شریک ہورہے ہوں تو اس وقت بندھن کو دائمی بنانے کا ارادہ ہونا چاہئے، اتفاقیہ اور عارضی ارادوں کے تصور سے بالکل پاک ہونا چاہیے۔"

جب عقد نکاح سے پہلے زوجین اور ان کے اہل خانہ کے دلوں میں نکاح کا یہ پاکیزہ اور اسلامی تصور موجزن ہوگا تو چند بولوں کا معاہدہ زندگی بھر کی رفاقت واستقامت کے شیریں تصور کے ساتھ آگے بڑھے گا اور سانسوں کے زیروبم سے پیدا ہونے والا ہر لمحہ محبت افزا اور فرحت بخش ہوگا۔ اسلام کے نظریہ نکاح میں فطرت انسانی کی تکمیل کے ساتھ پوری کائنات کا عدل وامن مضمر ہے۔ اسلام میں جس طرح تجرد و رہبانیت، برہمچاریہ اور سنیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسی طرح شہوت رانی، زنا کاری، عیاشی، اور جنسی جنوں خیزی کا بھی کوئی گزر نہیں، یعنی عقد نکاح عین فطرف انسانی اور ارشاد ربانی کے مطابق پاکیزہ اور حیات آفریں معاہدہ ہے، قرآن عظیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (نسا، آیت: 24)

(ترجمہ): اور ان محرمات کے سوا تمہارے لیے حلال کی گئیں اس طرح کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ قید نکاح میں لاؤ۔ شہوت رانی سے بچتے ہوئے طلب کرو، پھر ان میں سے تم جنہیں نکاح میں لانا چاہو، ان کے مقرر مہر انہیں ادا کرو۔

اس آیت کریمہ کا ایک رخ غیر عورتوں سے آزدانہ میل ملاپ، زنا کاری اور فحش کاری کے خلاف شدید وعید ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الافاضل تفسیر خزائن العرفان میں رقم طراز ہیں: اس سے حرام کاری مراد ہے اور اس تعبیر میں تنبیہ ہے کہ زانی محض شہوت رانی کرتا اور مستی نکالتا ہے اور اس کا فعل غرض صحیح اور مقصد حسن سے خالی ہوتا ہے، نہ اولاد حاصل کرنا،

Marfat.com

نہ نسل و نسب محفوظ رکھنا۔ نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا۔ ان میں کوئی بات اس کو مدنظر نہیں ہوتی وہ اپنے نطفہ و مال کو ضائع کر کے دین و دنیا کے خسارہ میں گرفتار ہوتا ہے۔

قرآن عظیم کی ایک دوسری آیت کریمہ میں فلسفۂ شادی سے متعلق ارشاد ربانی ہے:"ومن اٰیته آن خلق لکم من أنفسکم ازواجکم لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودّۃ ورحمۃ اِنّ فی ذالك لاٰیٰت لقومٍ یّتفکرون" (الروم، آیت:21)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں، دھیان کرنے والوں کے لیے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی حکمت اور اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوّج فانه اغضّ للبصر واحسن للفرج۔ ومن لم یستطع فعلیه بالصّوم فانّه له وِجاء"(مشکوۃ، ص:267)

اے جوانو! تم میں سے جس کو بار نکاح کی طاقت ہو وہ شادی کرے، کیونکہ یہ نگاہ نیچی رکھنے اور جائے شہوت کی حفاظت میں زیادہ کارگر ہے اور جسے وسعت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ یہ اس کے لیے شہوت شکن ہوگا۔

قرآن و حدیث کے ارشادات کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ اسلام میں نکاح نہ شہوت رانی اور نہ عیش کوشی کا ذریعہ ہے اور نہ کوئی تجارت اور نہ جزوقتی معاہدہ، بلکہ دونوں میں محبت افروزی، تطہیر نفس اور رضائے مولیٰ کا تازیست عہد و پیمان ہے۔ اس لیے یہاں اختلاف وطلاق کا دور تک کوئی امکان نہیں۔ اب ہم ذیل میں نکاح سے متعلق اسلام کی دیگر احتیاطی تدابیر کا ذکر کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے کافی حد تک طلاق کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں۔

اسلام میں عقد نکاح سے قبل کفو کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی نظریہ بھی یہی ہے کہ ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے اور باہمی عدم توازن کی وجہ سے سفر حیات مشکل ہو کر طلاق تک نہ پہنچ جائے۔ رسول کریم نے ارشاد فرمایا: "ولا یزوجن الامن الاکفاء" یعنی

Marfat.com

عورتوں کا نکاح ان کے ہم پایہ مردوں سے ہونا چاہیے۔

ہدایہ میں اس کی علت بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رقم طراز ہیں: "ولان انتظام المصالح بین المتکافین عادۃً لان الشریفۃ تابی ان تکون مستفرشۃ للخسین فلا بد من اعتبارھا" (ھدایہ اولین، صفحہ 299)

اس لیے کہ عادۃً وہی جوڑے باہم خوشگوار زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہیں جو باہم کفو ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ عالی خاندان کی عورت پست مرتبہ مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے میں شرم و عار محسوس کرے گی اس لیے کفو کا اعتبار ضروری قرار دیا گیا۔

اس عبارت سے کفو کی حکمت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفو کا اعتبار مرد کی جانب سے ہے، عورت چاہے کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو، وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مرد کی کفو ہو سکتی ہے، لیکن اگر کوئی پست مرتبہ مرد علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے اونچے مقام پر فائز ہو جائے تو اس کا نکاح اعلیٰ مقام کی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔

کفو کا مرحلہ طے ہونے کے بعد میاں بیوی کے انتخاب کی باری آتی ہے، اور یہ بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے۔ یہاں ذرا سی چوک کا خمیازہ زندگی بھر بھگتنا پڑتا ہے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے کا معیار بگڑ گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ زوجین میں کثرت سے اختلاف و انتشار کے واقعات رونما ہو رہے ہیں اور ان میں سے بہت سے اختلافات طلاق تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسلام نے لڑکی اور لڑکے کے انتخاب میں حسن خلق اور دینداری کو معیار قرار دیا ہے۔ لڑکے کے انتخاب کے تعلق سے ارشاد رسول ہے:

اذا خطب احد کم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ۔ وان کان فیہ۔ اذا جاء کم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ

جب لڑکے والا تمہاری لڑکی سے رشتہ کا پیغام بھیجے تو اگر تم لڑکے کے دین و اخلاق سے مطمئن ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دو۔ (آپ کے اس ارشاد پر صحابہ نے عرض کیا) اگر اس میں کوئی جسمانی اور مالی کمی ہو جب بھی (ارشاد ہوا) جب بھی ایسا رشتہ آئے جس کے

Marfat.com

دین واخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کا نکاح اپنی لڑکی سے کردو۔

لڑکی کے حسن انتخاب کے سلسلہ میں بھی اسلام کا نقطۂ نظر ذیل میں ملاحظہ فرمایئے، ارشاد رسول ہے: "تنكح المرأة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدّين تربت يداك" (بخاری ومسلم)

عورت سے نکاح کے چار داعیے ہوتے ہیں۔ اس کا مال، اس کا حسب، اس کا جمال اور اس کا دین، تم دیندار کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا برا ہو۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا: "ان اعظم النكاح بركة ايسره مؤنة" یعنی سب سے اچھا اور بابرکت نکاح وہ ہے جس میں بوجھ اور تکلیف کم سے کم ہو۔

ان احادیث میں سرکار علیہ السلام نے حکمتوں کا سمندر بھر دیا ہے۔ یعنی مرد وزن کے انتخاب میں دولت، شہرت، خاندانی وجاہت اور حسن وجمال کو معیار نہ بنا کر صرف اخلاق ودینداری کو معیار بنانا چاہئے اور شادی اور اس کے متعلقات میں جتنا ممکن ہو کم سے کم اخراجات کرنا چاہئے۔ اسی میں برکت وسعادت ہے، جب کہ عام طور پر ان ارشادات کے بالکل برعکس ہو رہا ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے انتخاب میں اخلاق اور دینداری کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو دیکھا جاتا ہے اور پھر وہی چیزیں باہمی نزاع اور عام طور پر طلاق کا باعث ہو رہی ہیں، آپ مسلم معاشرے میں طلاقوں کا تجزیہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ 90 فیصد طلاقیں صرف اس لیے ہوتی ہیں کہ انہوں نے ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہیں کیا، عورت بد خلق تھی اس لیے طلاق ہوگئی۔ لڑکی خوبصورت نہیں تھی اس لیے طلاق ہوگئی۔ لڑکی جہیز کم لائی تھی اس لیے طلاق ہوگئی۔ لڑکے نے جہیز میں فلاں فلاں سامان کا مطالبہ کیا تھا جو نہیں ملا اس لیے طلاق ہوگئی۔ لڑکی بد چلن تھی اس لیے طلاق ہوگئی۔ لڑکا آوارہ، زانی، شرابی، حرام خور تھا اس لیے مسلسل اختلاف اور نزاع کے بعد طلاق ہوگئی۔ اگر شادی اور شادی سے پہلے اسلامی اصول وآداب کی رعایت کی گئی ہوتی تو میاں بیوی دونوں دیندار ہوتے اور سنتوں بھرا ایک گلشن حیات شاد وآباد ہوتا۔ مشہور ارشاد رسول ہے: "النکاح من سنتی" نکاح میری سنت ہے۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ سنت کے مطابق

Marfat.com

ایجاب وقبول کرلیا جائے بلکہ اس ارشاد کا تقاضا یہ ہے کہ تقریب نکاح اول سے آخر تک سنت کے مطابق ادا کی جائے۔ اگر ایسا ہو تو نہ جہیز کی قلت کا مسئلہ کھڑا ہوگا اور نہ مہر کی کثرت کا اور نہ خلاف سنت خرافات میں مال کا ضیاع ہوگا۔ اے کاش! آج کے مسلمان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہو جاتے۔ آقائے کائنات شریعت کے مطابق رشتوں کے انتخاب نہ کرنے کے وبال کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کیا وہ ذلیل ہی ہوگا، جس نے اس کی دولت کی وجہ سے نکاح کیا وہ محتاج ہی بنے گا، جس نے اس کے حسب کے باعث نکاح کیا اس کی دنائت میں اضافہ ہی ہوگا۔ ہاں! جس نے کسی عورت سے صرف اس لیے نکاح کیا کہ اپنی نظر اور شہوت کی حفاظت یا اپنی سابقہ قرابت کی رعایت کر سکے تو اس شادی میں خدائے تعالیٰ مرد وعورت دونوں ہی کے لیے برکت عطا فرمائے گا'' (طبرانی)

عام طور پر معاندین اور کچھ اسلامی مصالح سے نا آشنا لوگ اسلام کے ''نظریہ تعدد ازدواج'' پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے یہ کوئی نئی چیز شروع نہیں کی ہے بلکہ عہد قدیم سے لے کر آج تک مختلف ادیان و مذاہب میں اس کی تین صورتیں رائج تھیں۔ چند زنی، چند شوئی اور مشترکہ ازدواج، اسلام نے صرف چند زنی کی ضرورت کے تحت اجازت دی اور وہ بھی حدود وقیود کے ساتھ، اور اس کی بھی مختلف مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ شوہر اپنی پہلی بیوی کے علاوہ بھی کسی دوسری شریک حیات کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو، اور نہ تو پہلی بیوی کو طلاق دے اور نہ غیر محرم سے آزادنہ تعلق قائم رکھے بلکہ دوسری خاتون سے شریعت کے مطابق نکاح کرلے اور یہ اجازت بیک وقت چار عورتوں تک محدود ہے اور اس صورت میں بیویوں کے درمیان حسن سلوک، نان ونفقہ اور تلطف کے معاملے میں مساوات تعدد ازدواج کی اولین شرط ہے۔ اب ہم صرف اتنا عرض کر کے اپنی بات ہم کرتے ہیں کہ رشتہ ازدواج کے معاملات میں امت مسلمہ کو قرآن وسنت کے اصول وآداب کا پابند بنایا جائے۔ یہ بجائے خود کثرت طلاق کے انسداد کی سب سے اہم تدبیر ہے۔ نت نئی تدابیر کی اختراع ضیاع وقت اور لاحاصل سی جدوجہد ہے۔

Marfat.com

نکاح وطلاق اور موجودہ معاشرہ

سید عبدالمسجود حبیبی نگاہ محلہ، بھدرک، اڈیشہ

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو ہماری زندگی کی ہر منزل میں رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کا ہر قانون عقل کے موافق ہے۔ اگر کسی کو اسلام کا کوئی قانون عقل کے خلاف لگتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ اسلامی قانون تو صحیح اور معقول ہے لیکن اس قانون کی گہرائی تک اس کی پہنچ نہیں ہوسکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے۔ اسلام کو سمجھنا ہے تو اسلامی کتابوں کو پڑھ کر سمجھو۔ بے عمل مسلمانوں کے کردار کو دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہی اسلام ہے۔

یہاں آپ کی معلومات کے لئے ایک بات پیش کرنے جارہا ہوں۔ ۱۷/اپریل ۱۹۳۵ء کی بات ہے، جنوبی آفریقہ کے شہر ممباسا میں اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر مشہور فلاسفر جارج برناڈ شا سے مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا مکالمہ ہوا۔ اسلام کی خوبیوں کو سمجھنے کے بعد جارج برناڈ شا نے کہا I love Islam, but I hate current Muslims because they do not follow islam properly. جارج برناڈ شا کہنا چاہتے ہیں کہ جب ہم اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا دل اسلام کی طرف مائل ہوجاتا ہے لیکن جب وہ مسلمانوں کے کردار کو دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت اسلام سے برگشتہ ہوجاتی ہے۔

یہ تو تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے۔ آج کے مسلمانوں کے کردار وعمل اتنے خراب ہوگئے ہیں جنہیں دیکھ کر شرم آتی ہے۔ ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں فرق نظر آتا ہے، گفتار کے غازی تو خوب نظر آتے ہیں لیکن کردار کے غازی خال خال۔ اسلام کی اچھی باتیں کتابوں میں رہ گئی ہیں۔ آج ان باتوں پر عمل کم ہورہا ہے۔ اسی وجہ سے آج مسلمان مختلف محاذ میں ناکام نظر آرہا ہے۔ علم سے دور ہے۔ اچھی سوچ وفکر سے ذہن خالی ہے۔ مختلف

Marfat.com

جھگڑوں اور فتنوں میں ملوث نظر آتا ہے۔ تنگ نظری کا شکار ہے۔ کچھ نام نہاد پیشوا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان سے تعمیری کام کم اور تخریبی کام زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ انھیں اصلاح معاشرہ کی فکر نہیں۔

''نکاح وطلاق'' کا مسئلہ بھی اصلاح معاشرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ نکاح ایک مقدس رشتہ ہے۔ یہ صرف دو دلوں کو نہیں جوڑتا بلکہ زوجین کے رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔ سبھوں میں الفت و محبت کا ایک نیا رنگ نمودار ہوتا ہے۔

نکاح کی اہمیت

نبی کریم ﷺ کے جملے سے پتا لگتا ہے ''جس نے نکاح کرلیا، اس کا آدھا دین محفوظ ہوگیا۔ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ آج ہمارے ملک میں تین طلاق موضوع بحث ہے۔ کچھ سمجھ دار لوگ تین طلاق کو ایک طلاق کہہ رہے ہیں۔ ایسا کہنا گویا دن کے اجالے میں سورج کا انکار کرنا ہے۔ یہ بات کس قدر غیر معقول ہے، ہر ذی علم بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ شوہر اگر ایک مجلس میں تین طلاق دیتا ہے تو اسے ایک طلاق مان کر حقیقت کا مذاق اڑانا ہے۔

اب چلیں، طلاق پر ذرا گفتگو کریں۔ اسلام میں طلاق سب سے بری چیز سمجھی جاتی ہے کیوں کہ نکاح رشتوں کو جوڑتا ہے۔ بھائی چارگی میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے محبت کے پھول کھلتے ہیں۔ تعلقات کی نئی دنیا آباد ہوتی ہے۔ محبت میں چہل پہل دکھائی پڑتی ہے اور طلاق تمام رشتوں کو منقطع کر کے ایک نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتی ہے۔

اسلام طلاق کی اجازت اس وقت دیتا ہے، جب اس کی ضرورت پڑے۔ جب شوہر بیوی دونوں ایک دوسرے سے بے زار ہوں۔ ازدواجی زندگی اجیرن بننے لگے۔ دونوں میں خوش گوار تعلقات نہ رہنے کی وجہ سے گھر کا سکون جاتا رہے۔ ایسی حالت میں ایک طلاق دی جاسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے ایک طلاق کے بعد دونوں کو ہوش آنے لگے۔ اس حرکت پر پچھتاوا آئے پھر دونوں سیر و شکر رہ کر زندگی گزارنے کا ارادہ کریں تو عدت کے اندر رجوع

Marfat.com

کرسکتا ہے۔ یہاں نکاح پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام نے یہ بھی راستہ کھول رکھا ہے۔ طرفین کے رشتے دار بہو کو سمجھانے کی راہ تلاش کرسکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میل ملاپ کی راہ ہموار ہو جائے اور خوش گوار زندگی لوٹ آئے۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر تو بیوی کو رکھنا چاہتا ہے لیکن کسی بنیاد پر بیوی کو شوہر پسند نہیں۔ بیوی شوہر سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے۔ ایسی حالت میں شوہر کو طلاق دے دینا چاہیے اور طلاق نہ دے کر بیوی کو پریشان کرنا، اس کی زندگی کے ساتھ کھیلنا غلط ہے۔ ایسے ہی موقع پر طلاق دینا حسن ہے۔

یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بیوی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے لیکن شوہر اس کی حرکتوں اور اخلاق سے بے زار ہے۔ آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ بیوی کی کارکردگی سے شوہر مطمئن نہیں۔ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتی نہیں ہے۔ گھر کی جو ذمہ داری ہے اسے نبھانا چاہیے اس کی طرف توجہ دیتی نہیں ہے۔ آئے دن تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔ اس اختلاف سے نئے نئے فتنے جنم لیتے ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر جہاں گھر امن اور شانتی، سکھ اور چین کا گہوارہ ہونا چاہیے تھا، وہاں جہنم بن جاتا ہے۔ شوہر لاکھ کوشش کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے راتوں رات اسے سمجھاتا ہے لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ شوہر پریشانیوں اور الجھنوں کی چکی میں پستا رہتا ہے۔ ان حالات کے تناظر میں طلاق کو ترجیح دیتا ہے لیکن تین طلاق نہیں، ایک ہی طلاق دے سکتا ہے۔

یہاں بھی اس کو سدھرنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ امید رکھی جائے کہ ایک طلاق سے اس کے دل میں خوف طاری ہو۔ اس کا مستقبل تاریک نظر آنے لگے اور وہ خود کو سدھار لے۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض خواتین ایسی ضدی ہوتی ہیں کہ ان کو لاکھ سمجھایا جائے، نصیحت کا دفتر کھول دیا جائے وہ اپنی رائے بدلنے کو تیار نہیں ہوتیں بلکہ اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتی ہیں۔

اس کے بعد پھر دوسری طلاق دی جاسکتی ہے۔ دوسری طلاق دینے کے بعد وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ حالات نارمل ہوجائیں اور خاتون کو طلاق کے نقصان کا

Marfat.com

احساس ہونے لگے۔ رشتہ داروں کے توسط سے سمجھانے کی کوشش جاری رہے۔ حالات سے مایوس نہ ہو کر سمجھوتے کی راہ نکالنے کی کوشش جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے کوئی بعید نہیں کہ دل میں نرمی فرما دے پھر زوجین شیر وشکر ہو کر رہنے لگیں۔

دو طلاق کے بعد اگر حالات بدلتے نہیں اور خاتون اپنی ضد پر قائم ہے۔ بزرگوں کی نصیحتیں کارگر نہیں ہو رہی ہیں۔ خاتون ایسی اکھڑ اور ضدی ہے کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں تو۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ خاموش رہے۔ تیسری طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ عدت گزارنے کے بعد طلاق بائن ہو جائے گی۔ خاتون مکمل شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اس کے بعد خاتون اگر چاہے تو اور کسی فرد کا دامن پکڑ سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پھر شوہر اول سے نکاح کرے اور شوہر بھی اس سلسلہ میں آزاد ہے کہ وہ سابق بیوی سے نکاح کرے۔ یہ خاتون کے چاہنے پر منحصر ہے یا کسی اور خاتون سے نکاح کر کے اپنی نئی ازدواجی زندگی کا آغاز کرے۔

ایک نشست میں تین طلاق دینا گناہ ہے۔ یہ طلاق کا غلط استعمال ہے۔ چھری سبزی کاٹنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے کسی آدمی کو گھائل کرنے کے لئے نہیں۔ اگر چھری سے کسی آدمی کو گھائل کر دیا جائے تو اس کا غلط استعمال ہے۔ ایک طلاق سے کام ہو سکتا ہے تو تین طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن تین کو ایک ماننا، خلاف حقیقت و خلاف عقل ہے۔ چھری سے اگر کسی پر حملہ کیا گیا تو حملہ کرنے والا مجرم گردانا جائے گا۔ جس پر حملہ کیا گیا وہ یقیناً زخمی ہو گا۔ چھری سے حملہ کرنے والا قصداً کرے یا سہواً بہر حال وہ مجرم ہے۔ جس پر حملہ ہوا یقیناً وہ مجروح ہے لیکن چھری بنانے والے کی کوئی غلطی نہیں۔ چھری کو اس کام کے لئے بنائی نہیں گئی تھی۔

سابق زوجین پھر اگر نکاح کے بندھن میں بندھنا چاہیں تو بغیر حلالہ دونوں کے درمیاں نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ خاتون کی عدت گزرنے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کرے، ہم بستری کرے پھر طلاق دے، عدت گزرے تب کہیں شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

Marfat.com

کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اسلام میں تین طلاق کے بعد حلالہ کیوں رکھا گیا ہے؟ یہ سچ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حلالہ کا قانون بنا کر عورتوں پر ہونے والے ظلم سے بچالیا۔ پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اگر کسی نے ایک طلاق یا دو طلاق دی تو وہ عدت کے اندر بیوی کو واپس لے سکتا ہے۔ اس واپسی میں نہ نکاح کی ضرورت ہے نہ حلالہ کی۔

ایام جاہلیت میں عورتوں پر ظلم ہوتا تھا کہ شوہر نے طلاق دی پھر عدت کے اندر واپس کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر طلاق دی پھر عدت کے اندر واپس کر لیا۔ اس طرح طلاق اور واپسی کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اس سے عورت کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی تھی۔ اس پر ظلم بڑھتا جاتا تھا۔ طلاق دینے اور لوٹانے کا سلسلہ جاری رہنے کی وجہ سے عورت کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی تھی اور عورت ظلم کا شکار ہوتی رہتی تھی۔

عورتوں کو مظلومیت کے دلدل سے نکالنے کے لئے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاق دینے کے بعد اب اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اب وہ مکمل آزاد ہے۔ کسی بھی مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر شوہر اوّل اس سے نکاح کرنا چاہے اور وہ بھی راضی ہو تو حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، کچھ ناسمجھ لوگ کہتے ہیں کہ حلالہ عورت پر ظلم ہے۔ وہ کسی اور سے نکاح کرے۔ وہ اس سے جماع کرے، پھر طلاق دے، عدت گزرنے کے بعد کہیں شوہر اوّل سے نکاح کر سکتی ہے۔

یہاں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر کسی شخص نے جائز نکاح کرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو اس میں کون سی زیادتی اور ظلم کی بات ہے۔ ہاں اگر بغیر نکاح اگر کوئی مرد کسی خاتون سے ملتا ہے خواہ اس کی رضامندی سے ہو یا جبراً کر کے، یہ ضرور زنا اور ظلم ہے کیوں کہ اس نے قانون کے بندھن کو توڑا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر شوہر نے تین طلاق دی ہے تو پھر اسے دوبارہ لینا کیوں چاہتا ہے؟ اگر اسی مطلقہ خاتون سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس خاتون کو حلالہ کرنا پڑے گا۔ اگر وہ خاتون پہلے والے شوہر سے نکاح کرنا چاہے ورنہ نہیں۔ یہاں مطلقہ خاتون کو بھی مکمل آزادی دی گئی ہے کہ وہ شوہر اوّل سے نکاح نہ کر کے کسی اور سے بھی کر سکتی ہے۔ اگر شوہر اول اسے لینا چاہتا ہے اور مطلقہ خاتون بھی اس سے نکاح کرنے پر راضی ہے تو

Marfat.com

اسے حلالہ کے مرحلے سے گزرنا پڑے گا جو ایک جائز طریقہ ہے۔

یہاں یہ ساری باتیں طرفین کی رضامندی پر ہے۔ اسلام نہ اس خاتون کو شوہر اول سے نکاح کرنے پر جبر کیا، نہ اس کے گھر رہنے پر۔ ہاں اگر پھر دونوں ازدواجی زندگی چاہتے ہیں اور دونوں خوش دلی سے راضی ہیں تو وہاں حلالہ کی ضرورت ہے۔ حلالہ کی صورت میں نہ شوہر اوّل کی عزت و مقام میں فرق پڑتا ہے نہ خاتون کی۔ یہ سارے کام جائز طریقے سے ہو رہے ہیں۔ از سرِ نو گھر بسانے کی خاطر دونوں نے اسے قبول کیا ہے۔ ورنہ حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تین طلاق کے بعد تو عورت بالکل آزاد ہوگئی تھی۔ وہ تجریدی زندگی گزار سکتی تھی۔ یہاں اسلام نے دونوں کو آزادی دی ہے۔

یہاں ایک بات آتی ہے کہ حلالہ کس سے کرایا جائے؟ اس سے حلالہ کرایا جائے، جس سے نکاح جائز ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے شوہر اپنے رشتہ دار یا بیوی کے رشتہ دار سے حلالہ کرانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جائز تو ہے لیکن مناسب نہیں۔ حلالہ اس سے کرانا چاہیے جو اجنبی ہو، دور دراز کا رہنے والا ہوتا کہ حلالہ کے بعد اس سے اور ملاقات نہ ہو سکے۔ کسی رشتہ دار سے حلالہ کرانے کی صورت میں یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ یہ خبر مختلف راہوں سے مختلف لوگوں کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اس حادثے کا مزہ لے کر ہر طرف پھیلانا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاح شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔

طلاق پڑنے کے بعد جب شوہر بیوی کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ خود اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی پر غور کرتے ہوئے پھر دونوں نکاح کر کے خوش گوار ازدواجی زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن اس وقت حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر یہ صورت حال پیدا ہو تو تین طلاق کی خبر تشہیر نہ کر کے خاموشی کے ساتھ حلالہ کر لینا چاہیے۔

اب یہاں یہ بات ذہن میں پیدا ہوتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں بڑھتی ہوئی طلاق کی تعداد میں کس طرح لگام لگایا جائے۔

۱۔ بڑھتی ہوئی طلاق کی تعداد روکنے کے سلسلے میں مسجدوں کے امام اہم کردار ادا کر سکتے

Marfat.com

ہیں لیکن آج کل یہ دیکھا جاتا ہے کہ آج کا امام قصہ کہانی، واقعات، کرامات و معجزات بیان کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل کیا ہیں، کس طرح ان کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھلے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے شب و روز کیسے تھے، ان موضوعات پر بیانات کم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو دین کی ضروری و بنیادی باتوں کا علم کم ہوتا ہے۔

اگر ائمہ مساجد گاہ بگاہ نکاح کی خوبیوں اور طلاق کے نقصانات پر بیان دیتے رہیں تو یقینا طلاق کی تعداد گھٹنے لگے گی۔ جب کبھی شوہر کا ذہن طلاق کے بارے میں سوچے گا، ضرور امام مسجد کی تقریر یاد آئے گی۔ مسجد کے اماموں کو چاہیے کہ کم از کم مہینے میں ایک بار طلاق کے موضوع پر بولیں۔ طلاق کے نقصانات گنوائیں۔ طلاق سے سماج میں کس طرح بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ کس طرح ذہنی سکون بگڑتا ہے۔ ان باتوں پر روشنی ڈالیں۔ یقینا طلاق میں کمی ہوگی۔

۲۔ مسلم محلوں کی سربرآوردہ شخصیتوں وغیرہ کو چاہیے کہ سال میں ایک دو بار محلے کے لوگوں کو جمع کر کے طلاق کے تعلق سے باتیں سمجھائیں۔ اس سے لوگوں کے ذہن و فکر میں تبدیلی آئے گی۔ طلاق کا لفظ زبان سے نکالتے وقت ضرور سوچے گا۔ خاص طور پر تین طلاق کا لفظ زبان سے نہ نکلے۔ اس سلسلے میں محلے والوں کی طرف سے تاکید ہونی چاہیے۔

۳۔ آج کل شہروں اور دیہاتوں میں جلسوں کی کثرت ہے۔ بڑی بڑی کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں۔ اچھے بولنے والے مقرر بلائے جاتے ہیں۔ لیکن طلاق کے مذموم پہلو پر روشنی ڈالی نہیں جاتی ہے۔ آج کل اصلاح معاشرت کی باتیں کم ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کے روحانی امراض پر گفتگو نہیں ہوتی۔ بس وہی کرامات، معجزات، دل کو چھونے والے اشعار اور لفاظی میں تقریریں ختم ہو جاتی ہیں۔ کاش! ہمارے واعظین طلاق جیسے اہم مسئلہ پر گفتگو کرتے تو آج یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

آج کا مسلمان بے راہ روی کا شکار ہے۔ وقت کا نقصان کرنا ایک عام عادت بن گئی ہے۔ تاش کھیلنا، لوڈو کھیلنا، کرم بورڈ کھیلنا، کلب قائم کر کے وہاں ٹی وی کا فحش پروگرام دیکھنا یہ عام ہے۔ آج ذہن شیطان کا اڈا بن گیا ہے۔ غیر ضروری باتوں میں مسلمان الجھا ہوا

Marfat.com

ہے۔اسی میں اپنا قیمتی وقت گنواتا ہے۔

غلط طلاق کو روکنے کے لئے یہ صورت اپنائی جائے جہاں مذہبی اجلاس ہوں ہزاروں کا مجمع ہو، مقررین وخطیب طلاق کے موضوع پر بھی بولیں۔اگر کسی بات کو الگ الگ موقع پر بار بار بولا جائے تو وہ بات لوگوں کے ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

کسی دانش مند نے کہا ہے کہ اگر پتھر پر روزانہ ایک ایک قطرہ پانی گرتا رہے تو پتھر جیسی سخت چیز پر بھی نشان پڑ جاتا ہے۔کسی بات کو مختلف مواقع میں بار بار ذکر کیا جائے تو وہ بات ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔اس کا نتیجہ اچھا نکلتا ہے۔

۴۔اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بیوی کی غلطی کی وجہ سے طلاق ہوتی ہے۔بیوی سسرالی زندگی سے واقفیت نہیں رکھتی۔سسرال والوں اور شوہر کے مزاج سمجھنے میں کمی ہوتی ہے۔وہ ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتی ہے۔وہ حرکتیں طلاق کی نوبت تک پہنچا دیتی ہیں۔ہر شہر میں شادی ہونے والی خواتین کے لئے تربیت دینے کا انتظام کیا جائے، سسرال کے نشیب وفراز پر گفتگو کی جائے۔خصوصاً شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے آداب بتائے جائیں۔شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے دوران ایسی صورت نہ پیدا کرنے دے جس کی وجہ سے شوہر کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے۔طلاق شریعت اور سماج میں ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔

بیوی کو چاہیے کہ خلوت میں شوہر کے مزاج کو دیکھ کر ان لوگوں کی نظیریں دے، جن لوگوں نے طلاقیں دیں اور گھر کس طرح تباہی کے دہانے تک پہنچ گیا۔سسرال میں کامیابی کے لئے نیاز مند کی کتاب ''دلہن کے ہیرے موتی'' پڑھیں۔

یہ ساری باتیں اس وقت ہوسکتی ہیں جب خاتون تربیت یافتہ ہو۔

۵۔افسانہ نگار، ناول نگار اور انشائیے ومقالے لکھنے والے بھی نکاح وطلاق کے موضوع پر لکھیں۔تحریر سے لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کی کوششیں کریں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ نکاح میں کیا خوبیاں ہیں اور طلاق کب زحمت اور کب رحمت ہے جان سکے۔

۶۔کم پڑھے لکھے یا بالکل ان پڑھ لوگ عموماً کسی پیر کے دامن کے وابستہ رہتے ہیں۔پیر صاحب تو سال میں دو تین بار مرید نگر تشریف لاتے ہیں۔مریدوں کی جھرمٹ میں

Marfat.com

تشریف رکھتے ہیں۔اس نشست میں جہاں بہت سی باتیں ہوتی ہیں وہاں طلاق کے موضوع پر بھی گفتگو ہونی چاہیے اور اپنے مریدیں کو سمجھانا چاہیے کہ طلاق سے حتی الامکان گریز کریں۔

۷۔عموماً مسلم بستیوں میں کوئی نہ کوئی تنظیم رہتی ہے۔اس تنظیم کے تحت کئی فلاحی کام انجام پاتے ہیں۔وہ تنظیم محلہ والوں کے مشوروں سے طے کرے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جب ناخوش گوار حالات پیدا ہوں،کوئی ایک دوسرے سے علاحدہ ہونا چاہے تو وہ تنظیم کو بتائے اور تنظیم اس پر غور کر کے مشورہ دے۔شوہر جب چاہے طلاق ٹھونک دے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔یہ ہرگز دانش مندی کی بات نہیں کہ غلط طلاق کی روک تھام کی ہم کوشش نہ کریں اور طلاق کا رونا روتے رہیں۔محترم!اس سے کچھ نہیں ہوگا۔غلط طلاق روکنے کے لئے مختلف تدبیروں کی ضرورت ہے۔تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے۔حالات سدھرتے ہیں اور زندگی سنورتی ہے۔حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے۔نیکی کی دعوت نہ دی جائے اور نہ کوشش کی جائے،حالات کیسے سدھر سکتے ہیں؟

۸۔آج کل تقریباً ۹۹ فیصد لوگ ٹی وی دیکھتے ہیں۔مسلمانوں کو ٹی وی کے غلط،فحش و تخریب اخلاق پروگرام کے دیکھنے سے بچنا ضروری ہے۔ان پروگراموں کو دیکھنا تضیع اوقات کے ساتھ تلویث گناہ بھی ہے۔ہمارے علماء کی ایک بڑی تعداد نے کچھ پروگراموں کو دیکھنا جائز بتایا ہے۔آج کے دور میں غلط پروگرام دیکھنے کے مقابلے میں اسلامی پروگرام دیکھیں تو غلط پروگرام دیکھنے سے بچا جا سکتا ہے۔ٹی وی پروگرام میں بھی نکاح کی برکت اور غلط طلاق کی مذمت کے موضوع پر پروگرام پیش کیے جائیں۔اس طرح لوگوں کا ذہن بنے گا۔طلاق جیسی مذموم چیز سے بچنے کا خیال پیدا ہوگا۔

نیاز مند نے چند صورتیں بیان کیں اور بھی دوسری صورتیں ہو سکتی ہیں۔دانش مند حضرات کے غور و فکر سے بڑے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔مشکل راہیں آسان ہو سکتی ہیں۔سماج کا وقار بلند ہو سکتا ہے۔آیئے ہم اس پر غور و فکر کریں،نیک اور پُرامن قدم اٹھا کر اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

کوئی بھی شراب حلال نہیں اور سپریم کورٹ قاضی و مفتی نہیں

محمد ظفر الدین برکاتی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی

دوسری قوموں کے پاس کوئی دستور نہیں اور مسلمانوں کے پاس ہر دور کے مطابق دستورِ الٰہی موجود ہے جو فطرت کے مطابق ہے۔ یہ خوبی دوسرے مذاہب میں نہیں اور ہندو مذہب تو رشی منیوں اور سنتوں بھگتوں کا اپدیش ہے، اس لیے ہر علاقے میں ان کا پرسنل لا بھی الگ الگ ہے۔ اسی مختلف اور غیر فطری پرسنل لا کو ہم پر تھوپنا چاہتے ہیں اور یہی یکساں سول کوڈ ہے۔ طلاق کے غلط استعمال اور ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے والے پر دوسری شادی کرنے کی وجہ سے اس پر تعزیراتی کارروائی کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اسے آئین ہند کے خلاف کہنا آئین ہند سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

آج ایک پریشان کن صورت حال ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ درپیش ہے کہ ایک خاص فرقہ پرست گروپ، اقتدارِ ہند پر باضابطہ قابض ہے جس کی پالیسیوں کے تحت ہندوستان کی گنگا جمنی مشترکہ تہذیب کی شناخت اور علامت ''انسانیت دوستی'' اور ''تہذیبی رواداری'' کی تاریخ کو نئے سرے سے لکھنے کی سازش کام کرنے لگی ہے اور تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم اور معیارِ تدریس و تربیت میں من چاہی تبدیلی کی منصوبہ بند سرکاری کوشش جاری ہے۔ اب مسلمانوں کو گئوشالہ کھولنے کی شرط پر پاٹھ شالہ کھولنے اور سی بی ایس ای بورڈ کے اسکولی نظام و نصاب کی منظوری ملے گی اور اسکولوں کے قیام کی اجازت ہوگی۔ سبھی اعلیٰ تعلیمی، تکنیکی، سائنسی اور تربیتی سرکاری اداروں کے سربراہ اسی سوچ کے ہوں، اِس کے لیے بھی خفیہ کوشش جاری ہے۔

رِزرویشن اور قانونی حق طلب کرنے والے مسلمان پاکستانی ہوں گے اور گوشت کھانے والے عربستان جائیں گے، یہ طعنہ دِیا جانے لگا ہے۔ ''لو جہاد'' کے نام پر ''گئو

Marfat.com

جہاد'' کا میدان جنگ تیز کیا جا رہا ہے اور ''گھر واپسی'' کے ذریعہ ''فرقہ پرستی'' کی سرحدیں طے کی جا رہی ہیں۔ آر ایس ایس، بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد اور ہندو یوا واہنی کے علاوہ ہر تنظیم و تحریک کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ یہی اصل میں دیش بھکت اور بھارتیہ سنسکرتی کے محافظ ہیں اور باقی بھارتیہ نہیں بلکہ ہندوستان مخالف اور دیش دروہی ہیں۔ ناری شکتی کی بحالی اب سادھوی پرگیہ سنگھ، سادھوی اوما بھارتی اور سادھوی پراچی جیسی دیش بھگت سنواری ناریوں کی قیادت میں ہوگی اور بہت جلد عشرت جہاں، کانگریسی لیڈر احسان جعفری، سہراب الدین اور ہیمنت کرکرے، دادری کے محمد اخلاق، پونہ کے محسن شیخ، کشمیری نوجوان زاہد اور شملہ کے نعمان کو پاکستانی ثابت کر کے دیش دروہی قرار دیا جائے گا، کیوں کہ ان کی وجہ سے سائنس دانوں، ادیبوں اور فن کاروں کی حرکت کے سبب آر ایس ایس کا مستقبل خطرے میں آسکتا ہے، اسی لیے ان کو دیش واسیوں کی نگاہ میں مجرم ثابت کر ڈالنا ضروری ہے اور پھر تمام مظلوموں کو کنارے لگا کر آر ایس ایس حامیوں کی خدمات کو اسکولی نصاب تعلیم کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اب شاید ''راشٹر باپو'' گاندھی جی نہ رہیں بلکہ ناتھورام گوڈسے کو بنایا جائے گا، پدم وبھوشن ایوارڈ انھیں دیے جائیں گے جو، آر ایس ایس کے ہمدرد ہوں گے اور جو، پریم چرک گئو ماتا کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں۔

آر ایس ایس کا سب سے بڑا ایجنڈا مسلم مخالف منصوبوں کے لیے مختص ہے، کیوں کہ یہ پارسی، جین اور سکھ مذہب کو ہندو دھرم کا حصہ سمجھتا ہے اور اسلام کے مقابلے، عیسائیت کو بڑا خطرہ نہیں تصور کرتا، اس لیے سارا زور مسلم مخالف منصوبوں پر صرف ہونا بی جے پی اور آر ایس ایس کی ترجیحات میں شامل ہے۔

لیکن سب سے زیادہ خطرناک منصوبہ یہ ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ کو خرید کر مسلم پرسنل لا، مسلمانوں کے آئینی حقوق اور مسلم روایت و تہذیب کو خطرے میں لانا ہے، اسی لیے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی تقرری کے لیے ایک نیشنل کمیٹی بنائی جا رہی تھی جس میں ناکام ہو گئے۔ اب مسلم پرسنل لا کے خلاف مختلف رٹ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ میں داخل کیے جا رہے ہیں جس کی ابتدا دہلی ہائی کورٹ میں واقع قدیمی مسجد میں نماز پڑھنے پر

Marfat.com

مطالبہ سے ہوئی تھی اور تاج محل کو مندر ثابت کرنے کی حرکت بھی الٰہ آباد ہائی کورٹ میں ہوتی رہی ہے اور یہ سبھی مسائل تعمیرات اور ظاہری تاریخ سے متعلق ہیں جن کا مقابلہ کرنا آسان ہے۔

دراصل خطرناک اور اہم مسئلہ مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا ہے جس کے خلاف سپریم کورٹ (کا فرقہ پرست جج گروپ) خود دلچسپی دکھانے لگا ہے، اسی دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ طلاق اور ایک سے زائد شادی پر علاحدہ بنچ بھی بٹھادیا گیا ہے۔ کورٹ نے مسلم پرسنل لا کو نظر انداز کرتے ہوئے اس تعلق سے خود ہی ایک پٹیشن رجسٹرڈ کیا پھر اٹارنی جنرل اور نیشنل لیگل سروسز اتھارٹی کو ۲۳ نومبر (۲۰۱۵ء) تک جواب داخل کرنے کا حکم دیا ہے۔ دراصل ۱۶ ،اکتوبر (۲۰۱۵ء) کو سپریم کورٹ میں راکیش بنام پھول وتی کے ازدواجی معاملہ کی سماعت تھی۔ بحث کے دوران مسلم خواتین کے حقوق کی بات سامنے آئی تو کورٹ نے ازخود مفادِ عامہ میں پٹیشن رجسٹرڈ کرتے ہوئے یہ فیصلہ سنادیا۔ کورٹ کے دو جج جسٹس انل آر دوبے اور جسٹس آدرش کمار گوئل کی دورکنی بنچ نے یہ تبصرہ کیا کہ مسلم خواتین کی جانب سے مسلسل یہ بات سامنے آتی رہی ہے کہ ان کے ساتھ ایک سے زائد شادی اور طلاق کے سلسلے میں زیادتی ہوتی رہی ہے لیکن سپریم کورٹ میں اب تک اس موضوع پر بحث نہیں ہوسکی ہے، اس لیے یہ خصوصی بنچ تشکیل دیا گیا ہے۔

اب ایک بار پھر اسی بینچ نے یکم مارچ (۲۰۱۶ء) کو مرکزی حکومت اور خواتین اطفال سے متعلق وزارت سے اس موضوع پر جواب طلب کیا ہے اور تین طلاق اور ایک سے زائد شادی پر مرکز کو اپنا موقف واضح کرنے کا حکم دیا ہے۔ سپرم کورٹ کے اس بینچ نے حکومت کو یہ لکھا ہے کہ ایک عورت نے یہ عرضی داخل ہے کہ اس کے شوہر کے ذریعہ محض تین مرتبہ ’’طلاق‘‘ بول دینے سے نکاح ختم اور ہمیں الگ کردیا ہے۔ اس عورت کا نام سائرہ بانو ہے جو صوبہ اتراکھنڈ کی رہنے والی ہے۔ اس پر مرکز سے وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ مسلم خواتین کو بھی برابر کا حق دیا جائے اور ایک بیوی کے رہتے ہوئے دوسری شادی کرنے کی اجازت پر پابندی عائد کردی جائے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس پر کوئی خاص قدم اٹھایا

Marfat.com

جائے، ان مسائل کے مدنظر مسلم پرسنل لا میں بھی تبدیلی ضروری ہے، اس لئے کہ آئین ہند میں مسلم خواتین کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور عوامی اخلاقیات کے لئے یہ مسئلہ خطرناک اور مہلک ہے، اس کو بھی ''ستی رواج'' کی طرح ختم کر دینا چاہئے کہ یہ رواج، آئین کی طرف سے دِیے گئے برابری اور جینے کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

سپریم کورٹ بھارت میں انصاف کا سب سے بڑا قانونی اور سماجی مندر ہے۔ سمجھنے کے لئے یوں کہہ لیجئے کہ اس کی حیثیت ایک صاحب اختیار قاضی اور تسلیم شدہ مفتی کی ہے کہ اگر کوئی فتویٰ پوچھتا ہے تو جواب دیتا ہے اور جتنا پوچھا گیا ہے، اتنے ہی کا جواب دیتا ہے اور جواب دینے کے لیے اسے اسلامی قوانین کے متعلقہ دفعات کی توضیح وتطبیق سے کام لینا ہوتا ہے۔ مطلب قانون بنانا ایک قاضی اور مفتی کا کام نہیں، یہی حال سپریم کورٹ کا ہے کہ وہ دستورِ ہند کی توضیح کرتا ہے، مقدمات کو دستورِ ہند کے دفعات کے تناظر میں دیکھ کر صحیح فیصلہ تک رسائی کے لیے تطبیق کی صورت نکالتا ہے۔ اس کے سامنے دستورِ ہند کا دفعہ ۲۱ بھی موجود ہے جس کے تحت ہمیں مذہبی آزادی دی گئی ہے اور مذہبی آزادی کا مطلب ہے اپنی مذہبی روایت اور عائلی اور ذاتی زندگی کے مذہبی مسائل میں مسلم پرسنل لا کی آزادی۔ سپریم کورٹ اِس قانونی آزادی کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟

جج صاحبان کو معلوم نہیں کہ ہندو دھرم کی طرح اسلامی شریعت اور مسلم پرسنل لا پیروں فقیروں کے اصولوں اور تعلیمات کا مجموعہ نہیں اور نہ مسلمانوں کی علاقائی تہذیب وثقافت اسلامی شریعت کا حصہ ہے، یہاں تو شریعت ایک ہے چاہے ملک وخطہ بدل جائے، دنیا کے سات براعظموں میں جہاں بھی مسلم بستے ہیں سب کے لیے ایک ہی شریعت ہے۔ قانونِ وراثت، عائلی قوانین، نکاح وطلاق، خلع ولعان، ارکان اسلام، ایمان وعقائد اور بنیادی معمولات سب ایک ہیں، اس لیے سپریم کورٹ ہندوستانی تہذیب ومذاہب کے تناظر میں مسلم پرسنل لا کو دیکھنے کی غلطی نہ کرے، کیوں کہ مسلمان مسلم پرسنل لا کے خلاف کوئی بھی فیصلہ برداشت نہیں کر سکتا، اگرچہ اس کا عمل جیسا بھی ہو۔

جج صاحبان کو معلوم ہے کہ قانون میں خرابی اور کمزوری نہیں ہوتی بلکہ سماج کے قانون

Marfat.com

توڑنے والے افراد کے مجرمانہ حیلوں اور بہانوں کی وجہ سے قانون کمزور ہوجاتا ہے یا بے معنی اور بے حیثیت ہوجاتا ہے، ٹھیک اسی طرح عام سینس کا استعمال کریں تو غور وفکر کیے بغیر معلوم ہوجائے گا کہ خرابی اسلامی دستور وقانون میں نہیں بلکہ ہندوستانی سماج اور سماجی افراد میں ہے، اس لیے بھارت کے سماجی جرائم اور قانون شکنی کے واقعات ومعاملات کا جائزہ لیتے ہوئے سماج کو بدلنے کی ضرورت پر غور کریں۔

خصوصی بنچ ہی بٹھانا ہے تو اِس لیے بٹھائیں کہ طلاق اور ایک سے زائد شادی کے معاملے میں غلطی کہاں ہورہی ہے اور زیادتی کس حد تک ہورہی ہے اور مرد ہی مجرم ہیں یا عورتیں بھی مجرم ہوتی ہیں پھر جیسی رپورٹ آجائے، اس کی روشنی میں قانون سازی کے لیے راجیہ سبھا ولوک سبھا کے سامنے تجویز رکھے کیوں کہ سپریم کورٹ کا منصب دستورِ ہند اور قانون کی ترجمانی اور توضیح وتطبیق ہے، قانون سازی نہیں، کوئی نیا قانون بنانے کا حق سپریم کورٹ کو حاصل نہیں، اگر کورٹ اپنے اِس منصبی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا تو مسلمان بھی اپنے قانونی رنگ وآہنگ اور دستوری طاقت کا پرامن مظاہرہ کریں گے اور کوشش کریں گے کہ (ریلی نہ کریں اور اخباری بیان بازی سے پرہیز کریں بلکہ) انتظامیہ، عدلیہ اور میڈیا پر اثر انداز ہونے والے سبھی طریقے اور حیلے اپنائیں گے لیکن ابھی ۲۳ نومبر (۲۰۱۶ء) کی شنوائی کے بعد سپریم کورٹ کے رجحان کا انتظار ہے۔ البتہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، شرعی کونسل بریلی شریف، مسلم پرسنل لا بورڈ، علما ومشائخ بورڈ جیسے ادارے ذہنی طور سے ہمیشہ ہی تیار ہیں اور عملی طور سے بھی تیاری شروع ہوچکی ہے۔ ابھی (یکم اکتوبر) سپرم کورٹ کے سمینار ہال میں تین طلاق، تفویض طلاق، خلع اور آن لائن نکاح و طلاق پر مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا توسیعی خطاب اور سوال وجواب کا سیشن ہونے جارہا ہے، یہ بھی اسی تیاری کا عملی حصہ ہے۔

اس موضوع پر اب تک قانون دانوں کے جتنے بھی بیانات آئے ہیں، ان کا خلاصہ یہی ہے کہ سپریم کورٹ مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہیں کرسکتا، یہ منصب اسے حاصل نہیں اور آزادی کے بعد ہماری غفلتوں، عملی اور قانونی چارہ جوئی کی کمزوریوں اور ہماری بے عملیوں

Marfat.com

کی وجہ سے کبھی ایسا گمان ضرور گزرا ہے کہ مسلم پرسنل لا خطرے میں آسکتا ہے لیکن دستورِ ہند میں جب تک مذہبی آزادی کا دفعہ موجود ہے اور جب تک ہندوستانی سماج میں سیکولر مزاج اور انسانیت وسماجی رواداری باقی ہے، مسلم پرسنل لا پر کوئی آنچ نہیں آنے والا چاہے آر ایس ایس اور بی جے پی کے ہم خیال وزر خرید جج وغیرہ کچھ بھی کرلیں کیوں کہ ہماری شناخت ایک دفائی قوم کی اگرچہ ہے لیکن جب ہم اقدامی قوم ہونے کا اجتماعی مظاہرہ کریں گے تو پنگھٹ کی ہر ڈگر آسان ہو جائے گی۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان بھی انسان اور ہندوستان کے انسانی سماج کا حصہ ہوتے ہیں، انھیں کورٹ سے نکلنے کے بعد یہ ضرور احساس ہوتا ہوگا کہ بھارت بھانت بھانت کی تہذیبوں، منفرد مختلف روایات اور جذباتی مراسم کے اِس دیش میں یکساں سول کوڈ کا کوئی بھی قانون لولا لنگڑا ہی ہوگا، آخر کس مذہب کے ماننے والے کو کس مذہب کی روایت اور تہذیب وقانون کے اپنانے اور اپنی مذہبی روایت کو چھوڑنے پر مجبور کریں گے اور کون اپنی مذہبی روایت اور قانون چھوڑ کر دوسرے کی روایت کو گلے لگائے گا؟

دوسری بات یہ کہ جب یہ حقیقت ہے کہ ہندو مسلم کسی بھی مذہب کا آدمی، خوشی خوشی طلاق نہیں دیتا، اچھی زندگی گزارنے والی فیملی کبھی الگ نہیں ہوتی پھر غصے میں ہی طلاق دینا مانا جائے گا، اور غصے میں طلاق جبھی دِیا جاتا ہے، جب بہر حال آپسی زندگی گزارنا مشکل اور اجیرن ہو جائے اور کوئی سمجھوتہ کارگر ثابت نہ ہو، تو پھر یہ فطرت اور نیچر کے مطابق ہوا۔ جج صاحبان کے ذہن وفکر اور بحث وتکرار میں یہ بات بھی ضرور آتی ہوگی کہ نشے میں آدمی کبھی اپنی بہن اور ماں کو طلاق نہیں دیتا، اپنی بیوی کو ہی دیتا ہے۔ اِس کا مطلب اب بھی وہ اس قدر ہوش میں ہے کہ ماں اور بیوی میں تمیز کر سکے تو پھر نشے میں طلاق دینے کی بات بکواس ہے کہ نہیں؟ تو پھر عورت کے حقوق کی بات کرنے والے غور کریں کہ انصاف کیا ہوسکتا ہے اور سماج میں ایسا کیوں ہوتا رہا ہے؟

تیسری بات یہ کہ شراب نوشی اسلامی شریعت میں بہر حال حرام اور جرم عظیم ہے جب کہ دستورِ ہند میں بھی صراحت ہے کہ اِس قدر نشہ کرلیا جائے اور شراب نوشی کرلی جائے کہ

Marfat.com

دوسرے کی جان خطرے میں پڑ جائے اور کسی طرح کا ظلم ہو جائے، تو یہ بھی ایک قابل سزا جرم ہے۔ اب سپریم کورٹ کے جج صاحبان بتائیں گے کہ نشے کی حالت میں طلاق پر اعتراض محض اس لیے جائز ہو سکتا ہے کہ ایک مسلم مرد نے دیا ہے؟ اور شراب کے نشے میں ایک بے قصور عورت کی زندگی پر طلاق کے ذریعہ ظلم ہوتا رہا ہے اُس پر کوئی اعتراض نہیں؟ اعتراض تو شراب نوشی اور نشہ پر ہونی چاہیے جس کی وجہ سے جرائم ہو رہے ہیں۔

تبصرہ باز حضرات یاد رکھیں کہ اسلامی شریعت میں قانونی اور غیر قانونی شراب، دو الگ الگ چیز نہیں بلکہ شراب جس میں نشہ ہو، شراب ہے اور حرام ہی ہے۔ اب یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی وکالت کرنے والا سپریم کورٹ یہ وضاحت کرے گا کہ اسلامی شریعت میں شراب حرام ہے اور مسلم پرسنل لا کے مطابق شراب کے نشے کی حالت میں دیا گیا طلاق، طلاق ہے۔ تو کیا، اس کو دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے اوپر نافذ کرنے پر تیار ہوں گے یا کورٹ تیار کر سکے گا؟ اسلامی شریعت، بیٹی کو وراثت میں حصہ دیتی ہے، کیا ہندو سماج اِس کی چرچا بھی کر سکے گا؟ اور صرف تین افراد کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے تو کیا اتنی سادگی سے شادی بیاہ پر ہندو سماج تیار ہو سکے گا؟ یا کورٹ کو لگتا ہے کہ مسلم سماج اپنی اِس فطری سادگی سے دست بردار ہو جائے گا؟

مسلم پرسنل لا کے تحت طلاق کے بعد عدت گزارتے ہی شوہر سے کفالت کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ اب جبری طور سے کورٹ مسلم مرد پہ گزارہ بھتہ اور بیوی نہ رہتے ہوئے بھی اس کا ماہانہ خرچ اس پر لازم کرے گا؟

آخری بات یہ کہ اسلامی شریعت میں نکاح کے بغیر لڑکا لڑکی کا ایک ساتھ رہنا، بچہ پیدا کرنا سخت حرام ہے، مسلم پرسنل لا کے ساتھ ہندو سماج بھی اسے کلنک ہی تصور کرتا ہے پھر بھی ''لیو اِن رِلیشن شپ'' کورٹ کی نظر میں کوئی عیب نہیں بلکہ اس کا یہ بیان تو کبھی قابل تسلیم نہیں ہوگا کہ ایسی اولاد ماں باپ کی دولت میں حق دار بھی ہوگی۔ کورٹ کو یہ نہیں لگتا کہ یہ بھارتیہ سنسکرتی، مشرقی تہذیب وسماج اور مسلم پرسنل لا سے میل کھانے والی چیز نہیں کیوں کہ یہ مغرب کی بے حیا تہذیب وثقافت کا حصہ ہے۔ کیا یہ سب ہندو مسلم سماج کو نبھا لے جانا ممکن

Marfat.com

ہے؟ کیا بی جے پی اور آر ایس ایس کی یہ منصوبہ بندی کہ بھارت کی سبھی تہذیب وثقافت اور مذاہب کو ''ہندوکوڈ بل'' میں ضم کر دیا جائے، انتہا پسندی نہیں؟ کیا یہ کبھی ممکن ہے؟

گزشتہ سال کولکاتا میں ایشیا ٹک سوسائٹی کے سالانہ اندرا گاندھی میموریل لیکچر میں صدرِ جمہوریہ عالی جناب پرنب مکھرجی صاحب نے جو کچھ کہا، بالکل صحیح کہا لیکن جس دیش کے وہ سب سے محترم اور باعزت عہدے پر وہ فائز ہیں، اس میں رواداری، مساوات اور انسانیت کی جو خدمت سرکاری سطح پر ہو رہی ہے، وہ کس حد تک جمہوری اصولوں کے مطابق ہو رہی ہے، ہندوستانی خوب محسوس کر رہے ہیں اور بھارت میں بھارتیہ جنتا پارٹی جو کچھ کیے جا رہی ہے، وہ آئین ہند، دستوری مزاج اور جمہوری روایات کے کتنا قریب اور مطابق ہے، وہ بھی جگ ظاہر ہے جس کو معمر وتجربہ کار صحافی کلدیپ نیرّ جیسے لوگ بھی اپنی تحریروں اور تقریروں سے آئے دن بیان کر رہے ہیں اور مودی اینڈ گروپ سے بکا ہوا میڈیا بھی اپنی زبان کھولنے لگا ہے۔

صدر جمہوریہ نے پہلی بات یہ کہی کہ ملک کی ترقی کے لئے ہم لوگ تمام شہری اور قومی پروڈکشن اور مصنوعات کو فروغ دینے کے لئے کام کریں اور ہر شہری قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دے، کبھی بھی ذاتی اور علاقائی مفادات پر قومی مفادات کو قربان کرنے کی غلطی نہ کرے اور دولت اور خدمات کی تقسیم میں مساوات کی ضرورت ہمارے دیش میں ہمیشہ ہی رہی ہے لیکن آج زیادہ ہے، اس لئے ہر شعبے میں اس بات کا خیال رکھیں۔

ہم بڑے احترام کے ساتھ صدرِ جمہوریہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ دولت کی تقسیم کا حال یہ ہے کہ آج مودی جی کی بی جے پی حکومت میں چھوٹی اور بڑی ہر سطح کے صنعت وحرفت والے اور تاجر پریشان ہیں جو براہ راست ریاستوں اور مرکز کی برسرِاقتدار سیاسی جماعتوں کے معاون نہیں یا جن تک حکومت کی سرکاری توجہات پہنچ نہیں پاتیں، گھریلو کاروبار کرنے والے تو سڑکوں پر آنے والے ہیں اور بنکر بیرون ممالک بھاگنے لگے ہیں، خاص طور سے مودی جی نے جب سے ایکسپورٹ کا سلسلہ بند کر کے ایف ڈی اے کا وعدہ نبھانے کی ٹھانی ہے، تب سے تو ہندوستانی صنعت کاروں، تاجروں اور فن کاروں کی معاشی حالت انتہائی

Marfat.com

خراب ہونے لگی ہے، یقین نہ ہو تو کسی بھی بازار میں چند منٹ کے لئے کھڑے ہو جائیں ، احساس ہو جائے گا کہ اس وقت ہمارے دیش میں دولت کی تقسیم میں مساوات کا خیال رکھا جا رہا ہے کہ ایف ڈی اے سے رواداری نبھائی جا رہی ہے۔ آخر جب ایکسپورٹ کا سلسلہ بند رہے گا تو ملک کے باشندے ذاتی مفادات پر قومی مفادات کو کس طرح ترجیح دیں گے؟ صدرِ جمہوریہ صاحب یا کسی بھی دیش بھگت کے پاس اس کے لیے کوئی نسخہ ہے کہ کسانوں، گھریلو صنعت کاروں اور چھوٹے مقامی تاجروں کا حق بھی مارا جائے اور ان کی مصنوعات بھی بازار میں فروخت نہ ہونے دیا جائے اور وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر قومی مفادات کا وظیفہ پڑھتے رہیں۔

صدر صاحب! آپ پرانے سیاست داں اور اپنے دیش کی ریت رواج اور مزاج سے واقف ہیں اور بنیادی ضرورتوں سے بھی واقف ہیں، اس لئے صرف غریب اور مجبور دیش واسیوں کو ہی نصیحت نہ کریں اور صرف انہی کو مخاطب نہ کریں بلکہ کبھی انھیں بھی مخاطب کر کے اور نام لے کر یاد دہانی کرادیں جن کے ہاتھوں میں اقتدار و اختیار کا وہ قلم اور کرسی ہے جن کی باتیں آپ ہندوستانی عوام کو خطاب کر کے کیے جا رہے ہیں۔

دوسری بات صدر جمہوریہ نے یہ بھی کہ پارلیمنٹ کی کارروائی کے لئے 3 ڈی ضروری ہے: ڈیبیٹ (بحث) ڈسینٹ (اختلاف اور) ڈیسزن (فیصلہ) اور 4 ڈی : ڈسٹرپشن (رکاوٹ اور ہنگامہ) بالکل نہیں ہونا چاہئے ورنہ وقت بھی ضائع ہوگا اور قومی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے۔ صدر صاحب! بالکل صحیح فرمایا آپ نے اور 3 ڈی ہی آپ نے اب تک سنا ہے لیکن اب تو آپ اس دیش کے عظیم عہدے کی کرسی پر بیٹھ کر روزانہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ قومی مفادات کی بقا و تحفظ اور تعمیر و ترقی کی خاطر منتخب ہو کر قومی اسمبلی میں پہنچے ہوئے لوگ کیا کرتے ہیں اور ملکی خزانے پر یومیہ کتنا بوجھ ڈالتے ہیں۔ اب بتائیے کہ دولت کی تقسیم میں رواداری اور مساوات کا خیال دیش کے عام لوگ رکھیں گے یا قومی خزانہ برباد کرنے والے قومی نمائندے رکھیں گے تو پھر انہیں باضابطہ خطاب کیوں نہیں کرتے؟ یہ کوئی شکایت نہیں، بس دردِ دل کا اظہار ہے، جس طرح صدرِ جمہوریہ براہ راست انھیں یہ

Marfat.com

باتیں نہیں کہہ سکتے جنھیں کہنا چاہئے، اسی طرح ہندوستانی بھی مجبور ہیں کہ مرتا کیا نہ کرتا۔

آج انسانیت، قومیت، قومی مفادات اور جمہوری روایات کی دہائی بڑی دی جارہی ہے لیکن کبھی اس پہلو پر بھی غور کیا جارہا ہے کہ بی ایس ایف جیسے فوجی شعبوں میں ملازم مسلم نوجوانوں پر پے در پے مختلف قسم کے الزامات کیوں لگائے جارہے ہیں اور برسوں ان کی عدالتی شنوائی نہیں ہورہی ہے؟ ایسا تو نہیں کہ اِن شعبوں کے مسلم نوجوانوں پر اس طرح کے الزامات لگا کر مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ بعد میں یہ کہنا مشکل نہ رہے کہ ان شعبوں میں بھروسے کی ضرورت ہے اور مسلم نوجوانوں میں بھروسہ نہیں رہا، اس لئے ان میں اب ان کی بھرتی نہیں ہوگی۔ اگر ایسا ہے جیسا کہ خبریں آنے لگی ہیں تو پھر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بی جے پی نے آر ایس ایس کے ایجنڈے کو کس طرح عملی جامہ پہنانا شروع کردیا ہے اور بھارت کے مستقبل کو کس رخ پہ ڈالنا چاہتی ہے۔ صدر جمہوریہ صاحب کو اِن حقائق پر اپنی ناصحانہ تقریر کا موصوع بنانا چاہئے اور صاف گوئی کے ساتھ واضح کرنا چاہئے کہ "یہ بات من میں" کیوں نہیں آتی؟

ہمارے دیش میں آج رواداری، انسانیت اور قومی یک جہتی پر صدرِ جمہوریہ، ان کے دباؤ میں وزیراعظم ہند، مرکزی وزیر داخلہ اور اپوزیشن کے اکثر سیاست دانوں کے بیانات آچکے ہیں اور عدم رواداری کے بڑھتے رجحانات پر مثبت و منفی بحث بھی ہو چکی ہے اور نومنتخب چیف جسٹس آف انڈیا نے عدم رواداری کے خطرات سے دو مرتبہ سیاست دانوں، سیاسی گلیاروں میں بیٹھے نوکرشاہوں اور بی جے پی کے مکھیوں کو آگاہ کیا ہے لیکن اسی دوران ہندومہاسبھا کے ایک بدزبان لیڈر کملیش تیواری نے محسن انسانیت کی شان میں گستاخانہ جملے استعمال کرکے جس طرح رواداری کا خون کیا ہے، اس سے آج پورا دیش غم اور غصے کی آگ میں جل رہا ہے اور تکلیف کی کیفیت یہ ہے کہ بار بار ہندومہاسبھا کا نام آنے کے بعد اس کے قومی صدر سوامی چکروانی نے کملیش کو سخت سزا دیے جانے کی وکالت کی ہے اور کہا ہے کہ ہندوستان سبھی کا ملک ہے اور کسی کو بھی کسے کے مذہبی رہنما کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

اِس وقت جناب اعظم خان کی ہدایت کے لئے بھی اجتماعی دعا کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ یہ صاحب پچھلے چند مہینوں سے آگ لگا کر کنارے ہٹ جاتے ہیں اور مسلمان صفائی دیتے ہیں بلکہ دِفاعی اور جوابی پوزیشن میں آجاتے ہیں۔ کملیش نے بھی ہمارے پیغمبر کی شان میں اعظم خان کے جواب میں ہی گستاخی کی جرات وجسارت کی ہے اور آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ پورے دیش میں مسلمان احتجاج کر رہے ہیں اور اس کی سزا و گرفتاری کے مطالبے کر رہے ہیں لیکن آر ایس ایس کے خلاف بیان بازی کے نتیجے میں کملیش نے جس دن گستاخی کی جسارت کی ہے، اسی دن سے منظر نامے سے غائب ہیں۔ بہرحال اب ہماری ذمہ داری ہے کہ سب کو سبق سکھانے کا طریقہ اپنائیں، گستاخ کملیش تیواری کو قرارِ واقعی سزا دِلوانے کی سیاسی، سماجی کوشش اور قانونی چارہ جوئی کریں۔

ہم دعویدار ہیں کہ ہم عاشقانِ رسول ہیں اور ''خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے'' کا نعرہ بھی لگاتے ہیں اور ہندوستان میں ناموس رسالت کی حفاظت اور تحفظ کا مسئلہ خواجہ غریب نواز کا مشن اور توہین رسالت کے خلاف سراپا، احتجاج بن جانا خواجہ غریب نواز کی موروثی روایت ہے، اس لئے یہ ہمارے دیش کے ہر مسلمان کا ذاتی اور اجتماعی مسئلہ ہونے کے ساتھ ''سلطان الہند کا مشن'' ہونے کی وجہ سے قومی مسئلہ بھی ہوگیا۔ اب جس سے رواداری کا خون ہونے لگے، اس کا آپریشن بھی قومی مسئلہ بن جاتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم سب اس پیغام اور حقیقت کو صدر جمہوریہ، ارباب اقتدار، قومی وصوبائی انتظامیہ اور ملت اسلامیہ تک ضرور پہنچائیں گے اور اپنی سچی محبت کا حق ادا کریں گے۔

دہشت گردی صرف حملہ کرنے اور بلہ بولنے کا نام نہیں بلکہ کسی بھی طرح دوسروں کو پریشان کرنا دہشت گردی ہے اور ہم ہر طرح کی دہشت گردی کے خلاف ہیں، یہ بات مودی جی نے کئی بار کہی ہے اور ایک مرتبہ اپنے ''من کی بات'' میں ہندوستانی عوام کو ٹولرینس، تحمل، رواداری اور مخلوق خدا کی ہمدردی کرنے کی نصیحت بھی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں، اس کے بعد ہم ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی ہیں۔ دہشت گردی صرف جسمانی نہیں بلکہ کسی طرح بھی دوسرے کو خوف ودہشت میں مبتلا کرنا دہشت گردی

Marfat.com

ہے۔انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دہشت گردی ایک وبا ہے جس کو مذہب سے جوڑ کر دیکھنا غلط ہے۔یہ سب باتیں انہوں نے کئی جلسوں اور تقریروں میں کہی ہیں لیکن آج ملک کے حالات دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ سب مسلمانوں اور سیکولر مزاج ہندوستانی عوام کی زبان بند کرنے اور اُن کی حمایت وہمدردی حاصل کرنے کے لئے کہی ہے تاکہ ان کی سرپرستی میں انتہا پسند ہندو شروفساد کا جو ماحول تیار کیے جا رہے ہیں، لوگوں کا ذہن ان کی طرف سے ہٹ جائے اور یہ احساس نہ ہو کہ ان کی انھیں حمایت حاصل ہے مگر بات کب تک چھپے گی اور کب تک ان کی منافقت پردے میں رہے گی۔

انھوں نے ''من کی بات'' میں اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو، وہ کبھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا لیکن آج جہاں بھی ان کے ساتھ امت شاہ جی کا دورہ ہونے والا ہوتا ہے، وہاں مسلم نوجوانوں کی گرفتاری شروع ہو جاتی ہے، یہ کیا ہے؟ مودی جی کے پاس ایسی کوئی مثال ہے کہ کوئی مسلمان ہندوستانی فوج میں ہو پھر ریٹائرمنٹ کے بعد خطرناک ہتھیار چلانے اور بندوق وبلم چلانے کی تربیت دے رہا ہو؟ جب کہ ان کی معلومات میں ہی کرنل پروہت جیسے ہندو ہیں جو باضابطہ ہندو سماج کے بچوں اور نوجوانوں کی فوجی تربیت کرتے ہیں۔ہندوستانی فوج کے مقابل ایک دوسری فوج کی تربیت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بہت پہلے سے مسئلہ بنا ہوا ہے اور سوال کھڑا ہے جس کا جواب نہیں ملا لیکن دیش دروہی کے جرم میں گرفتار جن سنگھی آپ کے آشیرواد سے آپ کے سماج کی خدمت کر رہے ہیں تو انھیں آپ دیش بھکت کہتے اور سرکاری تحفظ فراہم کرتے ہیں لیکن جو مسلمان آئین ہند میں دیے گئے اپنے حق کی بات کرتا ہے، آر ٹی آئی کے ذریعہ ضروری معلومات حاصل کرتا ہے، اسے گرفتار کرا لیتے ہیں۔یہ کون سا قانون ہے اور یہ کیسی قانون کی رکھوالی ہے؟ اس سے نہیں لگتا کہ آپ صرف اپنے سماج کے پردھان منتری ہیں؟

مودی جی نے ہی یہ کہا ہے کہ کسی بھی ملک کے سیکولرزم کا معیار یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کے اقلیتوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔آپ خود بتائیں کہ آزاد ہند کی سب سے بڑی اقلیت مسلم سماج اور مسلم نوجوانوں کے ساتھ آپ اور آپ کی حکومت کا کیا رویہ ہے؟ ہونا تو یہ

Marfat.com

چاہئے کہ بے روزگار مسلم نوجوانوں کو آپ کی حکومت روزگار دیتی، ملازمت دیتی اوران کے روشن مستقبل کے لئے کوئی اسکیم بناتی لیکن آپ نے ان کو جیلوں میں ڈالنے کی اسکیم بنا ڈالی! کیا خوب کہتے ہیں اور کیا خوب کرتے ہیں۔اس وقت ایسا لگتا ہے کہ آپ کی حکومت نے تمام ایجنسیوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ گجرات کے ایک قید خانے میں اپنی قیمتی زندگی کاٹ چکے ایک عالم کی کتاب کی رونمائی نہیں ہونے دی گئی، گجرات پولس نے اس کا اجرا نہیں کرنے دیا، کیا یہ دہشت گردی نہیں؟ یہ کون سی رواداری اور ٹولرینس ہے؟

دراصل آپ کے پرکھوں کی نگرانی میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد سے ہی دہشت گردی کا کھیل زیادہ شروع ہوا ہے، اس وقت بھی ملک میں ایسی ہی حکومت تھی، اگرچہ نام الگ تھا لیکن وہ بھی اور یہ بھی اس طرح کی دہشت گردی کو پسند کرتی ہے جس طرح کی آج جن سنگھی اور بجرنگی برپا کر رہے ہیں۔آج جتنی بڑی سچائی یہ ہے کہ ہندوستان میں کہیں بھی جہاد نہیں ہو رہا ہے بلکہ جو بھی ہو رہا ہے، وہ دہشت گردی ہے اور دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنا غلط ہے، بالکل اسی طرح تاریخی سچائی یہ ہے کہ گیتا، گائے اور گنگا کے نام پر جو بھی ہو رہا ہے، وہ دیش بھکتی اور ہندومت کی تبلیغ نہیں بلکہ انتہاپسندی، شرپسندی اور آتنک واد ہے اور آتنک واد کو ہندو مذہب سے جوڑنا غلط ہے۔

ملک کی عدالت کو بھی آپ کے زرخرید وکیلوں اور ہندو بی جے پی کی طلبہ تنظیموں نے سیاست کا اکھاڑہ بنا ڈالا ہے۔ان وکیلوں کے ساتھ ہمیں عدالت سے بھی شکایت ہے، کیوں کہ جو بھی مسلمان دہشت گردی کے الزام میں سالوں سال بعد جیل سے رہا کیے جاتے ہیں، اس کے پیچھے جن افسران کا ہاتھ ہوتا ہے کیا اُن کو سزا نہیں دینا چاہیے؟ آخران کو بھی ملک مخالف سرگرمیوں کے نام پر گرفتار کیا جاتا ہے اور برسوں جیلوں میں قید رکھا جاتا ہے۔ان کی حمایت میں کبھی زبان نہیں کھلتی اوران کی نوکریاں بھی چھین لی جاتی ہیں انھیں دوبارہ بحال بھی نہیں کیا جاتا ہے۔کیا کسی پر دیش دروہی کا الزام عائد کر کے جیل میں ڈال دینا اور نوکری سے برخاست کر دینا پھر بری ہونے کے بعد بھی بحال نہ کیا جانا ملک مخالف اور آئین ہند کے خلاف کام نہیں؟ دورنگی چھوڑو بھائیو! دیش دروہی کے نام پر دورنگی بند

Marfat.com

کرو۔ انصاف کا ساتھ دو، انصاف کرو، تبھی تمھیں بھی انصاف ملے گا۔ بات صاف ہے کہ دہشت گرد نہ میرا ہے اور نہ آپ کا، اکیسویں صدی میں کسی بھی مسئلے کا حل قتل وغارت گری نہیں تو پھر دہشت گرد کا مذہب کیوں دیکھتے ہیں آپ لوگ؟ انصاف کے مندر میں انصاف کے نمائندے بھی دہشت گردی اور دہشت گرد کا چہرہ اور مذہب دیکھ کر وکالت کریں گے تو پھر کیا ہوگا، سوچ کر دل بیٹھا جا رہا ہے۔ آج جتنا بھید بھاؤ اس ملک میں ہو رہا ہے وہ دھرم کی بنیاد پر ہو رہا ہے، ہماری زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے۔ یہ سیاسی اور قانونی منافقت ہے۔ کسی ایک کی حرکت سے پوری قوم یا مذہب کو اس کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

مودی جی نے ہی یہ بات بھی کہی ہے کہ ہمیں ملک کو پوری دنیا میں آگے بڑھانے کے لیے مل جل کر کام کرنا ہوگا۔ جب مسلمانوں پر دہشت گردی تھوپنے کی بات آتی ہے تو میڈیا کا ہجوم ہوتا ہے لیکن جب دہشت گردی مخالف کانفرنس ہوتی ہے تو میڈیا کی کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ دہشت گردی کے پیچھے کس کا کھیل ہے، ہمیں اس کو سمجھنا اور اس کو اجاگر کرنا ہوگا۔ اور اس سچائی کو قبول کرنا ہوگا کہ مسلمانوں کے آئینی حقوق کی بات آتی ہے تو حکومت کوئی دلچسپی نہیں لیتی۔ ہمارے نوجوان دہشت گردی کے الزام سے بری ہو کر سالوں بعد باہر آتے ہیں لیکن انھیں حکومت کی طرف سے بے گناہی کا کوئی سند نہیں دی جاتی اور نہ ہی ان کی باز آبادکاری کے لیے کوئی ٹھوس اقدام کیا جاتا ہے۔ ہمیں اس چیز کو تلاش کرنا ہوگا کہ آخر دہشت گرد بنتا کیسے ہے اور کیوں بنتا ہے۔ جب تک حکومت ان چیزوں پر توجہ نہیں دے گی، دہشت گردی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ حکومتوں کو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ ملک سے غریبی کے خاتمہ کے بعد دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ آپ کے کابینہ کے کئی ایک وزیر بھی یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب اور رنگ نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کا فیشن ہے۔ ہندوستان کی ترقی اس وقت ہوگی جب ہم ہر طبقہ کو لے کر ساتھ چلیں گے۔ دہشت گردی کے خلاف ہماری لڑائی اس وقت ہوگی جب ہم سب لوگ ساتھ مل کر لڑیں گے۔ ملک کے تمام مذاہب کے لوگ اپنے ہیں، ہم ہندوستانی اور ہمیں کوئی نہیں بانٹ سکتا۔

اب حاجی علی کے مزار پر عورتوں کی حاضری کا مسئلہ بھی مسلمانوں کا ایک مستقل بنا دیا

Marfat.com

گیا ہے۔ نمازِ پنج گانہ، نمازِ جمعہ اور عیدین کی جماعتوں سے عورتوں کو روک دیے جانے کو بنیاد بنا کر علمائے اسلام نے یہی لکھا ہے کہ ''جلسوں اور محفلوں میں عورتوں کو شرکت کی دعوت دینے والے اس سے سبق لیں اور سوچیں کہ جب نماز کی جماعتوں اور جمعہ اور عیدین سے عورتوں کو روک دیا گیا تو جلسوں میں جانے کی اجازت کیسے ہوگی؟ پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہاں جا کر وہ علم اور فیض کتنا حاصل کرتی ہیں، شاذ و نادر ہی کچھ عورتیں ایسی ہوں گی جو بغور عرسوں اور جلسوں میں وعظ و نصیحت کو سنیں اور عمل کی کوشش کریں ورنہ ۹۵ فیصد بلکہ ننانوے فیصد تو جلسوں اور عرسوں کے بہانے باتیں کرنے اور تفریح کرنے جاتی ہیں۔ اس لئے عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ہمیں بھی وہی راہ اختیار کرنی ہوگی جو ہمارے اگلے بزرگوں نے اختیار کی ہے کہ ان کے شوہر، ان کے ماں باپ اور نیک محارم لوگ شرعی احکام اور ضروری دینی معلومات بہم پہنچائیں اور کچھ لوگ اپنی لڑکیوں اور بچیوں کو ایسی دینی تعلیم دیں تاکہ وہ دوسری بچیوں اور خواتین کو پردے اور شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ دینی احکام بتائیں اور سکھائیں۔ جس طرح ماں باپ اپنی لڑکیوں گھریلو کام کاج سکھانے میں اہتمام اور توجہ اور خیر خواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسی طرح دینی مسائل اور شرعی احکام کے معاملے میں بھی مادرانہ اور پدرانہ فرائض کا ثبوت دیں اور شروع ہی سے ان میں دینی مزاج پیدا کریں، دینی احکام سکھائیں، عمل کرائیں اور ضروری کتابوں کی تعلیم دلائیں تاکہ وہ بڑے ہونے کے بعد گھروں کے اندر ہی رہ کر دینی کتابوں کے مطالعہ، مذاکرہ اور شوق و محنت سے اپنی معلومات میں اضافہ کریں اور شریعت پر عمل کرتے رہیں۔ بازاری عورتوں اور لیڈر مزاج شہرت کی خواہش مند عورتوں کے جھانسے میں نہ آئیں، دنیاوی جھمیلوں اور فریبی عناصر کی بھول بھلیوں میں آ کر دین اسلام میں دیے گئے اپنے حقوق کے خلاف تبصرہ بازی کرنے کی غلطی نہ کریں اور بہکاوے میں آ کر اجمیر شریف جانے کا یہ جواز پیش نہ کریں کہ ''وہی جاتے ہیں جسے خواجہ بلاتے ہیں'' اس لئے کہ جب ان کو یہ صحیح مسئلہ معلوم رہے گا کہ ''روضہ رسول کی زیارت کے علاوہ کسی دوسرے مزار کی زیارت کے لئے حاضری جائز نہیں'' اور یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اور ہمارے ان بزرگوں نے بھی اسی شریعت پر عمل کیا

Marfat.com

ہے جس شریعت کا یہ مسئلہ ہے تو پھر کسی کے بہکاوے میں نہیں آئیں گی۔

ابھی حاجی علی درگاہ (ممبئی) پر عورتوں کی حاضری کو لے کر گزشتہ چار پانچ سالوں (شاید دسمبر ۲۰۱۲ء) سے یہ مسئلہ گرم ہوا ہے کہ اس درگاہ پر عورتوں کی حاضری پر پابندی لگانا درست ہے کہ نہیں؟ عورتوں کی فلاح و بہبود کے نام پر عورتوں کے ناموس کا مذاق اڑانے والی ایک دو تنظیموں نے حاجی علی درگاہ کی انتظامیہ کے پابندی والے فیصلے کو ممبئی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا ہے کہ یہ بالکل درست نہیں اور عورتوں کی آزادی ہے اور مذہب اسلام نے بزرگوں کے مزارات پر عورتوں کی حاضری سے منع نہیں کیا ہے۔ان عورتوں نے ایک مضحکہ خیز دلیل یہ پیش کی ہے کہ جب پیغمبر اسلام کے مزار پر حاضری جائز ہے تو کسی دوسرے بزرگ کے مزار پر عورتوں کے حاضری کیوں جائز نہیں؟ اسی کو کہتے ہیں ذہنی آوارگی اور بدزبانی جسے ''اوقات سے زیادہ'' کہنے اور بولنے کی جسارت کہہ سکتے ہیں حالاں کہ یہ حق انھیں مذہب اسلام نے نہیں دیا ہے، ان کا حق تو یہ ہے کہ گھروں میں رہ کر وہ اپنے رب کا فیضان حاصل کریں، ان کا رب ان پر اس قدر مہربان ہے کہ دنیا کی ساری آسائش کا انتظام ان کے گھروں میں کر دیتا ہے لیکن انھیں شاید اپنے رب کی قدرت پر یقین نہیں، اس لئے گھروں سے باہر نکلنے کے حیلے تراش لیتی ہیں اور اپنی عصمت و حرمت کو نقصان پہنچانے والی حرکتوں اور اعمال کو دعوت دیتی ہیں اور آج پھر ان کی بیان بازیاں شروع ہوگئی ہیں۔ مسئلہ ذرا، حساس اس لئے ہے کہ مزارات پر عورتوں کی حاضری کا مسئلہ خالص دینی اور مذہبی ہونے کے ساتھ سماجی اور سیاسی ہو گیا ہے اور سیاسی لوگ بھی اس پر تبصرہ بازی کرنے میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ ایسی صورت حال میں حاجی علی درگاہ کی انتظامیہ اور مہاراشٹر کی حکومت اور ہائی کورٹ کے درمیان ہو رہی بحث کا صحیح نتیجہ سامنے آنا چاہئے اور مزارات پر عورتوں کی حاضری کو لے کر مسلکی بحث کی جنگ میں اپنی ذہنی اور علمی توانائی صرف کرنے والوں کو بھی اس کی حمایت کرنا چاہئے کہ واقعی عورتوں کا مزارات پر جانا جائز نہیں۔ کیوں کہ ہمارے ہندوستانی سماج میں ایک طبقہ وہ ہے جو عرس کو بہرحال جائز مانتا ہے اور ساتھ ہی عورتوں کی حاضری کو ناجائز مانتا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو عرس کے جواز کا بالکل ہی انکاری ہے، اس

Marfat.com

لئے مذکورہ صورت حال کے حوالے سے دو مسئلے مشترک ہو گئے۔

(۱) مزارات پر عورتوں کی حاضری کے حوالے سے سبھی متفق ہیں تو سب کو انفرادی طور سے اِس ناجائز روایت کے خلاف مہم چلانا چاہئے اور اجتماعی طور سے ممکن ہو تو ضرور کوشش کرنا چاہئے، ساتھ ہی جس بنیاد پر یہ حاضری ناجائز ہے، دوسری جگہوں جیسے عام محفلوں اور شادی بیاہ کی مجلسوں سے بھی اِس وبا کو ختم کرنے کی مہم چلانا چاہئے کیوں کہ وہاں بھی بن سنور کر عورتیں گھر سے نکل کر جاتی ہیں، مردوں کے درمیان سے گزرتی ہیں، اپنی تصویریں کھنچواتی ہیں، ویڈیو بنواتی ہیں اور بہت سے ایسے کام کرتی ہیں جو، اسلامی شریعت میں جائز نہیں۔ اختلاطِ مردوزن کی وجہ سے ہی کسی بھی جگہ عورتوں کی حاضری ممنوع ہے۔ (۲) اعراس کو جو طبقہ جائز قرار دیتا ہے اور سچائی یہ ہے کہ عرس کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہئے، اسے یہ خیال رکھنا چاہئے کے عرس اگر اسلاف کی سنت ہے تو اسلاف کی سنت کے مطابق ہی منانا چاہئے اور ''ہجوم زنان، تماشائے مرد مان، افعال قبیحہ، انظارہ اجنبیہ وطوائفان رقصان وآلات مزامیر وفضول کثیرہ'' سے محفوظ و مامون رکھنا چاہئے تا کہ اسلاف کرام کے روحانی فیوض وبرکات مکمل طریقے سے ہم کو مل سکیں۔

اب ایک تاریخی سچائی اور عملی شکل وصورت میں نظر آنے والی زمینی حقیقت بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو، صرف اپنی مجاوری چمکانے اور اپنی آمدنی کے لئے مزارات پر عورتوں کی حاضری کو ضروری کہتا ہے اور اُن کی حاضری کے پیشِ نظر آسانیاں بھی فراہم کرتا ہے، یہی طبقہ مصلحین کی ایک نہیں چلنے دیتا ہے۔ دوسرا طبقہ ایسا ہے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے نام پر اہل سنت وجماعت کو بدنام کرتا ہے اور بڑی غلط بیانی بلکہ الزام تراشی کی جسارت کرتا ہے کہ مزارارت پر عورتوں کا میلہ علمائے اہل سنت وجماعت کے نرم رویوں اور عرس کے جائز ہونے کا فتویٰ دینے کی وجہ سے لگتا ہے، حالاں کہ علمائے اہل سنت کے جتنے علمی مراکز ہیں جیسے بریلی، بدایوں اور مبارکپور کے اعراس میں مزارات پر عورتوں کی حاضری پر پابندی کا حال یہ ہے کہ الزام لگانے والے حضرات بھی عرس کے دنوں میں بریلی شریف (وغیرہ) میں جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف

Marfat.com

انہی کی نگرانی اور سرپرستی میں ہونے والے ہندوستان کی بہت سی درگاہوں کے اعراس میں (گویا) عورتوں کا ہی اجتماع ہوتا ہے۔ آخر اجمیر شریف (وغیرہ) میں عرسوں اور عام دنوں میں عورتوں کی بھیڑ کا ذمے دار کون ہے؟ کیا علمائے اہل سنت یا پھر اوقاف اور عرس کی کمیٹیوں اور خواجہ صاحب درگاہ کمیٹی میں شامل عرس اور حاضری مخالف افراد اُس کے ذمہ دار ہیں؟

****

Marfat.com

Marfat.com

''اسلام کا نظامِ طلاق'' اپنے مواد کے اعتبار سے بہترین کتاب ہے

جناب محترم مولانا صابر رضا رہبر مصباحی (سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ، ہندوستان) کا اصرار تھا کہ ''اسلام کا نظامِ طلاق'' کے لیے کچھ سطور لکھ دوں تا کہ اس کی پاکستانی اشاعت کے بیک ٹائٹل پر شائع ہوسکیں، میں نے اس سے معذرت کی کیونکہ من آنم که من دانم۔ لیکن ان کے پیہم اصرار کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا فرمانِ عالی شان ہے:

''تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے''۔(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب الکراهیة الطلاق، الحدیث:۲۱۷۸) ''ابغض الحلال'' یعنی ''طلاق'' کے متعلق مختلف پہلوؤں پر محیط کتاب ''اسلام کا نظامِ طلاق'' اپنے موضوع پر ایک اہم اضافہ ہے۔ اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بابِ اوّل میں ''طلاق کے احکام ومسائل''، بابِ دُوم میں ''طلاقِ ثلاثہ پر اہلِ سنت کے اجماعی مؤقف کی تائید میں دلائل اور منکرین وخارقینِ اجماع کے شبہات کا جواب''، بابِ سوم میں ''طلاق کے متعلق مختلف شبہات کا ازالہ'' اور بابِ چہارم میں ''کثرتِ طلاق کے اسباب اور اُن کے علاج'' کے متعلق مواد شامل ہے۔ میں تنگیٔ وقت اور کثرتِ کار کے سبب اس کتاب کا بالاستعیاب مطالعہ تو نہ کرسکا، البتہ طائرانہ نظر سے دیکھا تو اس میں شامل مواد کو عوام وعلما دونوں کے لیے مفید پایا۔ اللہ کریم اس کتاب کو مقبولِ عام بنائے اور محترم مؤلف جناب مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

میثم عباس قادری رضوی، لاہور، پاکستان

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph:37352022

Marfat.com

''اسلام کا نظامِ طلاق'' اپنے مواد کے اعتبار سے بہترین کتاب ہے

جناب محترم مولانا صابر رضا رہبر مصباحی (سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ، ہندوستان) کا اصرار تھا کہ ''اسلام کا نظامِ طلاق'' کے لیے کچھ سطور لکھ دوں تا کہ اس کی پاکستانی اشاعت کے بیک ٹائٹل پر شائع ہوسکیں، میں نے اس سے معذرت کی کیونکہ من آنم که من دانم۔ لیکن ان کے پیہم اصرار کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا فرمانِ عالی شان ہے:

''تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب الکراھیة الطلاق، الحدیث: ۲۱۷۸) ''ابغض الحلال'' یعنی ''طلاق'' کے متعلق مختلف پہلوؤں پر محیط کتاب ''اسلام کا نظامِ طلاق'' اپنے موضوع پر ایک اہم اضافہ ہے۔ اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بابِ اوّل میں ''طلاق کے احکام ومسائل''، بابِ دُوم میں ''طلاقِ ثلاثہ پر اہلِ سنت کے اجماعی مؤقف کی تائید میں دلائل اور منکرین وخارقینِ اجماع کے شبہات کا جواب''، بابِ سوم میں ''طلاق کے متعلق مختلف شبہات کا ازالہ'' اور بابِ چہارم میں ''کثرتِ طلاق کے اسباب اور اُن کے علاج'' کے متعلق مواد شامل ہے۔ میں تنگیٔ وقت اور کثرتِ کار کے سبب اس کتاب کا بالاستعیاب مطالعہ تو نہ کرسکا، البتہ طائرانہ نظر سے دیکھا تو اس میں شامل مواد کو عوام وعلما دونوں کے لیے مفید پایا۔ اللہ کریم اس کتاب کو مقبولِ عام بنائے اور محترم مؤلف جناب مولانا صابر رضا رہبر مصباحی صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

میثم عباس قادری رضوی، لاہور، پاکستان

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph:37352022

Marfat.com